"دائرے کا سمندر" کا پہلا حصہ

وہ رہا جزیرہ

اشتیاق احمد

اٹلانٹس پبلکیشنز

دو باتیں

السلام علیکم!

لیجیے قارئین! "دائرے کا سمندر" کا پہلا حصہ "وہ رہا جزیرہ" حاضر ہے۔ جس وقت میں نے یہ خاص نمبر لکھنا شروع کیا۔ اس وقت میرے وہم وگمان میں بھی یہ بات نہیں تھی کہ میں اس خاص نمبر کو لکھ کر خود اپنا ہی ریکارڈ توڑ دوں گا۔ آپ جانتے ہیں ریکارڈ کے ٹوٹنے سے اس انسان کو جس کا ریکارڈ ٹوٹتا ہے اور اس کے چاہنے والوں کو بہت رنج ہوتا ہے۔ لیکن یہاں معاملہ اُلٹ ہے۔ مجھے بھی خوشی کا احساس ہو رہا ہے اور اُمید ہے، تمام قارئین بھی بہت خوش ہوں گے کہ چلو "سنہری چٹان" کا ریکارڈ تو ٹوٹا، گویا کفر ٹوٹا خدا خدا کر کے.....

لیکن نہ تو میرا اس ریکارڈ کو توڑنے کا کوئی ارادہ تھا، نہ میں نے اس قسم کی کوئی کوشش کی۔ ہوا صرف یہ کہ جب یہ خاص نمبر لکھ رہا تھا تو میرے بیٹے نے یہ کہنا شروع کر دیا۔ اس خاص نمبر کو بڑا کریں...... اور بڑا کریں...... یہاں تک کہ یہ سنہری چٹان سے بھی بڑا ہو جائے۔ میں اس کی باتوں پر مسکراتا رہا اور خاص نمبر لکھتا رہا ...... اور پھر ایسا ہو گیا...... ہے نا عجیب بات......

اشتیاق احمد

کیا!!!

"آپ بتا سکتے ہیں.... فیصل پور شہر یہاں سے کتنے فاصلے پر ہے؟"

انسپکٹر جمشید نے چونک کر سوال پوچھنے والے کو دیکھا.... وہ ابھی ابھی ان کے دفتر میں داخل ہوا تھا.... چپراسی بابا فضل نے اندر آکر انہیں بتا دیا تھا کہ کوئی صاحب آپ سے ملنا چاہتے ہیں.... انہوں نے انہیں اندر بھیجنے کے لیے کہا اور خود فائل پر جھک گئے.... ملاقاتی نے اندر آکر پہلے تو السلام علیکم کہا.... پھر ان کے وعلیکم السلام کہنے پر اس نے یہ سوال پوچھا۔

"کیا آپ مجھ سے صرف یہ بات پوچھنے کے لیے آئے ہیں؟"

"ہاں.... لیکن آپ کا جواب سننے کے بعد میں کچھ اور باتیں بھی پوچھوں گا.... یا کروں گا"۔

"کیا آپ کو میں بے کار آدمی نظر آیا' اس دفتر سے باہر کوئی ایسا آدمی نظر آیا جو آپ کو یہاں سے فیصل پور شہر کا فاصلہ بتا

سکتا؟" انہوں نے ناخوش گوار لہجے میں کہا۔

"ان گنت لوگوں سے یہ سوال پوچھ چکا ہوں"۔ اس نے اداس انداز میں کہا۔

"تو پھر.... کیا لوگوں نے آپ کو بتایا نہیں"۔

"بالکل بتایا.... ہر ایک نے یہی کہا کہ فاصلہ صرف ۸۰ کلومیٹر ہے"۔

"تب پھر.... کیا ان کے اس جواب سے آپ کا اطمینان نہیں ہوا"۔ انسپکٹر جمشید نے جل کر کہا۔

"جی ہاں! بالکل یہی بات ہے"۔

"تو کیا میرے بتانے سے آپ کا اطمینان ہو جائے گا"۔

"ہاں! ہو بھی جائے گا"۔ اس نے کہا۔

"یہ کیا بات ہوئی؟"

"میرا نام کاشف رضا ہے"۔

"اور میں نے آپ کا نام کب پوچھا؟" وہ جل گئے۔

"میں نے بتانا مناسب جانا"۔

"خیر آگے کہیے"۔

"کیا آپ بھی یہی کہتے ہیں دونوں شہروں کا درمیانی فاصلہ ۸۰ کلومیٹر ہے"۔

"ہاں! میں اس کے علاوہ اور کیا کہہ سکتا ہوں"۔

"تب پھر جب میں یہاں سے روانہ ہوتا ہوں.... تو ۸۰ کلومیٹر طے کرنے کے بعد فیصل پور شہر میں کیوں داخل نہیں ہوتا"۔

"کیا مطلب؟" وہ پہلی بار چونکے۔

"جی ہاں! میں صبح سویرے اپنے گھر سے اپنی کار میں فیصل پور جانے کے لیے نکلتا تھا.... ایک سوا گھنٹے میں عام طور پر پہنچ جاتا تھا.... تمام دن اپنا کاروبار کرتا تھا.... شام واپس اسی راستے سے آ جاتا تھا.... اس لیے کہ میرا گھر یہیں ہے.... البتہ کاروبار فیصل پور میں ہے"۔

"تو پھر.... اب کیا ہو گیا ہے.... اب فیصل پور کتنی دیر میں آتا ہے"۔

"اب آتا ہی نہیں"۔

"آتا ہی نہیں.... یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟" انسپکٹر جمشید نہ سمجھنے والے انداز میں بولے۔

"ہاں! یہی بات ہے.... اب فیصل پور شہر نہیں آتا.... آپ ہی بتائیں، میں کیا کروں؟"

"تب پھر اسی کلومیٹر بعد کیا آتا ہے؟ انسپکٹر جمشید آگے کو

جھک گئے۔

"ایک کھلا میدان.... بلکہ صحرا.... صحرا کی ریت گاڑی کا راستہ روک لیتی ہے اور میں واپس آ جاتا ہوں.... پہلے دن میں نے خیال کیا.... میں خواب دیکھ رہا ہوں.... یا غلطی سے میں کسی اور سڑک پر چلا آیا ہوں.... واپس پلٹا.... پھر سفر شروع کیا' لیکن وہی ہوا.... اس روز کسی سے کچھ نہ کہا.... دوسرے دن سفر پھر شروع کیا.... پھر وہی ہوا.... یہ ہے میرا مسئلہ.... آخر میں نے فیصل پور شہر کیوں جانے میں کامیاب نہیں ہوتا"۔

"آپ نے اپنے کاروباری مرکز کو فون کیا؟" انسپکٹر جمشید بولے۔

"جی ہاں! بالکل کیا.... باقاعدہ جواب ملتا ہے.... وہ پریشان ہیں کہ میں کیوں نہیں آ رہا دو تین دن سے"۔

"میرا خیال ہے.... ضرور آپ سے کوئی بھول ہوئی ہے.... اچھا ذرا اپنا کاروباری فون نمبر مجھے بتائیے"۔

کاشف رضا نے فون نمبر بتا دیئے' انہوں نے ڈائل کیے اور بولے۔

"کیا نام ہے آپ کے کاروبار کا"۔

"کاشف انڈسٹریز سٹیل کے برتن بنتے ہیں وہاں"۔

اسی وقت دوسری سے کہا گیا۔

"کاشف انڈسٹریز پلیز"۔

"وہ نہیں آئے.... تین دن سے نہیں آئے.... ہم تو خود ان کی طرف سے بہت پریشان ہیں"۔ دوسری طرف سے کہا گیا۔

"آپ نے ان کے گھر فون نہیں کیا؟"

"فون کیا ہے.... بس وہ جواب دیتے ہیں کہ کسی وجہ سے پریشان ہیں.... ایک دو روز تک آ جائیں گے"۔

"اوہ اچھا.... شکریہ"۔

ریسیور رکھ کر وہ ان کی طرف مڑے۔

"آئیے ہم ابھی چل کر دیکھتے ہیں"۔

"آپ میرے ساتھ ۸۰ کلومیٹر کا سفر کریں گے"۔ اس کے لہجے میں حیرت تھی۔

"ہاں کیوں نہیں"۔ وہ مسکرائے۔

"لیکن! میں نے تو سنا تھا.... آپ ضرورت سے زیادہ مصروف آدمی ہیں"۔

"بالکل ہوں.... لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ دوسروں کے لیے بھی وقت نہیں نکال سکتا.... آئیے چلیں"۔

یہ کہہ کر وہ اٹھے اور اکرام کے پاس جا رکے۔

"اکرام! میرے خیال میں ان صاحب کی کہانی سفید جھوٹ ہے.... لیکن یہ چاہتے کیا ہیں.... مجھے ساتھ لے جا کر کیا کرنا چاہتے ہیں.... اب یہ جاننا بھی میرے لیے ضروری ہے.... اس لیے میں ان کے ساتھ جا رہا ہوں.... تین گھنٹے تک واپس نہ آیا تو تم میری تلاش میں نکل سکتے ہو.... ان کا نام کاشف رضا ہے.... کاشف انڈسٹریز فیصل پور کے مالک ہیں.... اور ہاں! آپ کا یہاں کا پتا کیا ہے؟" انسپکٹر جمشید اس کی طرف مڑے۔

"آپ غلط بات سوچ رہے ہیں"۔ اس نے منہ بنایا۔

"ہو سکتا ہے.... آپ یہاں کا پتا نہ بتائیں"۔

"ماڈل کالونی B-109"۔

"تم نے نوٹ کر لیا اکرام؟"

"یس سر.... لیکن انہوں نے گھر کا فون نمبر نہیں لکھوایا"۔

"7723955"۔ کاشف نے قدرے جل کر کہا۔

اکرام نے یہ نمبر بھی پتے کے ساتھ لکھ لیا.... پھر جلدی سے یہ نمبر گھمائے.... دوسری طرف سے ریسیور اٹھانے پر اس نے کہا۔

"السلام علیکم.... کاشف صاحب سے بات کرا دیں"۔

"جی.... وہ گھر پر نہیں ہیں"۔

"کیا فیصل پور شہر گئے ہیں؟"

"جی نہیں.... وہ آج وہاں بھی نہیں گئے"۔

"کیا کل گئے تھے؟"

"کل بھی نہیں اور پرسوں بھی نہیں"۔

"اچھا شکریہ"۔ یہ کہہ کر انہوں نے ریسیور رکھ دیا اور سر ہلا دیا۔

"آئیے جناب"۔

"میرا خیال ہے.... آپ اپنا وقت نہ ضائع کریں.... میں کوئی اور راستا دیکھ لوں گا"۔

"نہیں بھئی.... اب آپ کو میرے ساتھ چلنا ہو گا"۔

"چلیے پھر"۔ اس نے کندھے اچکائے۔

"ویسے آپ کو ایک کام اور کرنا چاہیے تھا"۔ انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"اور وہ کیا؟"

"اپنے منیجر یا کسی دوسرے کارکن کو یہاں بلا کر دیکھ لینا چاہیے تھا"۔

"افسوس! میں نے ایسا نہیں کیا.... ایسا کرنے کا خیال بھی نہیں آیا.... میں اپنی الجھن میں الجھا رہا"۔ اس نے جلدی جلدی کہا۔

"خیر.... کوئی بات نہیں.... آیئے"۔

اور انہوں نے اسے اپنی کار میں بٹھا لیا.... جب کہ اس کی اپنی کار بھی وہاں کھڑی تھی.... اس نے اپنی کار کی طرف اشارہ کیا تو وہ بولے۔

"کوئی بات نہیں.... اس کو یہیں رہنے دیں"۔

اس نے سر ہلا دیا.... فیصل پور کی طرف ان کا سفر شروع ہوا.... انسپکٹر جمشید.... اس کے راستے سے اچھی طرح واقف تھے.... ٹھیک ایک گھنٹے بعد ان کی کار فیصل پور شہر میں داخل ہو رہی تھی.... شہر کو اپنی جگہ دیکھ کر کاشف رضا دھک سے رہ گیا۔

"ارے! یہ کیا.... یہ.... یہ تو اپنی جگہ پر موجود ہے"۔

"میں نے کہا تھا.... آپ ضرور خواب دیکھتے رہے ہیں"۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے"۔

"تب پھر.... یہ بھی کیسے ہو سکتا ہے.... جو آپ کہہ رہے ہیں.... جب کہ شہر آپ کے سامنے ہے"۔ انہوں نے جل کر کہا۔

"آپ کو زحمت تو ہو گی.... ذرا ہم انڈسٹریز تک بھی ہو جائیں.... بس میں وہاں ایک یا دو منٹ ٹھہروں گا"۔

"اچھی بات ہے"۔

وہ راستا بتاتا رہا.... آخر گاڑی انڈسٹریز کے سامنے پہنچ گئی۔

"آپ گاڑی میں ہی ٹھہریں.... میں ابھی آتا ہوں"۔

یہ کہہ کر وہ اندر چلا گیا.... پانچ منٹ بعد واپس آیا۔

"چلئے اب واپس چلیں"۔

انسپکٹر جمشید نے اس سے کچھ نہ کہا.... خاموشی سے واپسی کا سفر جاری رکھا.... یہاں تک کہ وہ شہر پہنچ گئے۔

"میں معافی چاہتا ہوں.... آپ نہ جانے میرے بارے میں کیا سوچ رہے ہوں گے"۔

"ہاں! سوچ تو بہت کچھ رہا ہوں.... لیکن ابھی تک کچھ سوچ نہیں سکا.... بہرحال فی الحال تو آپ اپنے گھر جائیں اور میں اپنے گھر"۔

دفتر میں پہنچ کر انہوں نے اسے رخصت کیا' خود دفتر پہنچے.... اندر اکرام سر پکڑے بیٹھا تھا.... انہیں دیکھ کر چونک اٹھا۔

"کیا رہا سر؟"۔

"اس کی بات جھوٹ نکلی"۔

"یہ کیا بات ہوئی.... جھوٹ کیسے نکل آئی"۔ اکرام کے لہجے میں حیرت تھی۔

"کیا مطلب.... کیا جھوٹ نہیں نکلنی چاہیے تھی؟" انسپکٹر جمشید نے اکرام کو گھورا۔

"جی بالکل نہیں"۔

"دماغ تو نہیں چل گیا اکرام؟"

"جی نہیں.... لیکن چل جائے گا"۔

"کیا کہنا چاہتے ہو"۔

"خان رحمان صاحب کو اپنے سسرال جانا تھا.... تین گھنٹے بعد جب وہ شہر کے پاس پہنچنے والے تھے.... تو اچانک انہوں نے دیکھا.... ان کے سامنے ایک صحرا ہے.... اور شہر کا دور دور تک پتا نہیں"۔

"کیا!!!" وہ چلائے۔

"وہ حیرت زدہ اور خوف زدہ سے واپس چلے آئے.... یہاں آ کر انہوں نے پہلے اپنے سسرال فون کیا.... انہوں نے اس بات پر حیرت ظاہر کی کہ وہ لوگ پہنچے کیوں نہیں.... جب کہ وہ ان کا انتظار کرتے رہے ہیں"۔

"نن نہیں"۔ وہ چلائے۔

"آپ خود فون کر لیں"۔

انہوں نے خان رحمان کو فون کیا۔

"ہاں جمشید.... تم کہاں چلے گئے تھے.... میں بہت پریشان ہوں.... مسلم خان شہر غائب ہو گیا ہے"۔

"اچھا اچھا.... دیکھیں گے.... تم پریشان نہ ہو"۔

"ہائیں.... تم نے میری بات پر حیرت ظاہر نہیں کی"۔

"بھئی بعد میں حیرت ظاہر کر لیں گے.... اچھا تم یوں کرو.... کہ میرے گھر آ جاؤ"۔

"ہاں! یہ ٹھیک رہے گا.... میں آ رہا ہوں"۔

وہ گھر پہنچے.... محمود، فاروق، فرزانہ اور بیگم جمشید سب کے سب پریشان نظر آئے۔

"اور تم لوگوں کو کیا ہو گیا ہے؟"

"بس کچھ نہ پوچھیں"۔

"مطلب یہ کہ یہاں بھی کچھ ہو گیا ہے"۔

"پتا نہیں ابا جان.... یہاں کچھ ہوا ہے یا نہیں.... ہمیں تو بتاتے ہوئے بھی شرم آئے گی"۔ فرزانہ نے کہا۔

"کیا بتاتے ہوئے شرم آئے گی؟"

"جو ہوا ہے"۔

فرزانہ کی سہیلی نے تینوں کی دعوت کی تھی.... ہمیں آج وہاں جانا تھا.... ہم تیار ہو کر وہاں جانے کے لیے گھر سے نکلے.... لیکن وہاں پہنچ نہیں سکے"۔

"کیا مطلب!!!" وہ زور سے اچھلے.... آنکھوں میں حیرت اور

خوف دوڑ گیا۔

"کیا ہوا.... آپ اس قدر خوف زدہ کیوں نظر آنے لگے"۔

عین اسی وقت دروازے کی گھنٹی بجی.... انداز خان رحمان کا تھا۔

"انکل خان رحمان آئے ہیں"۔

"مشکل ہے"۔ انسپکٹر جمشید سرسراتی آواز میں بولے۔

"کیا مطلب.... کیا مشکل ہے؟"

"یہ کہ وہ آ گئے ہوں گے"۔

"آپ کی بات سمجھ میں نہیں آئی.... لیکن خیر.... پہلے ہم دروازہ تو کھول لیں"۔

یہ کہہ کر محمود نے جا کر دروازہ کھولا.... وہاں واقعی خان رحمان نہیں کھڑے تھے.... محمود حیرت زدہ رہ گیا.... کیونکہ انداز بالکل خان رحمان کا تھا۔

دروازے پر موجود شخص کے چہرے پر ایک پراسرار سی مسکراہٹ تھی.... وہ ایک لمبے قد کا آدمی تھا.... آنکھوں پر سنہرے شیشوں والی عینک تھی.... ایسے میں اس کے ہونٹ ہلے۔

"مجھے انسپکٹر جمشید صاحب سے ملنا ہے"۔

○☆○

موٹی مرغی

شوکی برادرز کے دفتر کے سامنے ایک کار آ کر رکی.... کار بہت بڑی تھی.... ایک باوردی ڈرائیور فوراً نیچے اترا اور پچھلا دروازہ کھول کر باادب انداز میں کھڑا ہو گیا۔

"یہ کیا ہے؟" اندر سے اترنے والے بھاری بھرکم آدمی نے ایک طمانچہ اس کے گال پر مارتے ہوئے کہا۔

"کہاں سر؟" وہ بوکھلا اٹھا۔

"تمہارے سر پہ.... سر کے بچے"۔

"م.... میں اور آپ کا بچہ.... میرے ایسے نصیب کہاں سر.... میں تو ایک بہت غریب باپ کا بیٹا ہوں، اسی لیے تو دن رات آپ کے طمانچے کھاتا رہتا ہوں"۔

"بکواس بند کرو اور آئینے میں دیکھ کر اپنا منہ صاف کرو.... ہزار بار کہا ہے.... پاؤڈر نہ لگایا کرو.... لیکن تم چہرے پر پاؤڈر لگانے سے باز نہیں آتے"۔

"سر! میرا رنگ بالکل کالا ہے نا.... پاؤڈر لگانے سے ذرا کم
کالا نظر آتا ہوں.... بس اس لیے لگا لیتا ہوں"۔
"لیکن ہمارا پاؤڈر بہت مہنگا ہوتا ہے"۔ اس نے بھنا کر کہا۔
"للل.... لیکن سر.... میں نے اپنا پاؤڈر خرید رکھا ہے"۔ اس
نے گھبرا کر کہا۔
"اوہ اچھا.... پھر تو ٹھیک ہے.... تم پاؤڈر ضرور لگایا کرو....
واقعی اس طرح تمہارا رنگ قدرے کم سیاہ نظر آنے لگتا ہے....
ویسے تم افریقی تو ہو نہیں"۔
"جی نہیں! میں تو اسی ملک میں پیدا ہوا تھا"۔
"اچھا چھوڑو.... میں کب تک فٹ پاتھ پر کھڑا تمہاری ادھر
ادھر کی بکواس سنتا رہوں گا.... یہ شوکی کا دفتر ہے نا"۔
"جی بالکل! میں آپ کو غلط جگہ لا سکتا ہوں بھلا"۔
"لیکن یہاں تو بچے بیٹھے ہیں"۔
"اور آپ سے یہ کس نے کہہ دیا تھا کہ شوکی برادرز بڑی عمر
کے ہیں"۔
"یہ بات تو کسی نے نہیں کہی تھی.... میرے اپنے ذہن میں
یہ بات خود بخود آ گئی تھی.... ارے مگر ہائیں.... شوکی برادرز کا نام
پتا تو خود تم نے ہی تو مجھے دیا تھا"۔

"جانتا ہوں سر"۔ وہ مسکرایا۔
اور بھاری بھرکم آدمی برے برے منہ بناتا ان کے دروازے
کی طرف آیا، پھر اجازت لیے بغیر اندر آ کر ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔
"آپ کے پاس آئینہ ہوگا"۔
"کیا آپ مسلمان ہیں؟" شوکی نے جل کر کہا۔
"اور کیا میں آپ کو ہندو نظر آتا ہوں.... یہودی نظر آتا
ہوں.... سکھ نظر آتا ہوں.... عیسائی نظر آتا ہوں"۔ اس نے جلے
کٹے انداز میں کہا۔
"اتنے بہت سے مذاہب تو خیر آپ میں جمع نہیں ہو سکتے....
میرا مطلب ہے ایک مسلمان جب کسی سے ملاقات کے لیے آتا
ہے تو سب سے پہلے اسے السلام علیکم کہتا ہے.... اور جواب میں
دوسرا مسلمان وعلیکم السلام کہتا ہے.... یہ ہے ان کے مسلمان ہونے
کی پہلی نشانی"۔
"لیکن.... اس طرح تو ایک سکھ بھی آ کر السلام علیکم کہہ سکتا
ہے"۔
"یہ ایک الگ بحث ہے.... اور اگر آپ اپنا کوئی مسئلہ لے
کر آئے ہیں تو وہ مسئلہ اس بحث کی نذر ہو جائے گا.... پھر آپ
کہیں گے، میرا وقت ضائع کر دیا.... یہ فیصلہ پہلے کر لیں کہ آپ کو

ہم سے کیا بات کرنا ہے"۔

"اچھا خیر.... میں اپنی غلطی کی معافی چاہتا ہوں.... السلام علیکم"۔

"وعلیکم السلام ورحمتہ اللہ"۔

"اب دیکھیے آپ نے ورحمتہ اللہ ساتھ لگا دیا"۔

"ہم تو ابھی وبرکاتہ بھی لگا سکتے تھے"۔ شوکی مسکرایا۔

"آپ گھر جا کر السلام علیکم کہنے کے آداب پڑھ لیجیے گا"۔

"لیکن کس کتاب میں"۔

"کتاب ہم آپ کو دے دیں گے.... جب آپ یہاں سے رخصت ہونے لگیں گے"۔

"اور آپ یہ بات کس طرح کہہ سکتے ہیں کہ میں یہاں سے رخصت ہونے کے لیے آیا ہوں"۔

"ہائیں تو کیا آپ اس وقت کے بعد ہمیشہ ہمارے ساتھ رہیں گے"۔

"جی نہیں.... میں آپ لوگوں کو ساتھ لے جانے کے لیے آیا ہوں"۔

"اوہ تو یہ بات ہے.... خیر.... آپ بات بتائیں.... لیکن بات سے پہلے آپ اپنا تعارف کروائیں"۔

"تعارف.... اوہ ہاں.... میں سیٹھ عابد ہوں"۔

"چلیے مان لیا کہ آپ سیٹھ عابد ہیں.... آپ کی کار بھی اس طرح اشارہ کر رہی ہے کہ آپ ضرور سیٹھ ہوں گے.... غریب کے لیے اتنی بڑی کار رکھنا ذرا مشکل کام ہے"۔

"آپ ادھر ادھر کی باتیں بہت کرتے ہیں.... کیا جاسوس ایسے ہی ہوتے ہیں"۔

"نہیں تو.... ہاں ہوتے بھی ہیں"۔ آفتاب نے فوراً کہا۔

"یہ کیا جواب ہوا"۔

"چلیے چھوڑیں.... اس بات کو.... آگے چلیے.... آپ سیٹھ عابد ہیں"۔

"جی ہاں ٹھیک ہے.... میں سیٹھ عابد ہوں.... ارے ہاں آپ کے پاس آئینہ ہے"۔

"آپ پہلے بھی یہ جملہ کہہ چکے ہیں.... اب تعارف کرانے کے دوران پھر کہہ دیا.... کیا یہ آپ کا تکیہ کلام ہے"۔

"تکیہ کلام.... وہ کیا ہوتا ہے"۔

"اب اس بات کے سمجھانے میں بھی کچھ وقت ضائع ہو جائے گا.... لہٰذا اس کو بھی چھوڑیں اور اصل بات کریں"۔ اشفاق نے منہ بنایا۔

"تو پھر آپ کے پاس آئینہ تو ہوگا"۔

"جی ہاں ضرور ہے.... آئینہ تو ہر گھر کی ضرورت ہے.... بلا
کئی کئی آئینے ایک ایک گھر کی ضرورت ہے"۔

"تو ذرا ایک آئینہ اٹھا لائیں"۔

"کیا خاص ضرورت پڑ گئی ہے آئینے میں چہرہ دیکھنے کی
ویسے آپ کے چہرے پر پاؤڈر لگا ہوا ہے"۔ شوکی بولا۔

سیٹھ عابد نے اسے گھور کر دیکھا۔

"میں ابھی آئینہ لاتا ہوں"۔ آفتاب نے گھبرا کر کہا اور ا
کی طرف لپکا.... جونہی اس نے دروازہ کھولا' اپنی امی جان
ٹکرایا.... دوسرے ہی لمحے اس نے ان کی سرگوشی سنی۔

"موٹی مرغی ہے.... کوئی رعایت نہ کرنا"۔

"کس بات میں امی جان.... آئینہ دکھانے میں"۔ آفتا
نے حیران ہو کر کہا۔

"اوہو.... نہیں.... معاوضہ طلب کرنے میں"۔

"لیکن کس بات کا معاوضہ.... ابھی تو کوئی ایسی بات سا
آئی ہی نہیں"۔

"اوہو.... بات کو سمجھنے کی کوشش کرو.... صاف ظاہر
اپنا کوئی مسئلہ لے کر آیا ہوگا' اور تم لوگوں کو ساتھ لے جانا

ہے"۔ وہ بولیں۔

"تو آپ نے سب باتیں سن لی ہیں"۔

"جب کوئی موٹی مرغی تمہارے پاس آتی ہے نا تو اندر میری
چھٹی حس مجھے خبردار کر دیتی ہے اور میں دروازے سے آ لگتی
ہوں.... یاد رکھو.... اگر تم نے اس سے بھاری بھر کم معاوضہ طلب
نہ کیا تو دودھ نہیں بخشوں گی"۔

"یہ.... یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں"۔ آفتاب گھبرا گیا۔

"میں نے کہہ دیا اور تم نے سن لیا.... اب جاؤ.... آئینہ اٹھا
لاؤ"۔ انہوں نے کہا۔

"پتا نہیں ان صاحب کو آئینے کی کیا ضرورت پڑ گئی"۔

"پہلے اپنا میک اپ درست کرے گا.... پھر بات کرے گا"۔

"ہوں.... ضرور یہی بات ہے"۔ آفتاب نے کہا اور اندر جا
کر آئینہ اٹھا لایا۔

"میری دعا ہے.... آج تم لمبا ہاتھ مارو"۔ امی جان بولیں۔

"اوہو امی جان! آپ بھی ہر وقت کیسی باتیں سوچتی ہیں....
آپ کو معلوم ہونا چاہیے.... لالچ دنیا کی سب سے خطرناک چیز
ہے"۔

"خبردار' احمق.... تم مجھے لالچی کہہ رہے ہو"۔ انہوں نے گویا

دھمکی دی۔

"میں نے صرف لالچ کی تعریف کی ہے"۔

"حالانکہ لالچ کی صرف بدتعریفی کی جاسکتی ہے"۔

"حد ہو گئی.... آئینہ لانے میں اتنی دیر لگا دی.... باقی کام تم شاید مہینے میں کرتے ہو گے"۔ دوسری طرف سے سیٹھ عابد کی سخت آواز سنائی دی۔

"یہ بات نہیں سیٹھ صاحب.... اس بے چارے کو درمیان میں اٹکنا پڑ گیا۔

"صرف آئینہ لانے کے لیے اگر درمیان میں اٹکنا پڑ گیا تو آگے کو تم کیا کرو گے"۔

اور آفتاب دفتر میں داخل ہو گیا۔

"یہ لیجیے آئینہ.... چبا لیجیے اس کو"۔ اس نے بھنا کر کہا۔

"چبانے کے لیے نہیں منگایا.... آپ کو غلط فہمی بلکہ خوش فہمی ہوئی ہے"۔ اس نے بے خود ہو کر کہا.... پھر آئینے میں اپنا چہرہ دیکھتے ہوئے زور سے اچھلا اور بولا۔

"خدا کا شکر ہے"۔

"کیا آپ نے اس بات پر خدا کا شکر ادا کیا ہے کہ آپ کا سر آپ کی گردن پر موجود ہے"۔ آفتاب نے حیران ہو کر کہا۔

"نہیں.... بلکہ اس بات پر کہ میں خود کو آئینے میں دیکھ رہا ہوں"۔

"یہ کیا بات ہوئی؟"

"اب ذرا ہم پہلے معاملے کی بات کر لیں.... آپ لوگوں کو میرے ساتھ میرے گھر چلنا ہو گا.... وہاں میں آپ کو بتاؤں گا.... معاملہ کیا ہے.... آپ اپنی فیس بتا دیں"۔

"جب تک ہمیں یہ معلوم نہیں ہو جاتا کہ مسئلہ ہے کیا.... معاوضے کی بات نہیں کر سکتے.... لہٰذا پہلے ہم آپ کے گھر چلیں گے.... پھر معاملے کی بات کریں گے"۔

"بہت خوب! تو پھر چلیں"۔

انہوں نے رفعت کو دفتر سونپا اور لگے باہر نکلنے، ایسے میں رفعت نے شوکی کا بازو پکڑ لیا.... اور دفتر کے کونے میں لے گئی.... سیٹھ عابد اس وقت تک دفتر سے نکل کر کار کی طرف جا چکا تھا۔

"ہاں.... کیا مسئلہ ہے"۔ شوکی بولا۔

"آئینہ ساتھ لے جائیں"۔

"کیا مطلب؟" شوکی نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔

"وہ دراصل میں خواب میں اپنے چاروں طرف آئینے دیکھتی رہی ہوں.... جس کی تعبیر شاید یہ بنتی ہے کہ اب ہمیں آئینوں کی

بہت ضرورت پیش آنے والی ہے"۔

"دماغ تو نہیں چل گیا؟"

"کس کا میرا یا آپ کا"۔ رفعت بولی۔

"شش شاید میرا۔۔۔ اچھا۔۔۔ یہ آئینہ ساتھ لے جا رہا ہوں۔۔۔ چھوٹا سا تو ہے"۔ یہ کہ کر شوکی نے آئینہ جیب میں رکھ لیا۔

باہر باقی لوگ کار میں بیٹھ گئے تھے۔ اور شوکی کا انتظار کر رہے تھے۔

"کہاں اٹک گئے تھے بھئی"۔ سیٹھ عابد نے جھلا کر کہا۔

"بس بس۔۔۔ ہمارے ساتھ یہی تو چلتا ہے"۔ یہ کہ کر وہ کار میں بیٹھ گیا۔

ڈرائیور نے گاڑی آگے بڑھا دی۔

"تو ہمارے پاس آنے کا مشورہ آپ کو آپ کے ڈرائیور صاحب نے دیا تھا۔

"کیا کہا۔۔۔ ڈرائیور صاحب۔۔۔ آپ صاحب کا لفظ واپس لیں"۔ سیٹھ عابد نے جل کر کہا۔

"اچھی بات ہے۔۔۔ تو ہمارے پاس آنے کا مشورہ آپ کو آپ کے محترم ڈرائیور نے دیا تھا"۔

"اب آپ نے محترم کا دم چھلا لگا دیا"۔ سیٹھ عابد نے منہ بنا کر کہا۔

"اچھا یہ بھی نہیں لگاتا۔۔۔ آپ سوال کا جواب دیں"۔

"ہاں! یہ مشورہ اس نامعقول نے دیا تھا"۔

"ارے! آپ نامعقولوں کے مشورے پر عمل کرتے ہیں"۔

"پہلی بار یہ غلطی کی ہے۔۔۔ آئندہ نہیں کروں گا"۔ اس نے جل کر کہا۔

"معاملہ کیا ہے"۔ آفتاب بول پڑا۔

"آئینہ"۔ سیٹھ کے منہ سے نکلا۔

"کیا مطلب۔۔۔ آئینہ"۔ شوکی چونکا۔۔۔ اسے رفعت کی بات یاد آگئی۔۔۔ ادھر آفتاب کو اپنی والدہ کی بات یاد آگئی۔

"بھائی جان۔۔۔ وہ امی جان آپ سے کچھ کہنے کے لیے بری طرح بے چین تھیں"۔

"مجھے معلوم ہے"۔ شوکی مسکرایا۔۔۔ پھر فوراً سیٹھ کی طرف مڑا۔

"آپ نے کیا کہا تھا۔۔۔ آئینہ"۔

"گھر چل کر بات بتاؤں گا۔۔۔ ایسے آپ کی سمجھ میں نہیں آئے گی بات"۔

"اچھی بات ہے"۔ شوکی نے کندھے اچکائے۔

کار میں ایک ناخوشگوار خاموشی چھا گئی۔

"یہ خاموشی تو ہمیں کاٹ کھائے گی"۔ آفتاب نے کہا۔

"حد ہو گئی.... بھلا خاموشی بھی کاٹ کھا سکتی ہے"۔ سیٹھ عابد نے جھلا کر کہا۔

"کاٹ کھانے کی بھی ایک ہی کہی.... کوئی بھی چیز کاٹ کھا سکتی ہے.... بلکہ کاٹ کھانے کو دوڑ سکتی ہے"۔ آفتاب نے جلدی جلدی کہا۔

"تم لوگ ادھر ادھر کی باتیں بہت کرنے کے عادی معلوم ہوتے ہو"۔

"اس کے بغیر چارہ نہیں.... آپ اصل بات گھر جا کر بتائیں گے.... ان حالات میں سفر کیسے کٹے"۔

"سفر کٹ گیا.... ہم پہنچ گئے"۔ سیٹھ عابد نے کہا۔

انہوں نے سامنے دیکھا.... وہ ایک عظیم الشان کوٹھی میں داخل ہو رہے تھے.... کئی ملازم کار کی طرف لپکتے نظر آئے.... جونہی کار رکی.... انہوں نے دروازہ کھول دیا اور باادب کھڑے ہو گئے.... سیٹھ عابد نے باہر نکلتے ہوئے کہا۔

"کوئی نئی بات تو پیش نہیں آئی"۔

"نہیں سر"۔

"آیئے بھئی.... آیئے"۔

وہ آگے آگے چلنے لگا.... شوکی برادرز اس کے پیچھے چلتے رہے.... یہاں تک کہ دلہن کی طرح سجے ایک کمرے میں داخل ہوئے۔

"کک.... کیا آپ کی نئی نئی شادی ہوئی ہے"۔

"ہاں! لیکن دوسری.... میری پہلی بیوی فوت ہو گئی ہے.... ابھی ایک دن پہلے دوسری شادی کی ہے.... بیگم جہیز میں جو سامان لائی ہیں.... ان میں یہ قدم آدم آئینہ بھی ہے.... لیکن...." اس نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

عین اسی لمحے ایک چیخ فضا میں گونجی.... سیٹھ صاحب زور سے اچھلے۔

○☆○

ننھی سی چیز

آفتاب نے اس سات منزلہ عمارت پر ایک نظر ڈالی۔

"یار آصف! یہ تو کوئی بہت بڑا دفتر نظر آتا ہے"۔

"تو انکل نے کہا تھا کہ وہ ایک چھوٹا سا ادارہ ہو گا"۔

"سوال یہ ہے کہ ہمیں یہاں کیا کرنا ہے"۔

"بس! اس دفتر کا جائزہ لینا ہے.... یہ ایکسپورٹ امپورٹ کا دفتر ہے.... ملکی سامان یہ فرم دوسرے ملکوں کو بھیجتی ہے اور غیر ملکی سامان منگوا کر ملک میں فروخت کرتی ہے.... انکل کو نہ جانے اس فرم پر کیا شک ہے اور کیوں ہے"۔

"ہمیں اس سے کیا.... ہمیں تو بس جائزہ لینا ہے.... آؤ اندر چلتے ہیں"۔

دونوں اندر داخل ہو گئے.... سامنے ہی استقبالیہ کمرہ تھا۔

"جی فرمائیے"۔ سامنے بیٹھے لمبے چوڑے آدمی نے آنکھیں گھمائیں۔

آفتاب کو ایک عجیب سا احساس ہوا۔

"ہمیں غیر ملکی مصنوعات سے دلچسپی ہے"۔

"اس کے لیے آپ کو ہمارے شو روم میں جانا ہو گا.... شو روم نمبر ۴ سب سے اوپر والی منزل پر ہے"۔ اس نے منہ بنایا۔

"شکریہ! راستا کس طرف سے ہے"۔

"آپ کو لفٹ کے ذریعے جانا ہو گا.... دائیں طرف چلے جائیں.... سامنے ہی لفٹ نظر آ جائے گی"۔

"شکریہ جناب"۔

"اوہ کوئی بات نہیں"۔ آفتاب نے مسکرا کر کہا۔

دونوں وہاں سے لفٹ کی طرف آئے۔

"کیا محسوس کیا؟" آفتاب بولا۔

"ایک عجیب سا احساس ہو رہا ہے"۔

"وہ تو مجھے بھی ہو رہا ہے.... لیکن صرف عجیب سے احساس سے کام نہیں چلے گا.... ابا جان ہم سے صرف یہ الفاظ سن کر تو خوش نہیں ہو جائیں گے"۔

"ابھی اوپر جا کر دیکھتے ہیں"۔ آصف مسکرایا۔

آخر وہ لفٹ کے ذریعے اوپر پہنچے.... پوری عمارت کی لمبائی اور چوڑائی کے برابر یہاں شو روم بنایا گیا تھا.... ان گنت لوگ

غیر ملکی چیزیں دیکھتے پھر رہے تھے.... چیزیں پسند کر رہے تھے.... جو چیزیں انہیں پسند آ جاتیں.... وہ انہیں الگ کرتے جاتے اور ٹرالیوں میں رکھتے جاتے.... اس طرح سب لوگ گھوم پھر کر چیزیں دیکھ رہے تھے.... انہوں نے بھی یہ کام شروع کر دیا.... چیزیں الگ کرنے لگے۔

"یہاں کیا خیال ہے؟" آفتاب بولا۔

"یہاں بھی وہ احساس موجود ہے"۔

"بالکل ٹھیک کہہ رہے ہو.... میں بھی یہی محسوس کر رہا ہوں"۔

"بہت خوب! اب ہوئی نا بات.... میں ایک تجربہ کرنا چاہتا ہوں.... کیا خیال ہے"۔ آفتاب مسکرایا۔

"لیکن انکل نے ہمیں صرف جائزہ لینے کا حکم دیا ہے.... نہ کہ تجربہ کرنے کا"۔ آصف نے گھبرا کر کہا۔

"اوہو.... بھئی.... جائزہ لینے کے سلسلے میں ہی تو یہ تجربہ کرنا ہوگا"۔

"دیکھ لو یار.... کہیں ڈانٹ نہ کھانی پڑے"۔

"تو کھا لینا یار.... تمہارا بگڑتا کیا ہے"۔ آفتاب نے مسکرا کر کہا۔

"تو پھر تم بھی میرے ساتھ کھاؤ گے"۔

"اچھی بات ہے"۔

دونوں نے ادھر ادھر دیکھا اور پھر آفتاب نے چاروں طرف پوری طرح دیکھتے ہوئے ایک ننھی سی چیز پار کر دی.... اب وہ چیز اس کی جیب میں تھی۔

"اب ہمیں دکھاوے کے طور پر کچھ چیزیں پسند کر کے خریدنا بھی چاہئیں"۔ آصف بولا۔

"ہاں! ٹھیک ہے"۔

انہوں نے چند چیزیں پسند کیں اور کاؤنٹر پر آئے۔

"ان کا بل بنا دیں"۔

"او کے سر"۔ اس نے کہا اور ایک بٹن دبا دیا۔

عین اسی وقت ایک سرخ بلب جلنے اور بجھنے لگا.... کاؤنٹر کلرک زور سے چونکا.... فوراً ہی ایک ملازم آفتاب کی طرف بڑھا.... اس نے آفتاب کو بازو سے پکڑ لیا۔

"آپ نے جو چیز چرائی ہے.... وہ باہر نکال دیں"۔ اس کا لہجہ سرد تھا۔

آفتاب نہ جانے کیوں کانپ گیا.... اس نے جیب سے وہ ننھا سا پرزہ نکال کر اس کے ہاتھ پر رکھ دیا۔

"چور کہیں کے.... اب آپ کو پولیس کے حوالے بھی کرنا پڑے گا"۔

"چیز تو آپ کو واپس مل چکی ہے.... اب پولیس کی کیا ضرورت رہ گئی ہے"۔

"تاکہ پھر آپ ایسی کوئی حرکت نہ کریں"۔ یہ کہ کر اس نے کاؤنٹر پر لگا ایک بٹن دبا دیا۔

فوراً دو پولیس مین اس کے دائیں بائیں آ کھڑے ہوئے۔

"اس نے چوری کی ہے.... حوالات میں لے جائیے.... چالان کاٹ دیں اور پھر جیل بھیج دیں"۔

"او کے.... ایسا ہی ہو گا"۔ ایک نے کہا۔

اب وہ اسے لے کر چل دیے.... آصف ان کے پیچھے پیچھے چلا.... اسے کسی نے کچھ نہیں کہا تھا.... اس نے جو چیزیں خریدیں تھیں.... ان کی ادائیگی بھی کر دی تھی.... عمارت سے باہر آ کر آفتاب کو ایک گاڑی میں بٹھایا گیا.... جونہی گاڑی روانہ ہوئی.... آصف اپنی کار کی طرف لپکا.... لیکن جب تک وہ اپنی کار سٹارٹ کرتا.... وہ گاڑی بہت دور جا چکی تھی.... اس نے بھی گاڑی پوری رفتار پر چھوڑ دی.... لیکن جلد ہی اس نے محسوس کر لیا کہ درمیانی فاصلہ کوشش کے باوجود بڑھتا ہی جا رہا ہے.... اس کی پیشانی پسینے

سے بھیگ گئی.... اس نے اس گاڑی کے نزدیک ہونے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا ڈالا' لیکن اس گاڑی کی رفتار اس قدر زیادہ تھی کہ وہ اس کی گرد کو بھی نہ پہنچ سکا.... آخر صرف تین منٹ بعد گاڑی اس کی نظروں سے اوجھل ہو گئی' اس کے بعد بھی وہ گاڑی دوڑاتا رہا.... لیکن ایک گھنٹے کی بھاگ دوڑ کے بعد بھی اس گاڑی کا کوئی سراغ نہ لگا سکا.... آخر اس نے گھر کا رخ کیا۔

گھر میں فرحت نے اس کی طرف حیرت بھری نظروں سے دیکھا۔

"جہاں تک مجھے یاد ہے.... تم آفتاب کے ساتھ گئے تھے اور انکل نے کسی خاص کام سے تم دونوں کو بھیجا تھا"۔

"ہاں!" اس نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

"تب پھر آفتاب کہاں ہے؟"

"پہلے تم بتاؤ.... انکل کہاں ہیں؟"

"اندر اپنے کمرے میں.... تم دونوں کا بے چینی سے انتظار کر رہے ہیں.... تمہارے چہرے پر پریشانی کے آثار ہیں.... کیا کوئی گڑبڑ ہو گئی ہے"۔

"ہاں! یہی کہا جا سکتا ہے"۔

اور پھر وہ ان کے کمرے میں داخل ہوئے.... انہوں نے

نظریں اٹھائیں اور فوراً بولے۔

"تو کیا آفتاب پھنس گیا"۔

"یہی کہہ سکتے ہیں"۔

"لیکن کیوں! میں نے تمہیں صرف جائزہ لینے کے لیے کہا
تھا.... کیا تم کوئی گڑبڑ کر بیٹھے؟" وہ بولے۔

"جی ہاں! میں نے آفتاب کو روکا بھی.... لیکن وہ باز نہ
آیا"۔

"اس نے کیا کیا تھا؟"

"شو روم سے ایک قیمتی پرزہ چرا کر جیب میں رکھ لیا تھا....
لیکن جب ہم کاؤنٹر پر بل ادا کرنے کے لیے گئے تو ایک بلب
آفتاب کے سر پر جلنے بجھنے لگا.... فوراً ہی دو ملازم اس کے ارد گرد
پہنچ گئے.... ایک نے کہا.... تم نے چوری کی ہے.... نکالو وہ چیز....
آفتاب نے چیز نکال کر دے دی.... اب انہوں نے دو پولیس مین بلا
لیے اور آفتاب کو ان کی حوالے کرنے کے بعد کہا کہ اسے حوالات
میں لے جائیں.... چالان بنا کر جیل میں بھیج دیں"۔

"تو پھر اس میں پریشانی کی کیا بات ہے؟"

"پریشانی یہ ہے کہ میں اس گاڑی کا تعاقب نہیں کر سکا....
انہوں نے اس قدر تیز گاڑی چلائی کہ کیا بتاؤں"۔

"کوئی بات نہیں"۔

یہ کہہ کر انہوں نے اس تجارتی ادارے کے علاقے کے
پولیس اسٹیشن کو فون کیا۔

"انسپکٹر کامران مرزا بات کر رہا ہوں"۔

"یس سر"۔ دوسری طرف سے گھبرا کر کہا گیا۔

"فاٹی برادرز نے آفتاب کو آپ لوگوں کے حوالے کیا
ہے.... چوری کے الزام میں"۔

"نہیں تو سر"۔

"کیا! فاٹی برادرز فرم آپ کے علاقے میں نہیں؟"

"بالکل ہمارے علاقے میں ہے سر"۔

"عجیب بات ہے.... وہ آفتاب کو لے کر آئیں تو مجھے فون کر
دیجیے گا"۔

"بہت بہتر سر"۔ دوسری طرف سے کہا گیا۔

اب انہوں نے سب انسپکٹر شاہد کو فون کیا.... ساری صورت
حال بتا کر وہ بولے۔

"تمام پولیس اسٹیشنوں سے جلدی جلدی رپورٹ لے لو....
اور مجھے اطلاع دو کہ آفتاب کو کس پولیس اسٹیشن کے حوالے کیا
گیا ہے"۔

"میں ابھی فون کرتا ہوں"۔ اس نے فوراً کہا۔

اور پھر پندرہ منٹ کے بعد شاہد نے انہیں بتایا۔

"آفتاب کو کسی پولیس اسٹیشن کے حوالے نہیں کیا
ہے"۔

"اوہ! آؤ بھئی چلیں"۔ انہوں نے اٹھتے ہوئے کہا.... سا
ہی انہوں نے گھڑی پر نظر ڈالی.... فاٹی برادرز کی فرم رات آٹھ
بند کر دی جاتی تھی اور ابھی سات بجے تھے.... لہٰذا وہ تیز رفتا
سے ڈرائیو کرتے ہوئے وہاں پہنچ گئے.... کاؤنٹر کلرک کے پا
رک کر وہ بولے۔

"یہاں ابھی تھوڑی دیر پہلے ایک لڑکے کو چوری کے الز
میں پکڑ کر حوالات بھیجا گیا تھا"۔

"جی ہاں.... بالکل"۔

"اسے کون سے پولیس اسٹیشن کے حوالے کیا گیا ہے؟"

"میں ابھی پوچھ کر بتاتا ہوں"۔ یہ کہہ کر اس نے ایک
دبایا.... فوراً دو پولیس مین آ گئے.... کلرک نے ان سے کہا۔

"اس لڑکے کو کون سے پولیس اسٹیشن کے حوالے کیا
تھا؟"

"اوہ.... وہ وہ بہت تیز طرار نکلا.... جونہی ہم نے گاڑ

دروازہ کھولا وہ بھاگ نکلا"۔

"بہت خوب! آپ نے یہ اطلاع اس پولیس اسٹیشن کو
دی.... جس کے حوالے اسے کرنا تھا"۔

"جی نہیں.... ہم نے یہ کام نہیں کیا.... اس طرح ہمیں
سخت سست کہا جاتا"۔ ایک پولیس والے نے بتایا۔

"اچھی بات ہے.... آپ نے ٹھیک کیا.... آؤ بھئی چلیں"۔
انہوں نے کہا اور فرم سے باہر نکل آئے۔

"آصف! تم نے کیا محسوس کیا ہے؟"

"یوں محسوس کیا کہ جیسے یہاں سب کچھ غیر انسانی ہے"۔

"ہاں! میں بھی یہی محسوس کرتی رہی ہوں"۔ فرحت نے
پریشان کن آواز میں کہا۔

"خیر.... دیکھتے ہیں"۔

"آپ کو اس کا جائزہ لینے کا خیال کیسے آیا تھا انکل؟"
فرحت نے حیران ہو کر کہا۔

"میرے پاس دفتر میں ایک بوڑھا آیا تھا.... اس کا پوتا گم
ہے.... گم ہونے سے پہلے وہ اس فرم میں آیا تھا.... بس اس روز
کے بعد اس کا کوئی پتا نہیں چل سکا.... بس میں نے تم دونوں کو
جائزہ لینے کے لیے بھیج دیا.... یہ اندازہ نہیں تھا کہ خود ہم اپنے

ایک ساتھی سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے"۔ انہوں نے فکرمندانہ انداز
میں کہا۔
"آپ یہ الفاظ تو نہ کہیں"۔ فرحت نے بوکھلا کر کہا۔
"بھئی! میرا مطلب ہے.... وقتی طور پر.... یوں تو ہم ان شاء
اللہ آفتاب کو ڈھونڈ لیں گے"۔
وہ تمام رات انہوں نے ادھر ادھر گھوم پھر کر اور چھاپے
مار کر گزاری.... لیکن آفتاب کا کہیں سراغ نہ مل سکا.... دوسرے
دن وہ گھر لوٹے تو مارے فکر کے بیگم کامران مرزا کا برا حال تھا۔
"اوہ! آپ کہاں رہے گئے تھے؟"
"کیوں.... کیا ہوا؟"
"تین بار فون آ چکا ہے.... اگر اپنا بچہ لینا ہو تو ایک کروڑ
روپے لے کر جنوبی پہاڑیوں میں آ جاؤ"۔
"کیا کہا.... ایک کروڑ روپے"۔
"جی ہاں"۔ انہوں نے فوراً کہا۔
"تو آپ نے مجھے فون کیوں نہیں کیا؟"
"میں فون کرنے کی کوشش کرتی رہی ہوں.... لیکن آپ کے
فون میں کوئی خرابی ہے"۔
"اوہو اچھا.... ہمیں اس کا پتا ہی نہیں چل سکا.... ویسے

ہم نے رات کہیں فون کیا بھی نہیں.... بس اپنے طور پر ہی کرتے رہے
ہیں جو کچھ ہم سے ہوا"۔
اب انہوں نے فون چیک کیا.... سیٹ بالکل بند تھا.... انہوں
نے جلدی سے اسے درست کیا.... اب وہ اپنے میک اپ روم میں
آئے.... انہوں نے چہروں پر زبردست قسم کا میک اپ کیا۔
"بیگم.... اب فون آئے تو ان سے وقت پوچھ لینا.... کہ رقم
لے کر ہم کب آئیں اور بس"۔
"تو پھر کیا آپ کو فون کروں"۔
"نہیں! ہم خود فون کر کے تم سے پوچھ لیں گے"۔
"اچھی بات ہے.... لیکن اس میک اپ میں آپ جا کہاں
رہے ہیں"۔
"آفتاب کی تلاش میں"۔
"اوہ اچھا.... کیا اس کے لیے ہی میک اپ کیا ہے"۔
"ہاں! ہم ان کے گرد جال بچھا رہے ہیں"۔
اور پھر وہ اس فرم میں پہنچ گئے.... شو روم سے آج آصف
نے کوئی چیز چرا کر جیب میں رکھ لی.... نیچے انسپکٹر کامران مرزا اور
فرحت ایک کار میں پہلے سے موجود تھے.... شاہد اور اس کے کچھ
دوست سارے اس سڑک پر کافی آگے تک اپنی اپنی گاڑی میں بیٹھے

تھے.... ان کا رابطہ وائرلیس کے ذریعے تھا۔

اور پھر انہوں نے دیکھا.... دو پولیس والے آصف کو پکڑے نیچے لا رہے تھے۔

○☆○

راجہ باغ

"آیئے"۔ محمود نے لمبے آدمی سے کہا اور اسے ڈرائنگ روم میں لے آیا.... پھر جا کر اپنے والد سے کہا۔

"ایک صاحب آپ سے ملنا چاہتے ہیں"۔

"میں نے کہا تھا نا.... یہ تمہارے انکل خان رحمان نہیں ہو سکتے"۔ وہ مسکرائے۔

"لیکن آپ نے کس طرح یہ بات کہہ دی تھی.... جب کہ انداز ان کا ہی تھا"۔ فرزانہ نے حیران ہو کر کہا۔

"انداز ان کا ضرور تھا.... لیکن نقلی تھا.... میں اصلی اور نقلی میں تمیز کر سکتا ہوں"۔ انہوں نے کہا اور اٹھنے لگے۔

"سوال یہ ہے کہ ان صاحب کو ہمارے انکل کے انداز کی نقل کرنے کی کیا ضرورت تھی.... دروازہ تو ان کے لیے ہم یوں بھی کھولتے ہی"۔

"یہ بات ہم ان سے پوچھیں گے.... آؤ"۔

چاروں ڈرائنگ روم میں داخل ہوئے.... وہ انہیں دیکھ کر کھڑا ہو گیا۔

"آپ تشریف رکھیں' کھڑے ہونے کی ضرورت نہیں"۔

"ضرورت کیوں نہیں صاحب.... دوسروں کے لیے تعظیماً اٹھنا چاہیے"۔

"ہمارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس بات کو پسند نہیں کرتے تھے کہ ان کی آمد پر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنھم اٹھ کر کھڑے ہوں.... لٰہذا میں بھی اس بات کو پسند نہیں کرتا"۔

"اوہ اچھا خیر.... آپ تشریف رکھیے نا"۔

وہ بیٹھ گئے۔

"آپ یہ جاننے کے لیے بے چین ہوں گے کہ میں نے دستک آپ کے دوست کے انداز میں کیوں دی"۔ وہ مسکرایا۔

"اوہ! تو آپ کو یہ بات معلوم ہے"۔

"جی ہاں! ایسا میں نے خان رحمان صاحب کے کہنے پر کیا ہے"۔

"کیا مطلب؟" وہ چونکے۔

"خان رحمان میرے دوست ہیں.... ان کے مشورے پر ہی

میں آپ کے پاس آیا ہوں.... امید ہے کہ آپ میرے مسئلہ حل کر دیں گے"۔

"آپ پہلے تو تعارف کروائیں نا.... اور پھر مسئلہ بتائیں.... بات ہے کیا' پھر میں کچھ بتا سکوں گا"۔

"جی ہاں! ٹھیک ہے.... میں عامر قبول ہوں"۔

"عامر قبول.... عجیب سا نام ہے"۔ فاروق بڑبڑایا۔

"آپ کو لگا ہو گا.... اس لیے کہ پہلی بار سنا ہے"۔ اس نے کہا۔

"اچھا خیر.... آپ بات بتائیں"۔

"آپ کو میرے ساتھ میرے گھر چلنا ہو گا.... میرے گھر میں کچھ گڑبڑ ہے.... اور میں اس گڑبڑ کی کوئی وضاحت یہاں نہیں کر سکتا"۔

"ایک منٹ"۔ یہ کہ کر انسپکٹر جمشید نے خان رحمان کے نمبر ڈائل کیے۔

"خان رحمان بات کر رہا ہوں"۔

"اور یہ میں ہوں جمشید"۔

"آہا جمشید.... یار تمہاری آواز سن کر بہت خوشی ہوئی"۔

"لیکن تم پہنچے کیوں نہیں.... ابھی تک وہیں کیوں ہو"۔

"کیا مطلب؟" خان رحمان بولے۔

"تھوڑی دیر پہلے تم نے فون کیا تھا.... کہ میں آ رہا ہوں.... لیکن.... اب تک آئے نہیں"۔

"یہ.... یہ تم کیا کہہ رہے ہو" وہ حیرت زدہ رہ گئے۔

"پہلے تو نہیں کہا تھا کہ میں آ رہا ہوں.... لیکن اب میں آ رہا ہوں.... تاکہ معلوم ہو.... کیا بات ہے"۔

"ہاں! ٹھیک ہے.... بس آ ہی جاؤ"۔ یہ کہہ کر انہوں نے ریسیور رکھ دیا اور عامر قبول کی طرف مڑے.... نظر بھر کر اسے دیکھا.... وہ لمبے قد کا دبلا پتلا سانولے رنگ کا آدمی تھا.... اس کے بال بھی بالکل سفید اور گھنگھریالے تھے۔

"تو وہ فون آپ نے کیا تھا.... یعنی خان رحمان کی آواز میں"۔

"ہاں یہی بات ہے"۔

"میں نے یہ بات اسی وقت محسوس کر لی تھی.... لیکن اس کا ذکر اپنے بچوں سے نہیں کیا تھا"۔

"کیا واقعی؟" اس کے لہجے سے بے یقینی ٹپک رہی تھی۔

"جب آپ نے آ کر دستک دی.... میں نے اسی وقت بچوں کو بتا دیا تھا کہ انداز ضرور خان رحمان کا ہے لیکن یہ خان رحمان

نہیں ہو سکتے"۔

"نہیں!" اس کے لہجے میں حد درجہ حیرت تھی۔

"آپ کی حیرت سمجھ میں نہیں آئی"۔

"تو کیا.... کیا میں آپ کی سمجھ میں آ گیا ہوں"۔

"آپ کو سمجھنے کی کوشش کر رہا ہوں.... جونہی سمجھ میں آ گئے، بتا دوں گا"۔

"اوہ اچھا! خیر.... اب میں آپ کو اپنا مسئلہ بتاتا ہوں.... میں راجہ باغ میں رہتا ہوں.... کوٹھی نمبر B-905 ہے.... کاروباری آدمی ہوں"۔

"اور آپ کا خان رحمان سے دور کا بھی کوئی تعلق نہیں ہے.... نہ انہوں نے آپ کو ہمارے پاس بھیجا ہے"۔

"ہاں! بات یہی ہے"۔

"شکریہ.... آپ کو جھوٹ بولنے کی آخر کیا ضرورت تھی.... خان رحمان کی آواز میں فون کرنے کی کیا ضرورت تھی.... خان رحمان کے انداز میں دستک دینے کی کیا ضرورت تھی"۔

"میں خود کو بہت بڑا نقال خیال کرتا ہوں.... میرا خیال ہے میں کسی بھی آدمی کی آواز کی نقل کر سکتا ہوں.... کئی لوگوں کے سامنے میں نے اپنا یہ تجربہ دہرایا ہے.... وہ بہت حیران ہوئے

اور کہا کہ واقعی میں نے سو فیصد نقل کر ڈالی ہے، لیکن میرا اطمینان نہ ہوا.... میں چاہتا تھا کہ کوئی ایسا آدمی میری تصدیق کرے.... جس کی بات بہت وزنی ہو اور ایسے آدمی مجھے اس شہر میں آپ نظر آئے.... میں نے آپ کے ذریعے اپنے فن کا اندازہ کرنے کی ٹھانی.... یہ ہے اصل بات"۔

"تب تو آپ فیل ہو گئے؟"

"ہاں! میں بھی یہی محسوس کر رہا ہوں"۔

"اور وہ گھر لے جانے والی بات"۔

"وہ بالکل ایک الگ مسئلہ ہے.... جو اس دوران اچانک پیش آیا ہے.... اپنے فن کی جانچ کرنے کے لیے تو میرا ابھی ارادہ نہیں تھا، لیکن میں نے سوچا.... جب آپ کے ہاں آنا ہی پڑ گیا ہے تو لگے ہاتھوں جانچ بھی ہو جائے"۔

"لیکن خان رحمان کی آواز کی نقل آپ نے کیسے اتاری"۔

"ان سے کئی ملاقاتیں کرنا پڑیں"۔

"ملاقات کے لیے بھی کوئی بہانا چاہیے"۔

"ان کے ہیرے دیکھنے کے لیے جاتا رہا ہوں.... میرے پاس بھی کچھ ہیرے ہیں.... وہ انہیں دکھا دیئے اور ان کے خود دیکھے تھے"۔

"بہت خوب! آپ کو یہ بات کس طرح معلوم ہو گئی کہ وہ ہیروں کا شوق رکھتے ہیں"۔

"یہ بات تو شہر میں بہت مشہور ہے.... کہ وہ ہیروں کی کانوں کے مالک ہیں"۔

"خیر.... اب آپ اپنے گھر کا مسئلہ بتائیں"۔

"میں بتا چکا ہوں.... اس کے لیے آپ کو میرے گھر چلنا چاہیے"۔

"خان رحمان آنے والے ہیں.... ہمیں ان کے لیے رکنا ہو گا"۔

"کوئی بات نہیں"۔ اس نے کہا۔

اور پھر خان رحمان نے گھنٹی بجائی۔

"یہ ہے اصل انداز"۔ انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"حیرت ہے.... آپ نے فرق محسوس کر لیا"۔

"ایک منٹ جناب.... محمود تم جا کر اپنے انکل کو لے آؤ"۔

یہ کہ کر وہ عامر قبول سے بولے۔

"خان رحمان سے ملنے تو آپ جاتے رہے ہیں.... پھر آپ نے ان کے دستک دینے کی آواز کی نقل کیسے کر لی"۔

"ان کی یہ [illegible] کر عامر قبول بھرپور انداز میں مسکرایا اور

بولا۔

"میں نے بھی تو کئی بار خان صاحب کی دعوت کی ہے.... انہیں اپنے ہیرے اپنی کوٹھی پر دکھائے ہیں"۔

"بہت خوب! مان گئے بھئی.... آپ نے بہت پاپڑ بیلے"۔ انسپکٹر جمشید نے تعریف کی۔

"السلام علیکم"۔ خان رحمان کی آواز گونجی۔

"وعلیکم السلام"۔

"ارے.... عامر قبول.... یہ آپ ہیں"۔

"ہاں! آیئے خان صاحب"۔ عامر قبول نے کہا۔

"انہیں ہم سے کچھ کام ہے.... پہلے انہوں نے تمہاری آواز میں فون کیا"۔

"اوہ تو وہ یہ تھے"۔ خان رحمان کے منہ سے نکلا۔

"ہاں! پھر انہوں نے یہاں پہنچ کر تمہارے انداز میں دستک دی"۔

"اوہ.... کیا مطلب"۔

"اور اب یہ تمہاری آواز میں باتیں بھی کر سکتے ہیں"۔

"ہاں! اس میں کیا شک ہے"۔ عامر قبول' خان رحمان کی آواز میں بولے۔

"ارے.... کمال ہے.... یہ تو بالکل میری آواز ہے"۔

"تو تمہیں کوئی فرق محسوس نہیں ہوا؟"

"نہیں.... تو"۔

"لیکن خان رحمان.... قریباً پانچ فیصد فرق ہے"۔

"اوہو اچھا.... کمال ہے.... تم نے یہ فرق محسوس کر لیا.... اور میں نہیں کر سکا"۔

"لیکن عامر صاحب.... آپ کا مسئلہ کیا ہے"۔

"مسئلہ یہ اپنے گھر جا کر بتا سکتے ہیں.... کیا خیال ہے خان رحمان چل رہے ہو ہمارے ساتھ"۔

"ضرور! کیوں نہیں"۔

وہ اسی وقت اٹھے اور عامر قبول کے گھر کی طرف روانہ ہو گئے.... راجہ باغ ان کا دیکھا بھالا علاقہ تھا.... وہ راستا بخوبی جانتے تھے.... لیکن ایک گھنٹے تک مسلسل چلتے رہنے کے بعد بھی راجہ باغ نہ پہنچ سکے۔

"یہ آج راجہ باغ کو کیا ہو گیا ہے.... کیا میں راستا بھول چکا ہوں"۔

"لیکن عامر قبول تو خود ہمارے ساتھ بیٹھے ہیں.... کیا یہ خود بھی اپنے گھر کا راستا بھول گئے ہیں"۔

"ہاں.... شاید.... میری سمجھ میں راستا ہرگز نہیں آ رہا.... یوں لگتا ہے.... جیسے ہم راجہ باغ کو بہت پیچھے چھوڑ آئے ہیں"۔ اس نے کہا۔

"ایک منٹ.... کسی سے پوچھ لیتے ہیں"۔

انہوں نے کار سڑک کے کنارے روک لی.... اور ایک راہ گیر سے پوچھا۔

"بھائی صاحب.... ذرا راجہ باغ کا راستا تو بتا دیں"۔

"راجہ باغ یہاں کہاں.... آپ تو بہت دور نکل آئے ہیں"۔

"کیا کہا.... ہم بہت دور آ گئے ہیں"۔

"آپ واپس جائیں.... اس سڑک پر چلتے رہیں.... تیسرا چوراہا آئے تو آپ بائیں طرف مڑ جائیے گا"۔ اس نے بتایا۔

"اچھی بات ہے.... بہت بہت شکریہ"۔

وہ واپس پلٹے۔

"حیرت ہے.... آپ لوگ راجہ باغ کا راستا بھول گئے"۔ محمود بولا۔

"ابھی تمہاری اور بہت اضافہ ہو گا.... فکر نہ کرو"۔ انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"جی کیا مطلب؟" وہ ایک ساتھ بولے۔

"مطلب بعد میں بتاؤں گا"۔

وہ چلتے رہے.... کافی دیر ہو گئی.... پہلا چوراہا نہ آیا.... دوسرا اور تیسرا تو پہلے کے بعد ہی آ سکتا تھا.... لیکن چوراہے کی بجائے وہ کسی محلے میں داخل ہو گئے۔

"یہ.... یہ کیا.... ہم تو محلوں میں آ گئے.... وہ تیسرا چوراہا کیوں اب تک نہیں آیا"۔

"ایک منٹ! اب پھر کسی راہ گیر سے پوچھتے ہیں"۔

انہوں نے گاڑی پھر روکی اور راستا پوچھا۔

"جی.... راجہ باغ یہاں کہاں' آپ سب تو بہت آگے نکل آئے ہیں"۔

"لیجیے.... ہم تو ابھی بھی بہت آگے ہیں.... چلتے رہے ابھی"۔

"لیکن ابا جان.... ایک اور کام کیوں نہ کریں"۔ فرزانہ نے کہا۔

"اور وہ کیا"۔

"ان کے گھر فون کرتے ہیں"۔

"ہاں! یہ ٹھیک رہے گا.... مسٹر عامر.... آپ فون کریں"۔

ان کے گھر فون کیا گیا۔

"ہیلو بیگم.... میں عامر ہوں"۔

"آپ.... آپ کہاں ہیں.... ہم یہاں بہت پریشان ہیں"۔

"آپ اس وقت کہاں ہیں"۔ انہوں نے اس سے پوچھا۔

"یہ گولی مار روڈ ہے"۔ انہوں نے دکانوں پر لگے بورڈ

ہوئے کہا۔

"کیا کہا.... گولی مار روڈ.... ارے باپ رے"۔ فاروق

گیا۔

"تم تو اس طرح ڈر رہے ہو.... جیسے کوئی تمہیں گولی

ہو"۔

"کیا پتا.... مار ہی دے کوئی"۔

"اچھا چپ رہو.... پہلے ہی راجہ باغ نہیں مل رہا ہے"

"میرے خاموش ہونے سے راجہ باغ مل سکتا ہے

خاموش ہو جاتا ہوں"۔

"بیگم ہم اس وقت گولی مار روڈ پر ہیں"۔

"اف مالک.... آپ کو کسی نے گولی مار دی ہے"۔

"لیجیے.... اور سنیے"۔ فاروق نے منہ بنایا۔

"بیگم.... ہم اس وقت گولی مار روڈ پر ہیں.... میں

رہے"۔ انہوں نے منہ بنایا۔

"بس بس.... بہت ہو چکی.... جلد گھر آ جائیں"۔

اور ریسیور رکھ دیا گیا۔

"اب کیا کریں؟"

"کوشش کرتے ہیں.... آخر راجہ باغ ہے تو شہر میں ہی"۔

خان رحمان نے کہا۔

"اوہو! ارے"۔

اچانک انسپکٹر جمشید کو کاشف رضا یاد آ گیا.... ان کی آنکھوں میں حیرت ہی حیرت دوڑنے لگی.... اچانک انہوں نے کار روک دی اور آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر عامر قبول کو دیکھنے لگے۔

انہیں یوں محسوس ہو رہا تھا.... جیسے وہ عامر قبول نہ ہو.... کاشف رضا ہو۔

○☆○

حد ہو گئی

سیٹھ عابد اندر کی طرف دوڑے۔ شوکی برادرز نے بھی ان کا ساتھ دیا.... جونہی وہ ایک کمرے میں داخل ہوئے، چونک اٹھے۔ ایک عورت فرش پر پڑی تھی.... اس کی آنکھیں بند تھیں.... البتہ سانس کی آمد و رفت تیز تھی۔

"بیگم.... کیا ہوا بیگم"۔ سیٹھ عابد نے چلا کر کہا۔

بیگم ٹس سے مس نہ ہوئی.... ہلایا جلایا گیا، پانی کے چھینٹے مارے گئے۔

"میرا خیال ہے.... آپ ڈاکٹر کو بلا لیں"۔ شوکی نے کہا۔

"اوہ ہاں"۔ اس نے کہا اور فون کے پاس جا کر نمبر گھمانے لگا۔

تھوڑی دیر بعد ڈاکٹر صاحب آ گئے.... اس وقت تک بیگم عابد کو اٹھا کر مسہری پر لٹا دیا گیا تھا.... ڈاکٹر نے آتے ہی ایک انجکشن لگایا.... اور انتظار کرنے لگا.... تین منٹ بعد بیگم عابد نے

آنکھیں کھول دیں۔

"مم.... میں کہاں ہوں"۔

"اپنے کمرے میں بیگم.... اور کہاں ہوتیں"۔ سیٹھ عابد نے کہا۔

"مم.... مجھے ہوا کیا تھا"۔

"پتا نہیں.... ہم نے تو بس آپ کی چیخ کی آواز سنی تھی.... یہاں آئے تو آپ بے ہوش تھیں"۔

"ہاں یاد آیا.... اف مالک.... وہ کس قدر خوفناک تھا"۔

"کون کس قدر خوفناک تھا"۔

"ایک چہرہ.... مجھے اس کھڑکی میں نظر آیا تھا"۔

"کھڑکی میں"۔ شوکی نے کہا اور کھڑکی کی طرف لپکا.... یہ کھڑکی پائیں باغ میں کھلتی تھی.... اس نے باغ میں جھانکا.... بغور دیکھا.... پھر دروازے کی طرف دوڑ پڑا۔

"خیر تو ہے.... کیا کوئی چیز نظر آئی ہے"۔ آفتاب نے فوراً کہا۔

"ہاں پڑی تو ہے.... آفتاب.... تم وہیں ٹھہرو.... کہیں کوئی شخص اس چیز کو غائب نہ کر دے"۔

"لیکن وہ چیز ہے کیا؟"

"تمباکو پینے کا پائپ.... غالباً" کھڑکی میں جو بھی تھا.... ان کی چیخ کی آواز سن کر گھبرا گیا اور بھاگ نکلا' ایسے میں اس کا پائپ گر گیا ہو گا"۔ شوکی نے جاتے جاتے کہا۔

"اوہ اچھا"۔ آفتاب نے کہا اور کھڑکی سے باہر دیکھنے لگا۔ ایسے میں اس نے ایک شخص کو تیزی سے کھڑکی کی طرف آتے دیکھا۔

"ارے باپ رے.... یہ تو شاید وہی ہے.... اپنا پائپ اٹھانے کے لیے آ رہا ہے"۔

"کیا.... نہیں"۔ اشفاق اور اخلاق چلائے۔

"بھائی جان جب تک اس جگہ پہنچیں گے.... یہ پائپ اٹھا کر چلتا بنے گا.... اب ہمیں پائپ سے زیادہ اس شخص کو پکڑنے کی طرف دھیان دینا چاہیے"۔

"اسے پکڑنے کے لیے تمہیں یہیں سے نیچے چھلانگ لگانا ہو گی"۔

"اسے پکڑنے کے لیے نہیں.... پائپ پر قبضہ جمانے کے لیے"۔

"ہاں! یہ ٹھیک ہے.... تو تم چھلانگ لگاؤ.... ہم دروازے کی طرف سے اس جگہ پہنچنے کی کوشش کرتے ہیں"۔

"ٹھیک ہے"۔

آفتاب نے آؤ دیکھا نہ تاؤ.... چھلانگ لگا دی' اگرچہ اونچائی زیادہ تھی.... اور اس قدر اونچائی سے چھلانگ لگانا اس کے لیے مشکل تھا.... لیکن پھر بھی اس نے ہمت کر ڈالی.... وہ دھم سے نیچے آیا.... زمین نرم تھی.... اور گیلی بھی تھی.... قدرے گھاس بھی اگی ہوئی تھی.... لہٰذا اسے کوئی خاص چوٹ نہ آئی۔

عین اسی وقت دوڑنے والا آدمی نزدیک آ گیا۔

"خبردار! یہ پائپ میرا ہے"۔

آفتاب اس سے کافی فاصلے پر جا کھڑا ہوا۔

"میں نے مانا یہ پائپ آپ کا ہے.... لیکن آپ کون ہیں.... یہ بھی تو بتائیں"۔

"پائپ میرے حوالے کر دو"۔ اس نے سرد آواز میں کہا۔

"ایسے تو نہیں دوں گا.... آپ پہلے اپنا تعارف کروائیں"۔

"دماغ تو نہیں چل گیا"۔

"ہاں! اس حالت میں دماغ چل بھی سکتا ہے.... یہ کوئی حیرت کی بات تو نہیں"۔

"تم یوں نہیں مانو گے"۔ ان الفاظ کے ساتھ ہی اس نے جیب سے پستول نکال لی۔

"ارے باپ رے.... یہ تو پستول نکالنے پر اتر آیا ہے"۔

"اثر نہیں آیا.... بلکہ نکال چکا ہے"۔ پیچھے سے شوکی کی آواز سنائی دی۔

پائپ والا شوکی کی طرف مڑا۔

"السلام علیکم بڑے بھائی.... آپ سے مل کر بہت خوشی ہوئی.... فرمائیں' میں کیا خدمت کر سکتا ہوں"۔

"خاموش!" یہ کہہ کر وہ پھر آفتاب کی طرف مڑا.... لیکن آفتاب اب کہیں بھی نظر نہ آیا۔

"ہائیں.... وہ کہاں چلا گیا؟" اس نے جھلا کر کہا۔

"چھپ گیا کسی درخت کے پیچھے.... یہ اس کی پرانی عادت ہے.... اب اسے تلاش کرنا کوئی آسان کام نہیں رہا"۔ شوکی مسکرایا۔

"لیکن میں اسے چٹکی بجاتے ہی تلاش کر سکتا ہوں"۔

شوکی نے چٹکی بجا دی' پھر بولا۔

"میں نے چٹکی بجا دی' لیکن تم تو ابھی تک اسے تلاش نہیں کر سکے"۔

"اگر وہ پائپ سمیت سامنے نہ آیا تو میں تمہیں شوٹ کر دوں گا"۔ وہ غرایا۔

"ارے باپ رے.... لکڑی کے بنے تمباکو پینے والے ایک

پائپ کے لیے آپ ایک انسانی جان لے لیں گے"۔ شوکی نے گھبرائے ہوئے انداز میں کہا۔

"تم ایک جان کی بات کرتے ہو.... میں اس پائپ کے لیے سو جانیں لے سکتا ہوں"۔

"اوہ تب تو یہ بہت ضروری ہو گیا ہمارے لیے.... وہ ادھر دیکھو"۔ شوکی نے ایسے ہی ایک طرف منہ اٹھا کر کہا۔

جونہی اس نے اس طرف دیکھا.... وہ بھی ایک درخت کے پیچھے چلا آیا.... اب جو پائپ والے نے مڑ کر دیکھا تو دوسرے کو بھی غائب پایا۔

"تم لاکھ چھپو.... میرے ہاتھوں سے بچ نہیں سکتے.... میں تم سے پائپ حاصل کر کے رہوں گا چاہے اس کے لیے مجھے تم دونوں کو ہلاک کرنا پڑے.... بہتر ہو گا.... تم پائپ میری طرف اچھال دو.... میں خاموشی سے پائپ لے کر چلا جاؤں گا"۔

"یہ لو.... یہ آیا پائپ"۔

آفتاب کے ان الفاظ کے ساتھ ہی کوئی چیز اس کے سر سے ٹکرائی.... اس کے منہ سے چیخ نکلی۔

"اف! یہ کیا چیز دے ماری"۔

"بس! ننھا سا ایک پتھر تھا.... آپ کہتے ہیں تو اس سے بڑا

بھی تیار ہے"۔

"خبردار! اگر اب تم نے پتھر پھینکا تو میں فائرنگ شروع کر دوں گا"۔

ان الفاظ کے ساتھ ہی اس کے سر پر ایک پتھر اور آ کر لگا.... اس بار پتھر بڑا تھا.... اس کے منہ سے ایک بھیانک چیخ نکل گئی.... وہ لمبا لیٹ گیا۔

"عجیب، احمق ہو.... اتنا بڑا پتھر مارنے کی کیا ضرورت تھی؟"

"ہیں اور کیا کرتا.... یہ حضرت تو مرنے مارنے پر تل گئے تھے"۔ آفتاب نے منہ بنایا۔

دونوں اس کے نزدیک آ گئے.... لیکن فوراً ہی ان کے سروں پر گویا قیامت ٹوٹ پڑی.... سر پر چوٹ لگی تھی.... یعنی وہ ایکٹنگ کر رہا تھا.... سر پر لوہے کا خول پہن رکھا تھا.... اب ان دونوں کی گردنیں اس کے دونوں بازوؤں میں تھیں۔

"کیوں کیسی رہی.... چلو نکالو میرا پائپ"۔

"ہم تو مذاق کر رہے تھے.... یہ لیجیے اپنا پائپ"۔

"تو وہ دونوں پتھر تم نے مذاق میں مارے تھے"۔ اس نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"جی ہاں بالکل.... اور کیا.... اگر مذاق میں نہ مارے ہوتے تو

آپ کا سر صحیح سلامت نہ ہوتا"۔

"میں نے بھی مذاق کیا تھا.... اس لیے کوئی خیال نہ کرنا.... ارے ہاں.... تم نے اب تک پائپ نکال ہی نہیں"۔

"یہ لیجیے"۔ آفتاب نے ہاتھ آگے کر دیا۔

"یہ کیا.... یہ تو سگریٹ لائٹر ہے"۔

"آپ یہ رکھ لیں.... پائپ کے بدلے میں"۔

"دماغ تو نہیں چل گیا"۔

"اگر چل بھی گیا ہے تو آپ کو اس سے کیا فرق پڑتا ہے.... چل جانے دیں دماغ.... یوں بھی ان دماغوں کا کام چلنا ہی تو ہے.... رکنا تو ہے نہیں"۔

"حد ہو گئی"۔ اس نے بھنا کر کہا۔

"ہاں ہو گئی ہو گی حد.... حد عام طور پر ہو جاتی ہے.... اس بے چاری کا بھی کیا قصور"۔

"اب میں تم دونوں کی گردنیں اس حد تک دباؤں گا کہ سانس رک جائے گا.... پھر نہ کہنا"۔ وہ غرایا۔

"پھر کچھ کہنے کے قابل کہاں رہ جائیں گے ہم"۔ شوکی بولا۔

اور اس نے واقعی دباؤ بڑھا دیا۔

"ٹھہرو.... ٹھہرو.... میں ابھی پائپ دیتا ہوں.... دراصل میں

یہ بھول گیا ہوں کہ وہ کون سی جیب میں رکھا تھا"۔

"تو جلدی سے یاد کر لو"۔

"عین اسی وقت لمبے آدمی کے سر پر کوئی چیز پورے زور سے ماری گئی.... انہوں نے بعد میں دیکھا کہ وہ ایک بھاری پتھر تھا جس کو ہاتھ سے پکڑ کر مارا گیا تھا' ان حالات میں سر پر چوٹ تو لگنی ہی تھی.... لہٰذا اس کے منہ سے اس بار اصلی والی چیخ نکلی تھی اور ان کی گردنیں چھوٹ گئیں۔

"ارے بھئی.... کہیں یہ حضرت اب بھی ایکٹنگ تو نہیں کر رہے"۔ مکھن نے گھبرا کر کہا۔

"تو ایک بار پتھر پھر مار دیتے ہیں"۔ اشفاق نے پتھر والا ہاتھ بلند کرتے ہوئے کہا۔

"نہیں.... کہیں یہ مر نہ جائے.... یہ زندہ ہمارے لیے زیادہ مفید ہے.... ارے بھئی سیٹھ عابد صاحب آپ کہاں ہیں.... آپ کی کوٹھی میں کوئی رسی وغیرہ تو شاید ہی ہو گی"۔

"سیٹھ عابد نہیں.... عابد"۔ دور سے آواز آئی۔

"ہم آپ کو سو بار عابد کہنے کے لیے بھی تیار ہیں.... لیکن اگر آپ فوراً رسی لے آئے تو پھر ہم شاید ایک بار بھی کہنے کے لیے قابل نہ رہ جائیں"۔

"لا رہا ہوں.... لا رہا ہوں"۔ اس نے گھبرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"لڑائی ہم نے کی ہے.... اسے زخمی ہم نے کیا ہے.... اور گھبرا آپ رہے ہیں"۔

"وہ اس لیے کہ.... میں نے اس قسم کے حالات آج تک نہیں دیکھے"۔ سیٹھ عابد کی آواز سنائی دی۔

"تو اب دیکھ لیں.... روکا ہے کسی نے"۔

آخر سیٹھ عابد جلد ہی رسی لے آیا.... چاروں نے مل کر اسے خوب کس کر باندھ دیا.... البتہ اس کام میں سیٹھ عابد نے ذرا بھی ان کی مدد نہیں کی۔

"کیا آپ اسے پہچانتے ہیں"۔

"نہیں تو"۔ اس نے فوراً کہا۔

"خیر یہ کام بھی ہم خود ہی کر لیں گے"۔ شوکی نے منہ بنایا۔

"کک.... کون سا کام؟" سیٹھ عابد ہکلایا۔

"یہی پہچاننے کا کام"۔

"حد ہو گئی"۔ سیٹھ عابد نے جل کر کہا۔

"وہ بعد میں ہوتی رہے گی.... پہلے ہمیں پولیس کو فون کرنا ہو گا"۔

"کک.... کیا کہا.... پولیس' ارے باپ رے.... کیا اس کو بلائے بغیر کام نہیں چل سکتا"۔

"کیوں.... کیا آپ پولیس سے گھبراتے ہیں"۔

"ہر شریف آدمی گھبراتا ہے"۔

"جی نہیں.... بلکہ ہر غیر شریف آدمی گھبراتا ہے.... شریف آدمی کو پولیس سے کیا ڈر؟" اشفاق بولا۔

"آپ بھی ٹھیک کہتے ہیں.... لیکن.... اس کے آنے پر کئی الجھنیں پیدا ہوں گی"۔

"آپ الجھنوں کو پیدا ہونے سے روک بھی تو نہیں سکتے"۔ آفتاب مسکرایا۔

"اچھا.... جو جی میں آئے.... کریں"۔

آخر انہوں نے انسپکٹر کاشان کو فون کیا۔

"ہاں شوکی.... کیا بات ہے"۔

"آپ ابھی اور اسی وقت سیٹھ عابد کے گھر آ سکتے ہیں"۔

"میں نہیں جانتا.... یہ کون صاحب ہیں اور کہاں رہتے ہیں"۔

"بس آپ جلال روڈ پر آ جائیں.... کوٹھی نمبر 420 ہے"۔

"ارے باپ رے.... کوٹھی نمبر 420"۔

"جی ہاں! مجبوری ہے.... آپ آ جائیں"۔

"لیکن یار.... یہ میرے علاقے میں شامل نہیں ہے"۔

"تو پھر جن کے علاقے میں ہے.... انہیں ساتھ لے آئیں"۔

"اچھی بات ہے"۔

وہ وہیں کھڑے انتظار کرتے رہے.... آخر انسپکٹر کاشان ایک دوسرے انسپکٹر کے ساتھ وہاں پہنچ گئے.... شوکی نے انہیں جلدی جلدی کہانی سنائی.... لیکن صرف اس شخص کی.... یہ نہ بتایا کہ وہ وہاں کیوں آئے تھے.... اب ان لوگوں نے زخمی آدمی کو دیکھا۔

"ارے! یہ تو بانکا ہے"۔ سب انسپکٹر نے چونک کر کہا۔

"اور اسی لیے.... ٹیڑھی میڑھی باتیں کر رہا تھا"۔ شوکی نے چونک کر کہا۔

"مذاق نہیں"۔ انسپکٹر کاشان بولے۔

"شاید اس کا ارادہ چوری کا تھا.... یہ کھڑکی کے راستے اندر آنا چاہتا تھا.... اندر آیا تو یہاں بیگم سیٹھ عابد نظر آئیں.... بس اس نے ان کے سر پر کوئی چیز مار دی.... خیر ہم چوری کے ارادے سے آنے، بیگم صاحبہ کو زخمی کرنے کی رپورٹ درج کر کے اسے بند کر دیتے ہیں"۔

"کیا یہ کوئی مشہور و معروف مجرم ہے"۔

"ہاں! کئی بار کا سزا یافتہ ہے.... ماہر چور.... ماہر لڑاکا بھی ہے.... مجھے حیرت ہے.... آپ لوگوں نے اسے گرا کیسے لیا"۔ سب انسپکٹر نے کہا۔

"جی بس.... اتفاقاً" ہی ایسا ہو گیا.... ہمارا ارادہ تو تھا نہیں"۔

"بہت خوب.... مان گئے بھئی"۔ انسپکٹر کاشان ہنس کر بولے۔

"پھر سب انسپکٹر نے ان کے بیانات لے کر' دستخط کروائے.... اور بانکے کو لے کر چلا گیا۔

"ہاں! شوکی.... اب تم بتاؤ.... تم یہاں آئے کیسے تھے"۔

"سیٹھ عابد ہم سے اپنا کوئی مسئلہ حل کرانے کے لیے ہمیں یہاں لائے تھے.... ابھی ہم آئے ہی تھے کہ بیگم صاحبہ کی چیخ سنائی دی"۔

"گویا ابھی تم نے وہ مسئلہ تو سنا ہی نہیں"۔

"نہیں.... آپ کے جانے پر سن لیں گے"۔ وہ مسکرایا۔

"اوہ ہاں.... واقعی"۔

اور وہ چلے گئے.... سیٹھ صاحب انہیں پھر اپنے کمرے میں

لے آئے اور بولے۔

"وہ.... وہ سامنے دیکھیں.... وہاں کیا ہے؟"

○☆○

ملاحظہ فرماؤ

"اب ہم ان کا تعاقب شروع کریں گے اور دیکھیں گے
کی کار کس طرح ہماری نظروں سے اوجھل ہوتی ہے"۔ ا
کامران مرزا پرجوش انداز میں بولے۔

"بالکل ٹھیک"۔ فرحت نے فوراً کہا۔

اور یہ تعاقب شروع ہوا.... انسپکٹر کامران مرزا نہا
مہارت سے کار ڈرائیو کرتے ہوئے اگلی کار کو نظروں میں رکھ
کوشش کر رہے تھے.... لیکن جلد ہی انہوں نے محسوس کر
اگلی کار کی رفتار ان کی کار سے بہت زیادہ ہے اور وہ اس
تعاقب میں ہرگز ہرگز کامیاب نہیں ہو سکتے۔

"فرحت! ہم یہ بازی بھی ہار رہے ہیں اور آصف
ہمارے ہاتھ سے نکلا جا رہا ہے"۔ انہوں نے پرسکون آواز م

"نن.... نہیں"۔ اس نے خوف زدہ انداز میں کہا۔

"نہیں یا ہاں کہنے سے کچھ نہیں ہو گا.... بہرحال

تمام گاڑیوں کو حرکت میں آنے کے لیے ہدایات دے رہا ہوں"۔
یہ کہہ کر انہوں نے وائرلیس پر ہدایات دینا شروع کیں....
اس سڑک پر اور اس سڑک سے نکلنے والی تمام سڑکوں پر جو کاریں
موجود تھیں، وہ تیار ہو گئیں.... اور اس طرح ان کاروں کے ذریعے
بھی تعاقب شروع ہو گیا.... جب کہ انسپکٹر کامران مرزا تو بہت پیچھے
رہ گئے تھے۔

آدھ گھنٹے بعد تمام کاروں کی طرف سے انہیں اطلاع ملی کہ
وہ آصف والی کار کو گم کر بیٹھے ہیں.... اور اس طرح یہ تعاقب ناکام
ہو گیا.... وہ تھک ہار کر گھر لوٹ آئے۔

"ہائیں! آصف کہاں ہے"۔ بیگم کامران مرزا بولیں۔

"آفتاب کے پاس"۔ انسپکٹر کامران مرزا مسکرائے۔

"اور آفتاب کہاں ہے؟"

"جہاں آصف ہے"۔

"مطلب یہ کہ اب وہ بھی دشمنوں کی قید میں ہے"۔

"یہی کہا جا سکتا ہے.... لیکن پریشان ہونے کی ضرورت
نہیں"۔ یہ کہہ کر انہوں نے شاہد کو فون کیا۔

"شاہد.... فاتی برادرز کو گھیرے میں لے لو"۔

"او کے سر"۔ دوسری طرف سے کہا گیا۔

"اب آپ ان سے یہ معلوم کرنے کی کوشش کریں گے کہ انہوں نے ان دونوں کو کہاں رکھا ہے"۔

"ہاں! اور میں کیا کر سکتا ہوں"۔

"آپ ایسا ضرور کریں.... لیکن آپ دوسری طرح ان تک پہنچنے کی کوشش کیوں نہیں کرتے"۔

"کیا اس دوران ان کا فون آیا تھا"۔

"ہاں! انہوں نے آج رات ۱۰ بجے جنوبی پہاڑیوں پر بلایا ہے.... ایک کروڑ کی رقم کے ساتھ.... لیکن اب شاید آپ کو دو کروڑ لے کر جانا ہوں گے.... کیونکہ اب آصف بھی ان کے قبضے میں ہے"۔

عین اسی وقت فون کی گھنٹی بجی.... انہوں نے چونک کر ریسیور اٹھایا۔

"انسپکٹر کامران مرزا بول رہا ہوں"۔

"شکریہ! اب آپ ایک کروڑ نہیں دو کروڑ لے کر آئیں.... آپ کے دو بچے اس وقت ہمارے پاس ہیں"۔

"اچھی بات ہے.... جنوبی پہاڑیاں رات '۱۰ بجے' یہی بتایا ہے نا"۔

"ہاں! جس قدر جی چاہے فورس ساتھ لے کر آئیں....

ہمیں کوئی فرق نہیں پڑے گا"۔ دوسری طرف سے کہا گیا۔

ان کا منہ بن گیا۔

"تو میرا خیال درست ثابت ہوا"۔ ان کے ریسیور رکھنے کے بعد بیگم کامران مرزا بولیں۔

"ہاں! لیکن میں دو کروڑ لے کر نہیں جاؤں گا.... خالی بریف کیس لے کر جاؤں گا"۔

"اس طرح گڑبڑ ہو سکتی ہے.... میرا خیال تو یہ ہے کہ پہلے آپ انہیں دو کروڑ دے کر آفتاب اور آصف کو چھڑا لیں.... پھر ان سے نبٹتے رہیں"۔

"نہیں بیگم.... یہ لوگ دو کرڑ وصول کر کے بھی ان دونوں کو نہیں چھوڑیں گے"۔

"کک.... کیا مطلب؟"

"ہم ایک شدید پریشانی میں مبتلا ہو گئے ہیں.... ابھی میں کچھ نہیں کہہ سکتا.... لیکن اگر میرا خیال درست نکلا تو یہ پریشانی سارے ملک کو اپنی لپیٹ میں لینے والی ہے"۔

"اللہ اپنا رحم فرمائے.... آپ کا اشارہ کس طرف ہے"۔

"ابھی ذرا صبر کرو"۔

اور پھر وہ انتظامات میں لگ گئے.... ایک بار پھر انہوں نے

سب انسپکٹر شاہد سے رابطہ کیا۔

"ہاں! شاہد... کیا رپورٹ ہے"۔

"یہ ادارہ ہمارے گھیرے میں ہے"۔

"ٹھیک ہے.... ابھی تم کوئی دخل اندازی نہیں کرنا.... میں
دس بجے کے بعد تمہارے پاس آنے کی کوشش کروں گا.... اگر نہ آ
سکا تو.... اس صورت میں تم ان سب لوگوں کو گرفتار کر لینا"۔

"لیکن سر.... رات کو دس بجے یہاں کون رہ جائے گا....
لوگ تو شام کو دفتر بند کر دیں گے"۔

"دفتر میں اگر کوئی نہیں ہو گا تو تم دفتر کی تلاشی لے لینا....
وارنٹ پہلے ہی حاصل کر لو"۔

"او کے سر"۔ شاہد نے فکر مند ہو کر کہا۔

"پریشان ہو گئے.... گھبراؤ نہیں.... امید ہے.... میں دس بجے
کے کچھ دیر بعد آ جاؤں گا"۔

"او کے سر"۔ اس نے کہا۔

ٹھیک ساڑھے نو بجے وہ فرحت کو ساتھ لے کر
پہاڑیوں کی طرف روانہ ہوئے.... اس طرح کہ ان کے ساتھ
اور نہ تھا.... پچھلی سیٹ پر ایک بریف کیس تھا اور اس میں
کے جعلی نوٹ تھے.... دونوں خاموش تھے۔

"انکل! آج میں آپ کو خاموش پا رہی ہوں"۔

"اور میں تمہیں"۔ وہ مسکرائے۔

"اوہ ہاں! شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ آصف اور آفتاب
ہمارے ساتھ نہیں ہیں"۔

"فکر نہ کرو.... وہ بہت جلد ہمارے ساتھ ہوں گے"۔

اور پھر ٹھیک دس بجے وہ پہاڑیوں میں پہنچ گئے.... کار ایک
طرف کھڑی کر کے انہوں نے بریف کیس ہاتھ میں لیا اور اوپر
چڑھتے گئے.... ایسے میں ان پر ٹارچ کی روشنی پڑی۔

"دو کروڑ لے آئے انسپکٹر کامران مرزا"۔

"یہ دیکھیں"۔ انہوں نے گول مول جواب دیا۔

"بریف کیس ہم دیکھ رہے ہیں.... کیا اس میں دو کروڑ کے
اصلی نوٹ ہیں"۔

انسپکٹر کامران مرزا کا دل زور سے دھڑکا.... اب وہ انہیں کیا
جواب دیں.... آخر کہا۔

"ابھی گنوا دیتا ہوں اور چیک بھی کرا دیتا ہوں"۔

"بہت خوب! آپ آگے آ سکتے ہیں.... کسی قسم کی کوئی
حرکت کریں گے تو نقصان کے ذمہ دار آپ خود ہوں گے"۔

"آفتاب اور آصف کہاں ہیں"۔

"یہ.... اس طرف کھڑے ہیں.... ہم نقد سودے کے عادی ہیں.... ٹارچ کی روشنی اس طرف ڈالو بھی"۔

روشنی کی لکیر مڑتی نظر آئی.... اور پھر انہوں نے آفتاب اور آصف کو ایک چٹان پر کھڑے دیکھا۔

"تم دونوں ٹھیک تو ہو"۔

"ہاں اباجان! ہم خیریت سے ہیں اور آپ کی خیریت نیک مطلوب چاہتے ہیں"۔

"توبہ ہے.... ہم ان کی فکر میں گھلے جا رہے تھے.... اور یہ حضرت ایسے میں بھی چہک سکتے ہیں.... اور چہکنے کے لیے جملہ بھی وہ بولا ہے جو عام طور پر ان پڑھ قسم کے لوگ خطوط میں لکھتے ہیں.... مطلوب بھی اور چاہتے ہیں بھی.... ہے کوئی تک"۔ فرحت نے جھلا کر بلند آواز میں کہا۔

"اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم ابھی زندہ ہیں"۔ آصف بولا۔

"بالکل ٹھیک"۔ انسپکٹر کامران مرزا نے کہا اور دونوں آگے بڑھنے لگے۔

ٹارچ کی روشنی اب انہیں راستا دکھا رہی تھی.... وہ اس کے ساتھ ساتھ آگے قدم بڑھا رہے تھے۔

"بس یہیں رک جائیں.... اپنا بریف کیس چٹان پر رکھ

دیں"۔

انہوں نے ایسا ہی کیا.... ابھی تک انہیں دشمن نظر نہیں آئے تھے.... مکمل طور پر تاریکی میں تھے.... بریف کیس رکھتے ہی انہوں نے نوٹوں کے اوپر رکھا پستول اٹھا لیا اور ٹارچ کے شیشے کا نشانہ لے کر فائر کر دیا۔

پہاڑیوں میں یک لخت فائر کی آواز گونجی اور ٹارچ بجھ گئی.... مکمل تاریکی ہو گئی.... پہاڑیاں دیر تک فائر کی آواز کو دہرا رہی تھیں۔

"یہ تم نے اچھا نہیں کیا انسپکٹر کامران مرزا"۔

انہوں نے منہ بنایا اور فوراً آواز کی طرف فائر کر دیا.... لیکن جواب میں چیخ کی آواز سنائی نہ دی۔

"اس کا انجام اب تم لوگوں کو بھگتنا ہو گا"۔

انہوں نے پھر ایک فائر کیا.... لیکن چیخ کی آواز اب بھی نہ گونجی۔

"جتنے جی چاہے فائر کر لو.... میرا کچھ نہیں بگڑے گا"۔

"اب مجھے یقین ہو گیا"۔ آخر انسپکٹر کامران مرزا کو بولنا پڑا۔

"کیا یقین ہو گیا؟"

"جس بات کا شبہ تھا.... اس پر اب یقین ہو گیا ہے"۔

"اور شبہ کس بات پر تھا"۔

"بتانے کی ضرورت محسوس نہیں کرتا"۔

"یہ کہ کر وہ نیچے جھک گئے اور کچھ ٹٹولنے لگے.... اچانک ان کا ہاتھ ایک بڑا پتھر لگ گیا.... انہوں نے پتھر ہاتھوں میں لے لیا۔

"کوئی بات نہیں.... تم ان دونوں کو"۔

"ان الفاظ کے ساتھ ہی انہوں نے پتھر آواز کی سمت دے مارا.... دھب سے گرنے کی آواز سنائی دی اور مکمل خاموشی چھا گئی۔

اب انہوں نے حلق سے الو کی آواز نکالی.... فوراً ہی الو کی آواز سنائی دی.... اور اس طرح جلد ہی آفتاب اور آصف ان کے پاس پہنچ گئے.... اب انہوں نے اپنی کار کی طرف رخ کیا.... اس لمحے ساری پہاڑیاں روشنی میں نہا گئیں.... روشنی اس قدر تیز تھی کہ انہیں اپنی آنکھیں بند کرنا پڑیں.... جونہی چند سیکنڈ کے بعد انہوں نے آنکھیں کھولنے کی کوشش کی تو آنکھوں میں شدید چبھن محسوس ہوئی۔

"آنکھیں کھول سکتے ہیں تو کھول لیں.... اور ہم پر فائر کرنا چاہتے ہیں تو وہ بھی کر لیں.... لیکن ہم دو کروڑ لے کر جان چھوڑ

گے.... آپ اپنی بیٹی کے ساتھ واپس جانا چاہیں تو جا سکتے ہیں.... یہ دونوں یہیں رہیں گے.... آپ جو دو کروڑ کے نوٹ لائے ہیں، وہ جعلی ہیں.... لہٰذا پھر یہاں آنا ہو گا.... دو کروڑ کے اصلی نوٹ لانا ہوں گے.... اس کے بغیر آپ کی جان نہیں چھوٹے گی"۔

"آفتاب.... آصف.... تم کہاں ہو؟" انسپکٹر کامران مرزا نے دبی آواز میں کہا۔

ان کی طرف سے انہیں کوئی جواب نہ ملا.... چاروں طرف دیکھنے کے وہ قابل نہیں رہے تھے.... آخر مجبور ہو کر وہ کار کی طرف اندازے سے بڑھنے لگے.... آخر ٹٹول کر اس میں بیٹھ گئے.... دیکھے بغیر ہی کار گھمائی اور شہر کی طرف روانہ ہوئے.... جوں جوں.... اس جگہ سے دور ہوتے چلے گئے.... دیکھنے کے قابل ہوتے گئے.... یہاں تک کہ شہر میں داخل ہو گئے.... اب انہوں نے فاتی برادرز کا رخ کیا.... وہاں سب انسپکٹر شاہد فرم کو گھیرے میں لیے کھڑا تھا۔

"اوہ! سر آپ آ گئے.... ارے مگر.... آفتاب اور آصف کہاں ہیں؟" اس نے چونک کر کہا۔

"افسوس! ہم انہیں ساتھ نہیں لا سکے"۔

"اوہ! کیا انہوں نے دھوکا دیا"۔

"دھوکا تو ان سے میں نے کرنا چاہا تھا.... میں جعلی نوٹ لے کر گیا تھا.... اگر اصلی نوٹ لے جاتا تو شاید وہ انہیں آنے دیتے"۔

"لیکن آپ آفتاب اور آصف کو ان سے واپس کیوں حاصل نہیں کر سکے"۔ شاہد کے لہجے میں حیرت تھی۔

"اس پر میں خود بھی حیران ہوں.... میں نے نشانہ لے کر فائر کیا.... ان کا کچھ نہ بگڑا.... ایک بڑا پتھر اٹھا کر دے مارا.... وہ گرا ضرور.... لیکن پھر اٹھ کھڑا ہوا اور اس مرتبہ انہوں نے ایک ایسی روشنی وہاں پھیلائی کہ آنکھیں خیرہ ہو گئیں.... کچھ بھی نظر نہ آیا.... ان حالات میں' میں کیا کرتا"۔

"پھر اب آپ کا کیا پروگرام ہے"۔

"ہم اس فرم کی تلاشی لیں گے.... وارنٹ حاصل کر لیے ہیں"۔

"ہاں بالکل"۔

اب وہ صدر دروازہ کی طرف بڑھے.... دروازے پر جو چوکیدار موجود تھا.... وہ پہلے ہی حد درجہ چوکنا نظر آ رہا تھا۔

"کیا بات ہے.... آپ لوگوں کا پروگرام کیا ہے"۔ اس نے کہا۔

"ہم اس فرم کی تلاشی لینا چاہتے ہیں"۔

"لیکن اس وقت یہاں مالکان نہیں ہیں.... آپ تلاشی صبح لیں"۔

"نہیں! تم فون کر کے انہیں بلا لو.... ورنہ ہم ان کی غیر حاضری میں تلاشی شروع کر دیں گے"۔

"اچھی بات ہے"۔

اس نے فون کیا اور پھر ان کی طرف مڑا۔

"وہ کہتے ہیں کہ انہیں بالکل فرصت نہیں.... آپ تلاشی لینا چاہتے ہیں' لے لیں"۔

"اچھی بات ہے.... تم ساتھ آؤ"۔

"میری ڈیوٹی دروازے پر ہے.... میں یہاں سے کہیں نہیں جاؤں گا"۔

"او کے"۔ یہ کہ کر انسپکٹر کامران مرزا' شاہد کے انداز میں بولے۔

"میں خطرہ محسوس کر رہا ہوں اور ڈر لگ رہا ہے.... لہٰذا تم باہر اپنی ڈیوٹی پر چلے جاؤ"۔

"جی بہتر! میں سمجھ گیا"۔ اس نے کہا اور واپس مڑ گیا۔

"اب ہم اندر کی تلاشی لیں گے"۔

"ضرور لیں.... مجھے کوئی اعتراض نہیں"۔

اور پھر وہ دونوں اندر داخل ہو گئے.... اندر ہر چیز نہایت سلیقے سے رکھی تھی.... پوری عمارت دیکھ لینے کے بعد انہیں ایک چیز بھی ایسی نظر نہ آئی.... جو ترتیب سے باہر ہو.... اس بات کو انہوں نے خاص طور پر نوٹ کیا۔

"کیا خیال ہے فرحت.... عجیب بات ہے نا"۔

"بہت زیادہ.... اس قدر انتظام زندگی میں میں نے پہلی بار دیکھا ہے"۔ فرحت نے تعریف کرنے کے انداز میں کہا۔

انہوں نے تمام کمروں اور ہال کمروں کو اچھی طرح دیکھا بھالا.... آخر میں وہ ایک کمرے میں داخل ہوئے.... یہاں بے شمار سائنسی آلات نصب تھے۔

"یہ آلات میری سمجھ سے باہر ہیں"۔ انسپکٹر کامران مرزا بڑبڑائے۔

"پروفیسر انکل یہاں ہوں تو فوراً ان آلات کو سمجھ لیں"۔

عین اسی لمحے اس کمرے پر لگی ایک ٹی وی سکرین روشن ہو گئی.... وہ چونک کر اس کی طرف دیکھنے لگے.... اچانک سکرین پر آفتاب اور آصف نظر آنے لگے.... ان کے ہاتھ پیر اور منہ بندھے ہوئے تھے.... وہ مڑے تڑے فرش پر پڑے تھے.... اسی وقت انہوں نے کمرے کا دروازہ کھلتے دیکھا۔

اس فرم کی تلاشی شوق سے لو انسپکٹر کامران مرزا لیکن جتنی دیر تم اس فرم میں رہو گے نا' اتنی ہی دیر ان پر قیامت ٹوٹتی رہے گی.... ملاحظہ فرماؤ"۔

ان الفاظ کے ساتھ ہی.... آفتاب اور آصف کسی ذبح کئے ہوئے مرغے کی طرح پھڑکنے لگے۔

○☆○

فف.... فرمائیے

"آپ اس طرح میری طرف کیا دیکھ رہے ہیں"۔ عامر قبول نے گھبرا کر کہا۔

"آپ کون ہیں؟" انہوں نے سرسراتی آواز میں کہا۔

"مم.... میں.... میں ہوں.... یعنی کہ میں"۔ اس نے بوکھلا کر کہا۔

"میں کون؟" انسپکٹر جمشید نے جھلا کر کہا۔

"یہ.... یہ آپ کو کیا ہو گیا ہے ابا جان"۔ فرزانہ نے گھبرا کر کہا۔

"یار جمشید.... تم ٹھیک تو ہو"۔ خان رحمان بولے۔

"ہاں! میں بالکل ٹھیک ہوں.... میرا دماغ نہیں چل گیا.... مجھے ان سے بات کرنے دو.... ہاں مسٹر آپ نے بتایا نہیں.... آپ کون ہیں"۔

"میں عامر قبول ہوں اور کون ہوں"۔

"کیا آپ آج دن میں' میرے دفتر میں نہیں آئے تھے"۔

"دفتر.... نہیں تو"۔ اس نے فوراً کہا۔

"اور آپ کا نام کاشف رضا بھی نہیں ہے"۔

"بالکل نہیں.... میرا نام عامر قبول ہے.... میں کاشف رضا نہیں ہوں"۔

"کاشف انڈسٹریز سے آپ کا کوئی تعلق نہیں ہے؟"

"بالکل نہیں.... میں نے اس انڈسٹریز کا نام آپ کے منہ سے پہلی بار سنا ہے"۔

"ہوں! اچھا.... ہو سکتا ہے مجھے غلط فہمی ہوئی ہو.... لیکن اب پہلے میں تصدیق کروں گا"۔

"کیا کہا آپ نے.... آپ تصدیق کریں گے.... یعنی کس چیز کی تصدیق کریں گے"۔

"اس بات کی کہ آپ کاشف رضا نہیں ہیں"۔

"مجھے پتا تو چلے.... یہ کاشف رضا ہے کون؟"

"ایک صاحب صبح میرے دفتر آئے تھے.... انہوں نے بتایا تھا کہ ان کا ادارہ کاشف انڈسٹریز فیصل پور شہر میں ہے.... وہ اپنے دفتر میں روزانہ اپنی کار میں بیٹھ کر جاتا ہے اور شام کو واپس آتا ہے' لیکن دو تین روز سے اس کے ساتھ ایک حیرت انگیز ترین

معاملہ ہو رہا ہے.... اور وہ یہ کہ وہ اپنے گھر سے روانہ ہوتا ہے....
لیکن فیصل پور شہر نہیں پہنچ پاتا.... وہ یہ سفر روزانہ سوا گھنٹے میں
طے کرتا ہے.... لیکن اب سوا گھنٹے میں فیصل پور شہر کے آثار تک
نظر نہیں آتے.... بلکہ آگے ایک صحرا نظر آتا ہے.... میں نے اس
کی اس بات کو بالکل گپ خیال کیا تھا.... لیکن پھر بھی مجھے اس کے
ساتھ جانا پڑا.... میرا خیال تھا کہ وہ ضرور حالات کا ستایا ہوا ہے....
میں اس کے ساتھ چلا گیا.... اس کی بات مکمل غلط ثابت ہوئی....
ہم بالکل وقت پر شہر فیصل پور پہنچ گئے.... اس کے دفتر تک
آئے.... واپس یہاں آ کر میں نے اسے دفتر اتار دیا.... وہ معافی
مانگ کر اپنی کار کی طرف بڑھ گیا.... اس کے بعد شہر میں عجیب و
غریب حالات شروع ہو گئے.... ان کے بارے میں تمہیں معلوم ہی
ہے.... اب یہ صاحب ہمارے گھر آئے اور کہنے لگے کہ انہیں ان
کا گھر نہیں مل رہا.... ہم خود کوشش کر چکے ہیں، لیکن گھر نہیں مل
سکا.... اچانک مجھے ایک عجیب بات کا احساس ہوا اور وہ احساس یہ
ہے کہ آپ صبح میرے دفتر آئے تھے.... پھر یہ کاشف رضا ہیں....
عامر قبول نہیں ہیں"۔

"یہ.... یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں"۔

"کیا آپ نے آج اپنی شکل صاف آئینے میں دیکھی ہے"۔

انسپکٹر جمشید بولے۔

"نہیں تو.... کیوں.... ارے ہاں لیکن.... صبح تو دیکھی ہی
تھی.... نہانے کے بعد جب بالوں کو تیل وغیرہ لگایا تھا"۔

"کیا اس وقت آپ کو اپنی شکل اپنی ہی لگی تھی"۔ انسپکٹر
جمشید نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

"آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں.... بھلا مجھے اپنی شکل اپنی نظر
نہیں آئے گی تو کیا پرائی نظر آئے گی"۔

"فاروق.... جیب سے آئینہ نکال کر انہیں دکھانا ذرا"۔

"اور اگر یہ برا مان گئے تو"۔ فاروق مسکرایا۔

"کیا مطلب.... اس میں برا ماننے والی بات کیا ہے"۔

"میں نے کسی کو گاتے ہوئے سنا تھا.... آئینہ ان کو دکھایا تو
برا مان گئے"۔

"توبہ ہے تم سے.... حد ہو گئی یعنی کہ"۔ انسپکٹر جمشید جل
گئے۔

"شکریہ ابا جان"۔ فاروق نے خوش ہو کر کہا۔

"شکریہ.... کیا شکریہ"۔ انسپکٹر جمشید حیران رہ گئے۔

"توبہ کا اور حد ہونے کا"۔

"اچھا تم چپ رہو"۔ انہوں نے جھلا کر کہا پھر عامر قبول کی

طرف مڑے۔

"آپ آئینے میں اپنی شکل دیکھ لیں ذرا"۔

"لایئے.... شاید میرے ساتھ آپ کا بھی دماغ چل گیا ہو"۔
اس نے بھنا کر کہا۔

"میں نے آپ کی بات کا برا نہیں مانا.... فاروق.... آئینہ
نہیں دیا انہیں"۔

"تلاش کر رہا ہوں.... یہ رہا.... مل گیا"۔ یہ کہہ کر اس نے
جیب سے ہاتھ نکالا اور پھر جھلا کر بولا۔

"اوہو.... یہ تو قطب نما ہے"۔

"ایک تو ہم تمہاری جیب سے بہت تنگ آ گئے ہیں"۔ محمود
نے منہ بنایا۔

"لیکن یہی جیب ہر ایسے موقعے پر کام بھی آتی ہے.... اگر
میں اس میں دنیا جہاں کی چیزیں نہ ٹھونسوں تو آپ کو نکال کر کیسے
دے سکتا ہوں"۔

"ہاں خیر.... یہ تو ہے.... اب مہربانی فرماں کر ذرا جلدی سے
آئینہ نکال دو"۔

آخر تیسری کوشش پر آئینہ نکل ہی آیا۔

"یہ لیں اور اطمینان کر لیں"۔ فاروق نے طنزیہ لہجے میں

کہا۔

"اپنا.... یا آپ کے والد کا"۔ اس نے جھلا کر کہا۔

"چلیئے دونوں کا"۔ محمود نے فوراً کہا۔

اس نے آئینہ لے لیا اور چہرے کے سامنے کیا.... دوسرے
ہی لمحے اس کے منہ سے ایک چیخ نکل گئی۔

"کیا بات ہے.... کم از کم ہماری گاڑی میں کوئی بچھو نہیں ہو
سکتا"۔ فرزانہ بولی۔

"ہاں! پچھلے سال ایک نکلا تھا.... اس کے بعد سے آج تک
کوئی نہیں نکلا"۔

"غلط.... پچھلے سال بھی یاد نہیں پڑتا"۔

"یار چپ رہو.... تم بھی بچھوؤں کو لے کر بیٹھ گئے"۔

"ان کو لے کر کھڑے تو ہونے سے رہے"۔ فاروق نے چٹ
سے کہا۔

"آپ کو کیا ہوا.... آپ بتائیں"۔

"م.... میں کون ہوں؟" عامر قبول نے کھوئے کھوئے انداز
میں کہا۔

"ہاں! یہ ٹھیک ہے.... اب آپ آئے ہیں سیدھے راستے
پر.... ہم سے اپنے بارے میں پوچھ رہے ہیں.... میں کون ہوں....

جب آپ کو نہیں معلوم تو ہم کیا بتا سکتے ہیں.... ہمیں تو بس ا
معلوم ہے کہ آپ عامر قبول ہیں.... جب کہ ہمارے والد کا خیا
ہے کہ آپ عامر قبول کم اور کاشف رضا زیادہ ہیں"۔ فاروق
جلدی جلدی کہا۔

"دھت تیرے کی"۔ محمود نے جھلا کر اپنی ران پر ہاتھ ما

"اب تمہیں کیا ہوا؟" فرزانہ نے چونک کر اس کی ط
دیکھا۔

"یہی تو مشکل ہے کہ مجھے کچھ نہیں ہوا.... ایسے حالات
کچھ ہو بھی کیسے سکتے ہے"۔

"تو آپ عامر قبول نہیں ہیں"۔ انسپکٹر جمشید نے کہا۔

"میرا چہرہ بدل گیا ہے.... ہوں میں عامر قبول"۔

"تو پھر آئیے.... ہم کاشف رضا کے گھر چلتے ہیں"۔

"بشرطیکہ کاشف رضا کا گھر ہمیں مل جائے"۔ محمود مسکر

"گھر تو اس شہر میں اب قسمت سے ہی ملا کریں گے۔
تو یوں لگتا ہے.... لوگ سارا سارا دن اپنے گھر تلاش کرتے
گے.... چند خوش قسمتوں کو گھر مل جایا کریں گے.... باقی لوگ
پاتھوں پر سویا کریں گے.... پتا نہیں ہمارے شہر کو کس کی
گئی ہے"۔

"بھئی اب اس بات کا فیصلہ کاشف رضا کے گھر جا کر ہی ہو
سکتا ہے"۔

انہوں نے اپنی کار کا رخ ماڈل کالونی کی طرف کر دیا....
انہیں بہت حیرت ہوئی جب وہ نہایت آسانی سے کاشف رضا کے
گھر پہنچ گئے۔

"کمال ہے.... یہ گھر کیوں ادھر ادھر نہیں ہوا"۔ فاروق
بولا۔

"اس پر بھوت پریت کا سایہ نہیں ہو گا"۔ فرزانہ مسکرائی۔

محمود نے کار سے اتر کر دستک دی.... جواب میں ایک ملازم
باہر نکلا۔

"ج.... جی.... فف.... فرمائیے"۔

"کیا آپ ہر لفظ کے دو ٹکڑے کرنے کے عادی ہیں"۔
فاروق کے لہجے میں حیرت تھی۔

"نہیں تو.... مم.... میں اب.... آ.... آپ کو کیا بتاؤں....
آپ بتائیں.... کس سے ملنا ہے"۔ اس نے گھبرائی ہوئی آواز میں
کہا۔

"کیا اس گھر میں کوئی گڑبڑ ہے"۔

"کوئی ایسی ویسی گڑبڑ.... ہم نے تو ایسی گڑبڑ پہلے کبھی دیکھی

نہ سنی.... پہلے کاشف رضا صاحب کا ادارہ گم ہو گیا تھا.... بلکہ وہ خود
ہی گم ہو گیا تھا.... لیکن اب شہر تو مل گیا ہے.... ادارہ تو مل گیا"۔

"اب اب اور کیا گم ہو گیا ہے"۔

"اب میں کیا بتاؤں.... ارے ہائیں.... یہ.... یہ کار سے کو
نکل رہا ہے.... ہائیں.... یہ.... یہ تو کاشف رضا ہیں.... ار
واہ.... مزا آ گیا.... ہم جن کے لیے پریشان تھے.... وہ مل گئے....
مل گئے.... وہ ملے گئے"۔

یہ کہتا ہوا وہ اندر کی طرف دوڑ پڑا۔

"لیجیے.... آپ مل گئے.... آپ گم ہو گئے تھے اور یہ آپ
تلاش کرتے پھر رہے تھے.... اور آپ ہمارے ساتھ عامر قبول
کر گھوم رہے تھے.... ہے کوئی تک"۔

"پتا نہیں"۔ اس نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

"کک.... کیا پتا نہیں"۔ فاروق بولا۔

"یہ کہ کوئی تک ہے یا نہیں.... ویسے مجھے تو دور دور تک
نظر نہیں آتی"۔

"اچھا نہیں نظر آتی ہو گی.... آپ ہمارے کان کاٹنے
کوشش نہ کریں"۔

"کیا کہا.... کان کاٹنے کی کوشش اور میں کر رہا ہوں....

جھوٹ بولتے ہیں"۔ اس نے بوکھلا کر اپنے کان ٹٹولے۔

"اوہ دیکھیں.... کان ہمارے کاٹ رہے ہیں اور ٹٹول اپنے
رہے ہیں.... شاید اسی کو کہتے ہیں.... ناچ نہ جانے انجن ٹیڑھا"۔
فاروق نے جلدی جلدی کہا۔

"اف مالک! کہاں چلے جائیں ہم"۔ محمود نے سرد آہ بھری۔

"جدھر سینگ سمائیں"۔

"ناچ نہ جانے انجن نہیں آنگن ٹیڑھا ہوتا ہے.... اور پھر یہ
ضرب المثل غلط موقع پر بولی ہے.... تم آدمی ہو یا ہونق"۔ محمود نے
تلملا کر کہا۔

"تت.... تو کیا ہونق آدمی نہیں ہوتے"۔ فرزانہ نے حیران
ہو کر کہا۔

اسی وقت بہت سے دوڑتے قدموں کی آواز سنائی دی.... اور
پھر وہ لوگ سامنے آ گئے.... ان میں عورتیں بھی تھیں اور مرد
بھی.... لڑکے اور لڑکیاں بھی تھیں۔

"آہا.... ابا جان مل گئے"۔

"بھائی جان.... آپ کہاں چلے گئے تھے؟"

وہ سب آگے بڑھے اور ان سے لپٹ گئے۔

"یہ.... یہ آپ کیا کر رہے ہیں.... میں عامر قبول ہوں....

کاشف رضا نہیں ہوں"۔

"جی.... کیا فرمایا.... آپ کاشف رضا نہیں ہیں.... عامر قبو...
ہیں"۔

"ہاں! بالکل.... میرا آپ لوگوں سے کوئی تعلق نہیں ہے...
میں نہیں جانتا' آپ کون کون ہیں..... نہ یہ میرا گھر ہے"۔

"کیا کہہ رہے ہیں آپ.... آپ کو کیا ہو گیا ہے.... یہ آ...
کی بیوی.... آپ کے بچے"۔ ایک عورت نے آگے آتے ہو...
کہا۔

"نن نہیں.... میں کیوں ہونے لگا آپ کا شوہر.... م...
اپنے شوہر کا بیوی ہوں.... اوہ مم.... میرا مطلب ہے.... میں...
بیوی کی شوہر ہوں.... پھر غلط کہہ گیا.... بیوی کا شوہر ہوں...
اب ٹھیک ہے.... کیوں انسپکٹر صاحب اب میں نے ٹھیک کہا...
نا"۔

"ایک منٹ.... آپ لوگ کیا کہہ رہے ہیں.... یہ کاشف...
ہے"۔

"ہاں بالکل.... اگر یہ کاشف رضا نہیں ہیں تو پھر...
کاشف رضا ہو سکتا ہے"۔

"لیکن ان کا کہنا ہے کہ یہ کاشف رضا نہیں ہیں...

عامر قبول ہیں.... اور اسی نام کے ساتھ یہ بہت دیر سے ہمارے
ساتھ ہیں اور اپنا گھر تلاش کرتے پھر رہے ہیں"۔

"پتا نہیں آپ کیا کہہ رہے ہیں.... ہماری سمجھ میں تو ایک
لفظ بھی نہیں آیا"۔

"کیا یہاں کوئی شخص آیا تھا.... جو یہ کہتا رہا ہو کہ وہ کاشف
رضا ہے"۔ انسپکٹر جمشید نے کچھ سوچ کر پوچھا۔

"ہاں! ایک پاگل شخص آیا تھا.... وہ بار بار یہ کہتا تھا کہ وہ
کاشف رضا ہے.... کاشف رضا ہے.... لیکن ہم اسے کاشف رضا
کس طرح مان لیتے.... جب کہ وہ تو یہ ہیں"۔ ایک لڑکے نے
جلدی جلدی کہا۔

"وہ صاحب اب کہاں ہیں؟"

"ہم نے انہیں گھر سے بڑی مشکل سے باہر نکالا ہے.... نکال
دینے کے باوجود وہ کئی بار پھر آ چکا ہے.... دروازہ پیٹ پیٹ کر
تھک گیا ہے.... لیکن ہم نے دروازہ بھی نہیں کھولا"۔ ایک اور
نے بتایا۔

"اف! یہ آپ نے کیا کیا.... بے چارے کاشف رضا کو ان
کے اپنے گھر سے باہر نکال دیا اور عامر قبول کو اپنے گھر میں جگہ
دینے کے لیے تیار ہیں"۔

"آپ نے کیا کہا.... ہم نے کاشف رضا کو اپنے گھر سے نکال دیا ہے.... لیکن وہ تو یہ کھڑے ہیں.... آپ کے سامنے"۔

"آپ انہیں بتائیں.... آپ کون ہیں"۔ انسپکٹر جمشید نے منہ بنایا۔

"مم.... میں عامر قبول ہوں"۔

"آپ عامر قبول ہیں.... کاشف رضا نہیں ہیں؟" ایک عورت جھلا کر بولی۔

"ہاں یہی بات ہے"۔

"حد ہو گئی.... کیا اندھیر نگری ہے"۔

عین اسی وقت انہوں نے اپنے پیچھے کسی کے قدموں کی آواز سنی.... وہ زور زور سے پیر پٹختا چلا آ رہا تھا.... جونہی انہوں نے مڑ کر دیکھا.... حیرت زدہ رہ گئے۔

"وہ شخص چلا آ رہا تھا.... جو ان سے عامر قبول کے طور پر ملا تھا۔

○☆○

وہ چور

شوکی برادرز نے سامنے دیکھا.... وہاں ایک عدد آئینہ موجود تھا، قد آدم آئینہ۔

"ہم سامنے آئینہ دیکھ رہے ہیں.... اس پر کپڑا ڈالا گیا ہے"۔

"بالکل ٹھیک.... میں آپ لوگوں کو اس آئینے کے لیے ہی لایا ہوں"۔

"کیا کہا.... آئینے کے لیے.... کیا اس نے آپ کے ساتھ کوئی گڑبڑ کی ہے"۔ آفتاب گھبرا کر بولا۔

"عجیب ہو تم.... ارے بھئی کہیں آئینے بھی گڑبڑ کیا کرتے ہیں"۔ شوکی نے بھنا کر کہا۔

"اوہ ہاں واقعی! اس بات کا مجھے خیال ہی نہیں رہا کہ آئینے کوئی گڑبڑ کر ہی نہیں سکتے.... خیر سیٹھ صاحب! آپ اپنا بیان جاری رکھیے"۔

"یہ آئینہ مجھے میرے ایک دوست نے بھیجا ہے.... یعنی تحفے
کے طور پر"۔
"اللہ ایسے دوست سب کو دے.... اور خاص طور پر ہمیں تو
ضرور دو چار دے دے.... مدت ہوئی کسی نے کوئی تحفہ ارسال نہیں
کیا"۔ آفتاب خوش ہو کر بولا۔
"ایک تو تم چپ نہیں رہ سکتے"۔ شوکی نے جل کر کہا۔
"لیجیے ہو گیا خاموش.... اب چلیے"۔
"ک.... کہاں چلیں"۔ سیٹھ عابد نے بوکھلا کر کہا۔
"اب آپ بھی اس کی طرح مذاق کرنے لگے"۔ اشفاق نے
منہ بنایا۔
"نہیں تو.... ہاں تو میں کہہ رہا تھا' یہ آئینہ میرے ایک دوست
نے بطور تحفہ بھیجا ہے.... میں نے اس کو اپنے کمرے میں رکھوا
لیا.... آج صبح جب میں غسل کرنے کے بعد کنگھا وغیرہ کرنے کے
لیے...."
"جی.... کیا فرمایا.... کنگھا وغیرہ کرنے کے لیے.... کنگھا تو خیر
کیا جا سکتا ہے' لیکن پہلا سوال یہ ہے کہ وغیرہ کس طرح کیا جا سکتا
ہے اور دوسرا سوال یہ ہے کہ آپ کے سر پر تو بال ہیں ہی
نہیں.... آپ کیسے کریں گے کنگھا"۔

"وغیرہ سے مراد تیل لگانا.... سرمہ لگانا.... یا پاؤڈر لگانا....
سمجھے آپ"۔ سیٹھ عابد نے بھناتے ہوئے انداز میں کہا۔
شوکی سہم گیا۔
"میں آئینے کے سامنے کھڑا ہوا تھا کہ مجھے ا زبردست
جھٹکا لگا"۔
"کمال ہے.... کیا اس میں کرنٹ دوڑ رہا تھا"۔ شوکی نے
پوچھا۔
"نہیں.... ابھی میں نے اس کو ہاتھ تو لگایا ہی نہیں تھا"۔
"اچھا کیا آپ نے"۔ اخلاق بولا۔
"کیا مطلب.... کیا اچھا کیا میں نے؟"
"جب ہاتھ لگائے بغیر ہی آپ کو زبردست جھٹکا لگ گیا تو
ہاتھ لگانے پر تو نہ جانے کیا ہو جاتا"۔
"کچھ نہیں ہوا.... ہاتھ لگانے سے.... اس کے سامنے کھڑے
ہونے سے جھٹکا لگا تھا"۔
"آپ رک کیوں جاتے ہیں.... بات جاری رکھا کریں"۔
کی نے تلملا کر کہا۔
"آئیے.... میں دکھاتا ہوں.... مجھے جھٹکا کیوں لگا تھا"۔
وہ انہیں آئینے کے بالکل سامنے لے آیا.... اور پھر کپڑا ہٹا

یا.... اچانک ان چاروں کو بھی زبردست جھٹکا لگا۔

"ارے.... یہ.... یہ.... یہ کیا.... ہم.... ہم کہاں گئے.... ہم
خود کو اس آئینے میں دیکھ کیوں نہیں رہے.... ارے ہائیں.... سیٹھ
صاحب بھی ہمیں آئینے میں نظر نہیں آ رہے.... یہ.... یہ کیا چکر
ہے.... کیسا آئینہ ہے"۔ شوکی نے تھرتھر کانپتی آواز میں کہا۔

"بس یہی حالت میری ہوئی تھی.... پر میرے گھر کے ایک
ایک فرد نے اس آئینے کے سامنے کھڑے ہو کر دیکھا.... لیکن کوئی
بھی اپنے آپ کو اس میں دیکھ نہ سکا"۔

"تب پھر بات ظاہر ہے.... یہ جادو کا آئینہ ہے"۔

"میں نے اس دوست کو فون کیا.... کہ یہ تم نے کیسا آئینہ
بھیجا ہے.... لیکن دوست نے بتایا کہ اس نے مجھے کوئی آئینہ وائینہ
نہیں بھیجا"۔

"کیا کہا.... آپ کے دوست نے بتایا کہ انہوں نے آپ کو
کوئی آئینہ نہیں بھیجا"۔

"ہاں! جب کہ لانے والے نے یہی کہا تھا کہ یہ میرے فلاں
دوست نے بھیجا ہے"۔

"عجیب بات ہے.... واقعی یہ بہت عجیب بات ہے.... اب
سوال یہ ہے کہ آپ ہم سے کیا چاہتے ہیں"۔

"میں اس آئینے کی حقیقت جاننا چاہتا ہوں.... یہ کیا ہے....
کس نے بھیجا ہے.... کیوں بھیجا ہے"۔

"اب ان سوالات میں ایک سوال اور شامل کر لیں"۔ شوکی
نے سوچ میں گم لہجے میں کہا۔

"اور وہ کیا"۔

"وہ چور.... یعنی بانکا یہاں کیا چرانے آیا تھا"۔

"کیا مطلب"۔ سیٹھ نے چونک کر کہا۔

"آپ صرف سوال شامل کر لیں.... جواب ہم خود شامل کر
لیں گے"۔

"پتا نہیں آپ کیا کہہ رہے ہیں"۔

"اچھا اس بات کو چھوڑیں.... اگر ہم آپ کو اس آئینے کے
بارے میں تمام تر معلومات مہیا کر دیں تو کتنا معاوضہ دیں گے"۔

"دس ہزار روپے صرف"۔

"دس ہزار ہماری ضرورت سے کچھ زیادہ رہیں گے.... آپ
ایسا کریں کہ پانچ ہزار روپے دے دیں"۔

"کیا کہا.... پانچ ہزار روپے دے دوں.... کہیں بھول میں
آپ پانچ تو نہیں کہہ گئے اور کہنا چاہتے ہوں بیس ہزار"۔

"جی نہیں.... میں نے وہی کہا ہے جو آپ نے سنا ہے"۔

شوکی بولا۔

"جھوٹ ہے.... میں نے تو سوچا تھا کہ دس ہزار کہوں گا.... آپ بیس ہزار مانگیں گے.... پندرہ میں سودا طے ہو جائے گا"۔

"ہم ایسی سودے بازی نہیں کرتے.... اپنے منہ سے جو مانگ لیا ہے.... اس سے کم تو لے سکتے ہیں.... اس سے زیادہ کا سوچ بھی نہیں سکتے"۔

"آپ لوگ واقعی عجیب ہیں.... بہرحال میں دس ہزار آپ ک ابھی دے دیتا ہوں"۔

"دس نہیں.... پانچ.... آپ چاہیں تو ابھی صرف اڑھائی ہزا دے سکتے ہیں.... اڑھائی ہم بعد میں لے لیں گے"۔

"نہیں! اس کی ضرورت نہیں"۔

سیٹھ صاحب نے پانچ ہزار روپے گن دیئے.... اب ب چاروں اس آئینے کے اور نزدیک ہو گئے.... اور لگے اسے ال پلٹ کر غور سے دیکھنے.... اس کے چاروں طرف نرم لکڑی کا ف تھا.... جس پر نقش و نگار بنے ہوئے تھے.... ایک بار پھر انہوں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر آئینے میں دیکھا.... لیکن ان میں سے کسی کا نظر نہ آیا۔

اب شوکی نے کمرے کے آتش دان پر رکھا تاج محل کا

ماڈل اٹھایا اور آئینے کے سامنے کر دیا.... انہیں ایک اور جھٹکا لگا.... تاج محل آئینے میں نظر آ رہا تھا۔

"ہم سے تو یہ تاج محل اچھا"۔ شوکی کے منہ سے نکلا۔

"جی.... کیا مطلب؟" سیٹھ عابد نے چونک کر کہا۔

"مطلب یہ کہ.... یہ تاج محل آئینے میں نظر آ رہا ہے"۔

"اوہ.... کمال ہے.... یہ تجربہ کرنے کا خیال مجھے نہیں آیا"۔

"آپ سراغ رساں نہیں ہیں نا"۔ آفتاب مسکرایا۔

"مہربانی فرما کر اپنے دوست کا نام اور پتا ہمیں لکھوا دیں"۔

"ضرور کیوں نہیں.... اس کا نام جاوید جبار ہے.... 209 خالد روڈ پر رہتا ہے"۔

وہ اسی وقت وہاں سے روانہ ہو کر پولیس اسٹیشن پہنچے.... اب انسپکٹر نے گرم جوشی سے ان سے ہاتھ ملایا۔

"آپ یہاں کیسے؟"

"ہمیں ذرا مسٹر بانکے سے [illegible] بات کرنا ہیں"۔

"جائیں پوچھ لیں.... حوالدار.... انہیں بانکے والی حوالات کے سامنے لے جاؤ"۔

"اوکے سر"۔

حوالات کی سلاخوں سے لگ کر شوکی نے کہا۔

"بانکے صاحب.... ذرا بات سنیں گے"۔

وہ گھٹنوں میں سر دیئے بیٹھا تھا.... چونک کر ان کی طرف دیکھا اور پھر اس کے ہونٹ نفرت سے سکڑ گئے.... سر پھر گھٹنوں پر چلا گیا۔

"بانکے صاحب.... ہم آپ سے کچھ بات کرنے آئے ہیں"۔

"لیکن مجھے آپ سے کوئی بات نہیں کرنی"۔ اس نے جھلا کر کہا۔

"ہو سکتا ہے.... بات آپ کے حق میں ہو"۔

"حق میں ہو یا ناحق میں.... جاؤ اپنا کام کرو"۔

"اپنا کام ہی تو کرنے آئے ہیں یہاں.... اچھا صرف یہ بتا دیں.... آپ سیٹھ عابد کے ہاں سے کیا چیز چرانا چاہتے تھے"۔

"زیورات.... نقدی.... اور کیا.... ایک چور اور کیا چراتا ہے"۔

"کبھی کبھی چور کچھ اور چیزیں بھی چرانے آ جاتے ہیں"۔

شوکی مسکرایا۔

"آ جاتے ہوں گے.... مجھے کیا پتا"۔

"تو آپ نہیں بتائیں گے"۔

"کیا نہیں بتاؤں گا"۔ اس نے جھلا کر کہا۔

"یہی کہ.... آپ کیا چرانے آئے تھے"۔

"یہ تو نہیں بتاؤں گا.... یہ بتائے دیتا ہوں کہ جیل سے نکلنے کے فوراً بعد میں تم لوگوں کی گردنیں دبا دوں گا"۔

"پائیں باغ میں کیوں نہ دبا دیں"۔ اشفاق نے برا سا منہ بنایا۔

اس کا منہ اور بن گیا۔

"خیر.... آپ نہیں بتاتے تو میں بتائے دیتا ہوں.... آپ وہ آئینہ چرانے آئے تھے"۔

اس کے جسم کو ایک زبردست جھٹکا لگا.... آنکھوں میں حیرت دوڑ گئی۔

"بہت خوب! تو میرا اندازہ درست نکلا"۔

اس نے نظریں فوراً جھکا لیں۔

"مہربانی فرما کر یہ بھی بتا دیں.... ایسا کرنے کے لیے آپ کو کس نے حکم دیا تھا"۔

"کسی نے بھی نہیں.... میں وہاں کوئی آئینہ چرانے نہیں گیا.... زیورات چرانے گیا تھا"۔

"یہ حضرت یوں نہیں اگلیں گے"۔ شوکی نے جھلا کر کہا اور اب انسپکٹر کے پاس پہنچا۔

"بانکا کسی بات کا جواب سیدھی طرح دینے کو تیار نہیں....
اس بات کا میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ یہ کوئی عام چوری کا کیس
نہیں ہے.... بہت خاص کیس ہے.... اور ہو سکتا ہے' آپ کی ترقی
اسی کیس کی وجہ سے ہو جائے"۔

"کیا مطلب؟" سب انسپکٹر کی آنکھیں چمکنے لگیں۔

"آپ کا نام کیا ہے جناب؟"

"سب انسپکٹر ہارون"۔ اس نے کہا۔

"شکریہ! اگر آپ چاہتے ہیں کہ بہت جلد آپ کو انسپکٹر بنا دیا
جائے تو آپ وہ کریں جو ہم کہتے ہیں.... اگر آپ اطمینان کرنا
چاہتے ہیں تو انسپکٹر کاشان سے پوچھ لیں.... وہ آپ کو ہمارے بارے
میں بتا دیں گے.... وہ بھی سب انسپکٹر تھے.... ہماری وجہ سے بہت
جلد انسپکٹر بن گئے تھے"۔

"میں آپ لوگوں کے بارے میں جانتا ہوں.... ان سے کچھ
پوچھنے کی ضرورت نہیں.... فرمائیے.... کیا کرنا ہے"۔

"بانکا سیٹھ عابد کے گھر سے نقدی یا زیورات نہیں.... ایک
آئینہ چرانے گیا تھا"۔

"کیا کہا.... آئینہ"۔

"جی ہاں! ایک پراسرار آئینہ.... ہم جاننا چاہتے ہیں کہ اسے

اس کام پر کس نے لگایا تھا.... بس"۔

"یہ کیا مشکل ہے.... ہم ابھی اس سے اگلوا لیتے ہیں"۔

"بس پھر.... آپ کی ترقی کے امکانات روشن ہو جائیں
گے.... اس لیے کہ یہ ایک بہت بڑا کیس ثابت ہو گا.... ایک بہت
بڑے مجرم پر آپ ہاتھ ڈالیں گے"۔

"واہ! پھر تو مزا آ جائے گا"۔

"جی ہاں! اس لیے کہ اس بے چارے کا کام ہی آنا ہے....
جانا تو ہے ہی نہیں"۔ آفتاب بولا۔

"آپ.... میں سمجھا نہیں' کس کی بات کر رہے ہیں"۔

"مزے کی.... مزا تو آتا ہی ہے نا.... جاتا تو ہے ہی نہیں"۔

"یار تم تو چپ رہو"۔ شوکی نے جھلا کر کہا۔

سب انسپکٹر ہنس دیا.... پھر وہ ان کے ساتھ حوالات تک
آیا۔

"دیکھو بانکے.... جو یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں.... انہیں بتا
دو.... ورنہ پھر جانتے ہو.... کیا ہو گا.... میں تمہیں حوالات سے نکلوا
کر الٹا لٹکوا دوں گا.... تمہارے جسم پر چند زخم لگائے جائیں گے....
اور ان میں مرچیں چھڑک دی جائیں گی.... سنا ہے.... زخموں پر
مرچیں نمک سے بھی زیادہ کام کرتی ہیں"۔

بانکے نے کوئی جواب نہ دیا.... گھٹنوں پر سر دیئے بیٹھا رہا۔

"بانکے.... تم نے سنا نہیں"۔ انسپکٹر نے چلا کر کہا۔

اس نے پھر بھی حرکت نہ کی۔

"یہ ایسے نہیں مانے گا.... اسے الٹا لٹکانا ہو گا"۔

"لیکن سر اس میں خطرہ ہے"۔ اس کے ایک ماتحت
کہا۔

"کیا کہا تم نے.... اس میں خطرہ ہے.... کیا خطرہ ہے"۔

"بانکا دل کا مریض ہے.... اگر یہ مر گیا تو.... لینے کے
پڑ جائیں گے"۔

"اوہ نہیں"۔ سب انسپکٹر ہارون نے چونک کر کہا۔

"لیکن ضروری نہیں کہ اسے الٹا لٹکایا جائے"۔ شوکی
کہا۔

"ہاں ٹھیک ہے.... اسے الٹا نہیں لٹکائیں گے.... بلکہ
ہی لٹکائیں گے.... اور بہت طریقے ہیں.... زبان کھلوانے
لیے.... ہم اسے سونے نہیں دیں گے.... کیا خیال ہے"۔

"ہاں سر.... یہ ٹھیک رہے گا"۔

"اچھا تم حوالات کا دروازہ تو کھولو"۔

حوالدار نے دروازہ کھولا۔

"اسے باہر لے آؤ"۔

"مم.... میرے ساتھ دو کانسٹیبل بھی بھیجیں نا سر"۔ اس نے گھبرا کر کہا۔

"ڈرتے ہو اس سے.... حد ہو گئی.... چلو تم دونوں اس کے ساتھ"۔

وہ تینوں اندر داخل ہوئے.... لیکن جونہی انہوں نے بانکے کو شانے سے پکڑ کر ہلایا.... وہ فرش پر لڑھک گیا۔

انہوں نے دیکھا.... اس کے منہ سے نیلے رنگ کے خون کی ایک لکیر نکل رہی تھی۔

○☆○

کمال ہے

فرحت بری طرح بے چین نظر آنے لگی.... جب کہ انسپکٹر کامران مرزا پر سکون انداز میں کھڑے تھے.... آخر آفتاب اور آصف تڑپنا بند ہو گئے۔

"بس"۔ انسپکٹر کامران مرزا نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"یہ تو صرف ایک نمونہ تھا.... تم تلاشی شروع کرو.... میں اپنا کام شروع کرتا ہوں"۔

"بہت خوب! مان گئے بھئی تمہیں"۔ انسپکٹر کامرن مرزا نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"واہ! یہ ہوئی نہ بات.... چلئے آپ نے مانا تو"۔

"لیکن تم نے یہ تو پوچھا ہی نہیں کیا کہا مانا ہے"۔

"چلو بتا دو"۔

"بزدل.... ڈرپوک.... گھٹیا درجے کا انسان"۔ انہوں نے پر سکون انداز میں کہا۔

"اگر یہ بات ہے تو اب میں ان دونوں کو وہ تڑپاؤں گا کہ یاد رکھو گے"۔

"لیکن ایک بات تم بھی نوٹ کر لو.... جواب میں تمہیں ان سے کہیں زیادہ تڑپنا ہو گا"۔

"دیکھا جائے گا"۔

اور پھر انہوں نے فرم کی تلاشی شروع کر دی اور سکرین پر آفتاب اور آصف کے جسم تڑپنے لگے.... انسپکٹر کامران مرزا نے آگے بڑھ کر ٹی وی آف کر دیا.... لیکن ان کے آف کرنے کے باوجود سکرین پر منظر موجود رہا۔

"دیکھا انسپکٹر کامران مرزا! تم تو اس ٹی وی کو بند نہیں کر سکے.... اور تو تم کیا کرو گے؟"

انسپکٹر کامران مرزا نے اپنا جوتا اتارا اور ٹی وی کی سکرین پر دے مارا.... سکرین ٹوٹ گئی اور آفتاب اور آصف نظر آنا بند ہو گئے۔

"لیکن تصور میں تم ان کو تڑپتے ضرور دیکھتے رہو گے"۔

"اللہ مالک ہے.... ہم اپنا کام بہرحال کریں گے"۔ انہوں نے کہا اور فرم کی تلاشی شروع کر دی.... انہوں نے ایک ایک کمرے کو بغور دیکھا.... ہر چیز اس قدر سلیقے سے رکھی تھی کہ کوئی

ایک چیز بھی ادھر ادھر یا ٹیڑھی میڑھی نظر نہیں آ رہی تھی۔

"کمال ہے.... کیا یہ انسانی ہاتھوں کا کمال ہے"۔ فرحت بڑبڑائی۔

"نہیں.... اسی لیے تو میں نے اس فرم کی تلاشی کا پروگرام بنایا تھا"۔

"آخر آپ کو کیا اطلاع ملی تھی"۔

"یہ کہ اس فرم میں کوئی بہت بڑی گڑبڑ ہے"۔

"گڑبڑ!" فرحت نے حیران ہو کر کہا۔

"گڑبڑ کسی اور نے محسوس کی تھی.... وہ کوئی سائنس دان ہے.... لہٰذا سیدھا میرے پاس آیا.... اس نے اپنے محسوسات بتائے.... دراصل وہ وہاں سے کوئی پرزہ خریدنے گیا تھا.... شو روم سے جب اس نے پرزہ پسند کیا تو وہاں کھڑے ایک ملازم نے اس سے کہا کہ یہ پرزہ آپ کے کام نہیں آئے گا.... سائنس دان نے حیران ہو کر اس کی طرف دیکھا' حیران ہونے کی بات یہ تھی کہ وہ ملازم بھلا کس طرح یہ اندازہ لگا سکتا تھا کہ پرزہ اس کے کام کا نہیں.... اس نے ملازم کی بات پر توجہ نہ دی اور پرزے کی قیمت ادا کر کے گھر چلا آیا.... اب اس نے جو اس پرزے کو کام میں لانا چاہا تو وہ واقعی فٹ نہ بیٹھا.... حالانکہ وہ بالکل وہی پرزہ تھا جس کی

اسے ضرورت تھی.... وہ پھر اس ادارے میں گیا.... اور پرزہ واپس دینے کے بعد اسی شو روم میں گیا.... ملازم اسے دیکھ کر مسکرایا اور بولا۔

"میں نے کہا تھا نا.... یہ پرزہ آپ کے کام نہیں آئے گا"۔

"لیکن آپ کو کیسے علم ہو گیا تھا.... جب کہ آپ کو معلوم تک نہیں کہ میں کس مشین کے لیے وہ پرزہ لے جا رہا تھا"۔

"میں تو یہ بھی بتا سکتا ہوں کہ آپ کی مشین کے لیے کون سا پرزہ بالکل فٹ رہے گا"۔

"آخر کیسے.... اور ہاں آپ نے میرے پہلے سوال کا بھی جواب نہیں دیا"۔

"میں نہیں جانتا' مجھے کیسے علم ہو گیا تھا.... میں یہ بات بھی نہیں جانتا کہ اب میں جس پرزے کی طرف اشارہ کرنے والا ہوں وہ کیسے آپ کی مشین میں فٹ بیٹھ جائے گا"۔

"اچھا ٹھیک ہے.... پہلے تو آپ پرزے کے بارے میں بتائیں.... اب میں کون سا پرزہ لے جاؤں"۔

"یہ ہے آپ کی مشین کا پرزہ"۔

"نہیں.... یہ اس میں ہرگز فٹ نہیں آ سکتا"۔ اس نے

"آپ لے جا کر آزمائیں"۔

اس کے کہنے پر میں وہ پرزہ خرید لایا.... اور مشین میں فٹ کر کے دیکھا' میری حیرت کی اس وقت انتہا نہ رہی جب وہ پرزہ اس طرح فٹ آگیا جیسے بنایا ہی اس کے لیے گیا تھا۔

"اس کے بعد بھی میں نے اس ادارے کے کئی چکر کاٹے.... ہر بار مجھے عجیب سا احساس ہوا.... آخر میں آپ کے پاس آیا ہوں"۔

یہ تھی اس سائنس دان کی کہانی.... اس کے بعد میں نے آفتاب اور آصف کو وہاں بھیجا کہ وہ جا کر جائزہ لیں"۔ یہاں تک کہہ کر انسپکٹر کامران مرزا خاموش ہو گئے۔

"پھر اب آپ کا کیا پروگرام ہے"۔

"میں دیکھنا چاہتا ہوں.... آخر یہاں وہ کون سی عجیب بات ہے.... جو ان لوگوں کو پریشان کر کے رکھ دیتی ہے"۔

"بظاہر تو یہاں کوئی ایسی بات نہیں"۔ فرحت بڑبڑائی۔

انہوں نے پورا ادارہ چھان مارا.... آخر تھک ہار کر انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"ہم کچھ بھی محسوس نہیں کر پائے.... میرا خیال ہے' میں جب یہاں کام ہو رہا ہو گا.... تب آکر دیکھیں گے"۔

"اوہ ہاں! یہ ٹھیک رہے گا.... بلکہ آپ اس سائنس دان کو ساتھ کیوں نہیں لے آتے"۔

"بھئی وہ کوئی اتنا بڑا سائنس دان نہیں ہے.... وہ تو یہاں کوئی گڑبڑ بھی محسوس نہیں کر سکتا' اگر اس پرزے والے واقعہ پیش نہ آجاتا"۔

"چلیے پھر.... صبح سہی لیکن میں آفتاب اور آصف کے لیے بہت پریشان ہوں"۔

"پریشان میں بھی ہوں.... لیکن ہم کر ہی کیا سکتے ہیں"۔

"ہم انہیں تلاش تو کر سکتے ہیں.... اور کروا سکتے ہیں.... سادہ لباس والے پورے شہر میں ان کی تلاش میں نکل سکتے ہیں"۔

"ٹھیک ہے.... ہم ایسا ضرور کریں گے"۔

انہوں نے شاہد کو ہدایات دیں اور خود بھی ان کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے.... پوری رات چھان بین میں گزر گئی.... لیکن ان کا سراغ نہ لگ سکا.... آخر دوسرے روز صبح ادارے کھلنے کے وقت پر وہ وہاں جا دھمکے.... دونوں میک اپ میں تھے۔

"کیا خیال ہے.... ان کے والا تجربہ پھر دہرایا جائے"۔ انسپکٹر کامران مرزا مسکرائے۔

"کوئی فائدہ نہیں انکل.... ہم تعاقب کرنے میں پھر ناکام ہو

جائیں گے"۔ فرحت نے گھبرا کر کہا۔

"ہاں! یہ ٹھیک ہے.... ویسے ہی ذرا سیر کر کے دیکھ لیتے ہیں"۔

وہ ادھر ادھر گھومتے رہے.... آخر انسپکٹر کامران مرزا نے شو روم سے ایک پرزہ پسند کیا.... کسی ملازم نے کوئی اعتراض نہ کیا.... حالانکہ وہ کسی مشین کے لیے تو لے ہی نہیں رہے تھے.... کاؤنٹر پر اس کی قیمت ادا کر کے وہ باہر نکل آئے۔

"کیا خیال ہے.... فرحت"۔

"وہی جو آفتاب اور آصف کا تھا"۔

"مطلب یہ کہ اس ادارے میں کچھ نہ کچھ غیر انسانی بات ضرور ہے"۔

"لیکن کیا.... سوال تو یہ ہے"۔

"میں اندازہ لگانے کی کوشش کر رہا ہوں.... اچھا فرحت.... آؤ میں نے ایک اور تجربہ کرنے کا فیصلہ کیا ہے"۔

"ہم ادھر تجربے کر رہے ہیں اور ادھر آفتاب اور آصف کا خدا جانے کیا حال ہو گا"۔

"ہم ان تک پہنچنے کی کوشش کر رہے ہیں فرحت.... میں بھی ان کے لیے کم بے چین نہیں ہوں"۔

"خیر.... جیسے آپ کی مرضی ہے.... آپ کیا تجربہ کرنا چاہتے ہیں"۔

"باہر آ جاؤ"۔

وہ فرحت کو لے کر سڑک کے دوسری طرف آ گئے اور اپنی ر میں بیٹھ گئے.... انہوں نے وقت گزارنے کے لیے ادھر ادھر چکر نے شروع کیے یہاں تک کہ ادارہ بند ہونے کا وقت ہو گیا.... وہ ر کھڑے رہے.... لوگ نکل نکل کر جانے لگے.... لیکن ملازمین ے کوئی بھی باہر نہ نکلا.... یہاں تک انہوں نے دروازہ بند تے دیکھا۔

"یہ کیا ہوا.... ملازمین تو اندر ہی رہ گئے"۔ انسپکٹر کامران بولے۔

"حیرت ہے.... صرف دروازے پر چوکیدار کھڑا رہ گیا ہے"۔

"تو کیا ملازمین رات کو اندر ہی رہتے ہیں"۔

"لیکن رات جب ہم نے اندر کی تلاشی لی تھی تو کوئی ملازم نظر نہیں آیا تھا"۔

"تب پھر آج رات ہم پھر اندر کی تلاشی لیں گے"۔

"تو کیا آپ انکل شاہد کو بلانا پسند کریں گے"۔

"نہیں.... ہم خود ہی یہ کام کریں گے.... آؤ.... عقبی سمت

میں میں ایک پائپ دیکھ چکا ہوں"۔
وہ پائپ کے ذریعے اندر داخل ہوئے.... زینے کے ذریعے
نیچے اترے.... انہیں یہ دیکھ کر حد درجہ حیرت ہوئی کہ اندر ایک
ملازم بھی نہیں تھا.... کل کی طرح عمارت سنسان پڑی تھی۔
"اب تم کیا کہتی ہو فرحت"۔
"میرے لیے تو یہاں سوائے حیرت کے اور کچھ نہیں ہے....
اس لیے میرا دل گھبرا رہا ہے.... کہیں کوئی مسئلہ نہ بن جائے"۔
"اب جو بھی ہوتا ہے ہو جائے.... مجھے پرواہ نہیں.... ہاں
فرحت.... میں نے ایک اندازہ قائم کیا ہے.... اور وہ یہ کہ یہ
عمارت ریموٹ کنٹرول ہے"۔
"جی کیا مطلب؟"
"اس عمارت میں جگہ جگہ آلات نصب ہیں.... جس جگہ
آفتاب اور آصف کو رکھا گیا ہے نا.... وہاں سے اس عمارت کو بھی
اچھی طرح دیکھا جا رہا ہے"۔
"گویا ہماری نقل و حرکت ان کی نظروں میں ہے"۔
"ہاں! لیکن اس کے باوجود ہم اپنا کام جاری رکھیں گے....
فرحت.... ہمیں یہاں ایک عدد تہ خانہ تلاش کرنا ہے"۔
"تہ خانہ"۔ اس کے منہ سے نکلا۔

"ہاں! تہ خانہ اس لیے کہ تمام ملازمین اس تہ خانے میں
ہیں"۔
"اور تہ خانے میں ان کے دم نہیں گھٹتے"۔ فرحت نے
حیران ہو کر کہا۔
"نہیں گھٹتے ہوں گے، تبھی وہ وہاں آرام کر رہے ہیں"۔
"لیکن کیوں.... وہ اپنے گھروں کو بھی تو جا سکتے ہیں"۔
"ہو سکتا ہے، ان کے گھر ہوں ہی نا"۔ وہ بولے۔
"یہ کیسے ہو سکتا ہے؟" فرحت کے لہجے میں حیرت تھی
"بھئی ہونے کو اس دنیا میں کیا نہیں ہو سکتا"۔ وہ
مسکرائے۔
"یہ کیا! آپ آج ہمارے انداز میں باتیں کر رہے ہیں"۔
"اور کیا کروں.... آفتاب اور آصف کی کمی محسوس کر رہا
ہوں نا"۔
اب انہوں نے تہ خانے کی تلاش شروع کر دی.... لیکن
بہت دیر تک کوشش کرنے کے بعد بھی تہ خانے کا راستہ نہ مل سکا۔
"ہو سکتا ہے.... میرا خیال غلط ہو.... اور یہاں کوئی تہ خانہ
نہ ہو"۔
"تب پھر ادارے کے لیے کام کرنے والے ملازم کہاں

ہیں“۔

”ہاں! یہ بھی ہے.... جائیں تو جائیں کہاں“۔ انہوں نے گنگنانے کے انداز میں کہا۔

”اوہو.... یہ کیا؟“ فرحت کے لہجے سے بے پناہ جوش ٹپک اٹھا۔

انسپکٹر کامران مرزا نے فوراً اس سمت میں دیکھا‘ جس طرف فرحت دیکھ رہی تھی.... انہیں دیوار میں کوئی چیز چمکتی محسوس ہوئی.... یوں لگا جیسے دیوار کے اندر کوئی چیز ہو.... جب کہ دیوار مشین کی نہیں تھی۔

”حیرت ہے.... دیوار میں کیا چیز چمک رہی ہے“۔ یہ کہہ کر وہ بے ساختہ دیوار کی طرف بڑھے۔

”ایک منٹ انکل.... پہلے یہ دیکھ لیں کہ اس میں کرنٹ تو نہیں ہے“۔

”اوہ ہاں“۔ یہ کہہ کر انہوں نے ننھا پیچ کس نکالا اور اس کا سرا دیوار میں لگا کر دیکھا.... دوسرے ہی لمحے وہ گھبرا گئے.... کیونکہ دیوار میں اس جگہ بڑا زبردست کرنٹ موجود تھا۔

”اف مالک! اگر میں دیوار کو ہاتھ لگا دیتا تو کہاں ہوتا“۔

”وہیں ہوتے انکل جہاں اللہ کو منظور ہوتا“۔

”یہ بات بھی ہے.... لیکن اب اس دیوار کا کرنٹ کس طرح ختم کریں“۔

”مین سوئچ آف کر کے“۔

”ہاں! یہ ٹھیک رہے گا“۔

اب انہوں نے مین سوئچ کی تلاش میں نظریں دوڑائیں.... آخر کار وہ برآمدے میں نظر آ گیا.... جونہی انہوں نے سوئچ آف کیا‘ عمارت تاریکی میں ڈوب گئی.... اور خود وہ بھی ایک دوسرے کو دیکھنے کے قابل نہ رہے.... انسپکٹر کامران مرزا نے پنسل ٹارچ روشن کی اور اس دیوار کے پاس آئے.... اب پھر انہوں نے پیچ کس سے دیوار کو چھوا.... کرنٹ اب بھی موجود تھا۔

”مین سوئچ بند کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہوا.... اس میں کرنٹ بدستور موجود ہے“۔

”تو پھر مین سوئچ آن کر دیا جائے“۔

”ہوں ٹھیک ہے.... دبا آؤ جا کر“۔

فرحت مین سوئچ دبانے کے لیے باہر چلی گئی.... لیکن اس کی واپسی نہ ہوئی اور نہ سوئچ دبایا گیا.... وہ بے چین ہو گئے۔

”فرحت.... کیا بات ہے.... تم نے اب تک سوئچ نہیں دبایا“۔

فرحت کی طرف سے جب انہیں کوئی جواب نہ ملا تو ان کا دل زور سے دھڑکا اور پھر وہ بے تحاشہ باہر کی طرف بھاگے.... ایسے میں ان کے ٹارچ والے ہاتھ سے کوئی چیز ٹکرائی.... ٹارچ ان ہاتھ سے نکل گئی.... اور عمارت بالکل تاریکی میں ڈوب گئی۔

"فرحت!" وہ بولے۔

لیکن انہیں فرحت کی طرف سے کوئی جواب نہ ملا.... ایسے میں ان کے سر پر ایک بھاری چیز ماری گئی.... وہ چکرا گئے.... لیکن پھر سنبھل گئے۔

"کون ہے.... سامنے آکر مقابلہ کرو بزدل"۔

"ہاہاہا"۔ جواب میں کوئی دبی ہنسی ہنسا۔

ساتھ ہی عمارت روشن ہو گئی.... انہوں نے چاروں طرف دیکھا.... کوئی بھی نظر نہ آیا.... نہ ہی فرحت کہیں نظر آئی۔

"تم کون ہو دوست.... سامنے آؤ"۔ وہ نرم آواز میں بولے۔

ساتھ ہی نہ کھی کھی شروع کر دی۔

"یار کھل کر ہنس لو.... کوئی منع کر رہا ہے تمہیں"۔

اچانک انہیں محسوس ہوا.... کوئی ان کی طرف بڑھ رہا ہے.... لیکن وہ انہیں نظر نہیں آ رہا تھا.... انہیں اپنے رونگٹے

کھڑے ہوتے محسوس ہوئے.... وہ یک دم فرش پر گرے اور لڑھکتے چلے گئے.... حملہ آور کا مکا دیوار پر لگا.... انہیں یوں محسوس ہوا جیسے پوری عمارت ہل کر رہ گئی ہو۔

وہ سناٹے میں آ گئے.... ایک تو انہیں دشمن نظر نہیں آ رہا تھا.... دوسرے وہ طاقتور اس قدر تھا کہ وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے.... ان حالات میں ان کے رونگٹے کھڑے نہ ہوتے تو کیا ہوتا.... ایسے میں ایک آواز ابھری۔

"فرحت نچلی منزل میں پڑی ہے.... جا کر اٹھا لیں"۔

یہ آواز انہیں جانی پہچانی لگی.... اگرچہ بولنے والا آواز بدل کر بول رہا تھا۔

"لیکن تم کون ہو"۔

"اس عمارت کا محافظ.... تم اور تم جیسے ان گنت لوگ مل کر بھی اس عمارت کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے"۔

"اوہ اچھا.... اور آفتاب اور آصف کہاں ہیں؟"

"انہیں بھی تم پر ترس کھا کر چھوڑا جا رہا ہے.... آئندہ اس عمارت کا رخ کیا.... تو پھر ان کی شکل نہیں دیکھ سکو گے.... اب چلتے پھرتے نظر آؤ.... بنے پھرتے ہیں انسپکٹر کامران مرزا.... میں تو انسپکٹر کامران مرزا جیسے ان گنت لوگوں کو ناکوں چنے چبوا چکا

ہوں"۔

"بھئی واہ... شوق تو مجھے بھی ہے"۔ انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"کس بات کا"۔ آواز گونجی۔

"چنے چبانے کا... وہ بھی ناکوں"۔

"اس وقت میں آرام کے موڈ میں ہوں... آپ پھر کسی وقت آیئے گا... آپ کا شوق پورا کر دیا جائے گا... کچھ اور لوگوں کو بھی اگر شوق ہو تو انہیں بھی ساتھ لیتے آیئے گا"۔

"اچھی بات ہے... میں اس وقت فرحت، آصف اور آفتاب کی وجہ سے جا رہا ہوں... ورنہ آپ سے دو دو ہاتھ کیے بغیر جانے کو دل نہیں چاہ رہا"۔

"کوئی بات نہیں ... یہ ادارہ باقی ہے... میں بھی باقی ہوں اور آپ لوگ بھی"۔ ہنس کر کہا گیا۔

انسپکٹر کامران مرزا لفٹ کے ذریعے نچلی منزل پر پہنچے... انہوں نے دیکھا... فرحت، آفتاب اور آصف بے ہوش پڑے تھے... اور ان کے پاس ایک چیز پڑی چمک رہی تھی۔

○☆○

بہت بڑی گڑبڑ

نزدیک آتے ہی اس نے سب کو گھور کر دیکھا، پھر چلا کر بولا۔

"میں آپ لوگوں کو ایک بار پھر یہ بتانے کے لیے آیا ہوں کہ میں کاشف رضا ہوں... عامر قبول نہیں ہوں... ارے یہ کون ہے؟" اس نے چونک کر کہا... کیونکہ اس کی نظر عامر قبول پر پڑ گئی تھی۔

"مم... میں عامر قبول"۔ اس نے گھبرا کر کہا۔

"یہ ہوئی نا بات... یہی تو میں اتنی دیر سے ان لوگوں کو بتا رہا تھا... کہ میری شکل ضرور بدل گئی ہے، لیکن میں ہوں کاشف رضا... اب دیکھ لیں... کاشف رضا کی شکل و صورت والا آدمی خود کو عامر قبول کہ رہا ہے... اب تو میری بات مان لیں"۔ اس نے چلا کر کہا۔

"کیا مان لیں اور کیا نہ مان لیں، ہم تو خود کو گھن چکر محسوس

کر رہے ہیں"۔ ایک عورت نے کہا۔

"آپ کی شکلیں آپس میں بدل گئی ہیں' فی الحال تو یہی کہا جا سکتا ہے.... مسٹر کاشف رضا آپ صبح میرے دفتر آئے تھے"۔

"بالکل آیا تھا.... خدا کا شکر ہے کہ آپ تو میری بات کی تصدیق کر رہے ہیں"۔ کاشف رضا بولا۔

"کیا... یہ تصدیق کرنے سے کیا ہوتا ہے.... جب کہ ہمارے کاشف رضا یہ کھڑے ہیں"۔ ایک عورت اس کی طرف بڑھی۔

"نن نہیں.... میں عامر قبول ہوں"۔ وہ گھبرا کر پیچھے ہٹا۔

"آپ دونوں اور آپ سب ذرا دیر کے لیے خاموش ہو جائیں.... ہم ابھی وضاحت کیے دیتے ہیں.... بلکہ آیئے ہم اندر چل کر بیٹھتے ہیں.... یہاں تو ہم لوگوں کو جمع کر لیں گے"۔

"اوہ ہاں! یہ ٹھیک رہے گا"۔ کاشف رضا بولا۔

"چلیے خیر.... لیکن زبردستی آپ کسی کو کاشف رضا نہ بنا دیجیے گا"۔

"نہیں.... زبردستی کچھ نہیں ہو گا"۔

وہ اندر آ گئے.... سب ڈرائنگ روم میں بیٹھ گئے.... انسپکٹر جمشید نے سب پر ایک نظر ڈالی' پھر بولے۔

"مسٹر کاشف رضا صبح میرے دفتر آئے تھے.... اس وقت ا

کی شکل و صورت نہیں بدلی تھی.... کیونکہ میرے پاس جو صاحب آئے تھے.... ان کی شکل و صورت ان جیسی تھی"۔ انہوں نے عامر قبول کی طرف اشارہ کیا۔

"بالکل ٹھیک"۔ کاشف رضا نے فوراً کہا۔

"انہوں نے بتایا کہ فیصل پور شہر غائب ہو گیا ہے.... وہ اس کی طرف سفر کر کے جاتے ہیں' لیکن فیصل پور نہیں آتا.... بلکہ اس کی بجائے' ایک صحرا آ جاتا ہے.... یہ بات عجیب ترین تھی.... میں نے خود ان کے ساتھ جانے کا فیصلہ کر لیا.... چنانچہ ہم روانہ ہوئے اور عین وقت پر فیصل پور شہر پہنچ گئے.... اب یا تو کاشف رضا نے مجھ سے غلط بات کی تھی یا ان کے اپنے ساتھ کوئی چکر چل گیا تھا.... بہرحال اس وقت تو میں نے انہیں فارغ کر دیا.... شام کو میرے گھر عامر قبول صاحب آئے.... ان کا کہنا تھا کہ انہیں ان کا گھر نہیں مل رہا.... میں ان کے گھر کی تلاش میں ان کے ساتھ نکلا.... لیکن ہم گھر نہیں پہنچ سکے.... اور اس دوران اچانک ان کی شکل بدل گئی.... یہ مجھے کاشف رضا نظر آنے لگے.... میں نے کہا کہ یہ تو وہ ہیں.... جو صبح میرے پاس آئے تھے.... میں نے جب یہ بات انہیں بتائی تو یہ بہت حیران ہوئے.... یہاں تک کہ ہم نے انہیں آئینہ دکھایا.... تب جا کر انہیں معلوم ہوا کہ ان کی شکل بدل

گئی ہے.... ادھر شاید اسی طرح کاشف رضا کی شکل عامر قبول کی ہو
گئی تھی اور آپ لوگوں نے انہیں بطور کاشف رضا قبول کرنے سے
انکار کر دیا تھا.... لہٰذا آپ سب حضرات ذرا صبر سے کام لیں....
کاشف رضا جو اس وقت عامر قبول کے روپ میں ہیں.... ا
یہاں رہنے دیں.... عامر قبول صاحب کو ہم ساتھ لے جاتے ہیں....
ان کا گھر مل گیا تو وہاں پھر یہی ہنگامہ ہوگا.... ان کے گھر والے ب
انہیں عامر قبول کے طور پر قبول نہیں کریں گے.... بہرحال.... ا
کا بھی کچھ کر لیا جائے گا.... پہلے تو مسئلہ ہے ان کے گھر کی تلاش
جو کسی طرح حل نہیں ہو رہا.... خدا جانے ہمارے شہر کو کیا ہو گیا
ہے.... ایسا لگتا ہے جیسے کوئی گھر اپنی جگہ پر رہ ہی نہ گیا ہو....
تک شہر کی کیا صورت حال بن گئی ہے.... کچھ کہا نہیں جا سکتا۔
آپ لوگوں کی سمجھ میں بات آ گئی"۔

"آ تو گئی.... لیکن یہ سب کچھ لگتا بہت عجیب ہے"۔

"آپ عجیب کہہ رہے ہیں.... یہاں تو غریب بھی لگ ر
ہے"۔ فاروق نے منہ بنایا۔

"اچھا ٹھیک ہے.... ہم انہیں یہاں رہنے دیتے ہیں....
انہیں کس طرح جانے دیں.... جو کاشف رضا نظر آ رہے ہیں"۔

"یہ فی الحال یہیں رہنے چاہئیں.... انہیں بھی یہیں...

ان کا گھر بھی میں تلاش کرا دینے کی کوشش کروں گا"۔

"چلیے ٹھیک ہے"۔

آخر کار وہ وہاں سے باہر نکلے۔

"مجھے تو اپنا سر پکتا محسوس ہو رہا ہے"۔ محمود نے بوکھلائے
ہوئے انداز میں کہا۔

"چلو اچھا ہے.... کچا نہیں رہ جائے گا.... توڑ کر استعمال کر
سکیں گے"۔ فاروق نے کہا۔

"کک.... کیا چیز؟" خان رحمان بولے۔

"جی.... محمود کا سر"۔

"کیا بات کرتے ہو یار"۔ خان رحمان ہنسے۔

"اب ہم کیا کریں"۔

"پروفیسر انکل کے ہاں چلتے ہیں.... انہیں اپنے ساتھ لے
چلتے ہیں.... شاید وہ اس معاملے میں ہماری کچھ مدد کر سکیں.... ورنہ
... تک تو سارے شہر کا نظام درہم برہم ہو جائے گا"۔ فرزانہ نے
کہا۔

"اللہ اپنا رحم فرمائے"۔ انسپکٹر جمشید بولے اور گاڑی کا رخ
تجربہ گاہ کی طرف کر دیا۔

"لیکن.... یہ بھی تو ضروری نہیں کہ ہم تجربہ گاہ پہنچ

جائیں"۔

"دیکھا جائے گا.... ہو سکتا ہے.... نکلیں تجربہ گاہ کی تلاش میں اور پہنچ جائیں عامر قبول کے گھر"۔

"ارے ہاں! ابھی اس کا گھر بھی تو تلاش کرنا ہے"۔

"یہ کام سادہ لباس والوں کے ذمے لگاتا ہوں.... اب ہمیں دوسرے کام کرنا ہوں گے"۔

یہ کہہ کر انہوں نے اکرام کو فون کیا۔

"ہیلو اکرام.... سناؤ کیا حال ہے"۔

"پتا نہیں سر"۔

"کیا مطلب؟"

"آپ حال چال پوچھ رہے ہیں.... لیکن میں دفتر میں بند ہو کر رہ گیا ہوں"۔

"کیوں! کیا ہوا"

"کوئی بہت بڑی گڑبڑ"۔

"کیا مطلب.... کس گڑبڑ کی طرف اشارہ کر رہے ہو بھئی"

"میں گھر جانے کے لیے روانہ ہوتا ہوں.... لیکن پہنچ نہیں پاتا.... گھبرا کر واپس دفتر آ جاتا ہوں کہ کہیں واپس دفتر بھی نہ سکوں"۔

انہیں ہنسی آ گئی.... انسپکٹر جمشید نے کہا۔

"یہ معاملات تو پتا نہیں کتنے لوگوں کے درمیان چل رہے ہیں.... تم اپنے گھر کی فکر چھوڑو.... دوسروں کے گھروں کی فکر کرو"۔

"جی کیا مطلب!"

"اپنے ماتحتوں کے ذریعے ذرا عامر قبول کا گھر تو تلاش کرا دو.... پتا ہے B-109 راجہ باغ"۔

"اس طرح تو میں اپنا گھر بھی تلاش کرا سکتا ہوں"۔

"اجازت ہے.... لگے ہاتھوں یہ کام بھی کر ڈالو.... اور جونہی عامر قبول کا گھر ملے.... مجھے فون کر دینا"۔

"بہت اچھا سر"۔ اس نے کہا اور انہوں نے ریسیور رکھ دیا۔

اب وہ تجربہ گاہ کی طرف روانہ ہوئے.... کچھ دیر تک تو سڑک جانی پہچانی رہی.... پھر سڑک کے آثار بدل گئے۔

"یہ تو ہم کسی اور سڑک پر آ نکلے"۔ انسپکٹر جمشید نے بوکھلا کر کہا۔

"ارے باپ رے.... اس کا مطلب تو پھر یہ ہوا کہ اب ہمیں پروفیسر انکل کی تجربہ گاہ بھی تلاش کرنا ہے"۔ فاروق نے

بوکھلا کر کہا۔

"ایک منٹ.... اباجان.... آپ انہیں فوراً فون کریں"۔

"اچھا"۔ وہ بولے اور فون پر ان کے نمبر گھمانے لگے....

جلد ہی ان کی آواز سنائی دی۔

"کہنے کو میں پروفیسر داؤد ہوں.... لیکن یقین سے کچھ کہہ نہیں سکتا.... ویسے' آپ کون صاحب ہیں۔

"میں انسپکٹر جمشید بات کر رہا ہوں"۔

"کون انسپکٹر جمشید.... میں کسی انسپکٹر جمشید کو نہیں جانتا"۔

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں"۔

"پتا نہیں.... مجھے کچھ معلوم نہیں کہ میں کیا کہہ رہا ہوں.... ویسے آپ کون ہیں؟"

"بتایا تو ہے ابھی کہ میں انسپکٹر جمشید ہوں"۔ وہ بولے۔

"ہوں گے.... مجھے کیا"۔

"حد ہو گئی.... آپ محمود' فاروق اور فرزانہ کو جانتے ہیں"۔

"جی نہیں تو.... یہ کون لوگ ہیں؟"

"بس ہو گیا کام سیدھا"۔

"چلو شکر کریں.... آپ کا کام تو سیدھا ہوا.... یہاں تو ہر کام

الٹا ہوتا نظر آ رہا ہے"۔

"اچھا شائستہ کہاں ہے؟"

"کک کون شائستہ.... دیکھئے.... آپ کوئی بھی ہیں.... مجھے بلاوجہ پریشان کر رہے ہیں.... بند کیجئے فون.... میں تنگ آیا ہوا ہوں"۔

"آپ کی تجربہ گاہ تو ٹھیک ہے"۔

"کک.... کون سی تجربہ گاہ.... کس کی تجربہ گاہ.... کیسی تجربہ گاہ"۔

"اچھا آپ اس وقت کہاں سے بات کر رہے ہیں"۔

"یہ کوئی گھر ہی لگتا ہے.... لیکن میرا اپنا نہیں ہے.... کسی دوسرے کا لگتا ہے.... مطلب یہ کہ میں نہیں جانتا کہ میں اس وقت کہاں ہوں"۔

"لیکن آپ کے پاس یہ فون کیسے ہے"۔

"یہ اس فون کی مہربانی ہے.... جو میرے ساتھ چمٹا ہوا ہے.... ورنہ ہر چیز نے ساتھ چھوڑ دیا ہے"۔

"آپ ہیں تو پروفیسر داؤد نا"۔

"پتا نہیں.... یہاں کتنے پروفیسر داؤد پھرتے ہیں"۔ وہ بولے۔

"اب آپ کو بھی تلاش کرنا پڑے گا"۔ انسپکٹر جمشید نے

سرد آہ بھری۔

"انہیں اپنا سر گھومتا محسوس ہوا"۔

"یہ ہمارے شہر میں ہو کیا رہا ہے"۔

"کہیں دوسرے شہروں میں بھی ایسا ہی حال نہ ہو"۔ فرزانہ نے بوکھلا کر کہا۔

"فون کر کے معلوم کر لیتے ہیں"۔

یہ کہ کر انسپکٹر جمشید نے دوسرے شہر میں اپنے ایک دوست کو فون کیا.... جلد ہی جواب ملا.... دوست نے بتایا کہ وہاں سب خیریت ہے.... انہوں نے سکون کا سانس لیا کہ دوسرے شہر مصیبت سے بچے ہوئے ہیں۔

اب انہوں نے پروفیسر داؤد کی تلاش شروع کر دی.... بہت دیر تک کوشش کرنے کے بعد بھی کچھ نہ بنا.... الٹا وہ شہر میں نہ جانے کہاں نکل آئے۔

"اب ہم کہاں ہیں"۔

"ہم وہاں ہیں جہاں سے ہم کو بھی کچھ ہماری خبر نہیں آتی"۔ فاروق نے گنگنانے کے انداز میں کہا۔

"اب شاید ہم اپنے گھر بھی نہ پہنچ سکیں"۔

"کریں گے بھی کیا.... اب امی جان کو فون ضرور کر دینا

چاہیے کہ ہمارا انتظار نہ کریں"۔

"ہاں ٹھیک ہے"۔

انہوں نے گھر کے نمبر ملائے.... دوسری طرف سے بیگم جمشید کی آواز سنائی دی۔

"جی فرمائیے"۔

"بیگم.... اب میں کیا فرماؤں.... اپنا حال سناؤ"۔

"یہاں ہر طرح سے خیریت ہے"۔

"مطلب.... ہمارا گھر بالکل ٹھیک ٹھاک ہے"۔

"جی ہاں! کیوں.... کیا ہمارے گھر کو کچھ ہونے والا تھا"۔

"نن نہیں.... لیکن ہم اپنے گھر نہیں پہنچ سکتے"۔

"اللہ اپنا رحم فرمائے.... یہ دن بھی دیکھنا تھا کہ لوگ اپنے گھر نہ پہنچ سکیں گے"۔

"ادھر پروفیسر داؤد بھی گم ہیں.... ان کی تجربہ گاہ کا بھی کچھ پتا نہیں مل رہا"۔

"ارے باپ رے.... کم از کم آپ انہیں ضرور تلاش کریں"۔ انہوں نے گھبرا کر کہا۔

"اچھا.... ہم کوشش کرتے ہیں.... یہ کہ کر انہوں نے فون بند کر دیا".... اور بولے۔

"فرزانہ! جلدی بتاؤ.... ہم پروفیسر انکل کے گھر تک کس طرح پہنچ سکتے ہیں"۔

"مم.... میں بتاؤں"۔

"ہاں بالکل.... ترکیبیں بتانا جب کام ہی تمہارا ہے"۔

"ہوں خیر.... میں سوچنا شروع کرتی ہوں"۔

"محمود، فاروق تم بھی غور کرو"۔

"کرنے کو ہم کر لیتے ہیں.... لیکن ان حالات میں بے چارہ غور بھی کیا کرے گا"۔ فاروق نے منہ بنایا۔

"اوہو.... یار کمال ہے.... ان حالات میں بھی تمہیں مذاق کی سوجھ سکتی ہے"۔

"اور کوئی کام جو کرنے کا نہیں رہا"۔ فاروق مسکرایا۔

آخر تینوں سوچ میں ڈوب گئے.... پھر فرزانہ نے ہی پہلے اٹھایا.... وہ پرجوش انداز میں بولی۔

"میرے ذہن میں ایک ترکیب آئی تو ہے"۔

"جلدی بتاؤ.... کہیں وہ بھی تمہارے ذہن سے پھسل جائے"۔

"نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے.... میں اس ترکیب کو سے پھسلنے نہیں دوں گی"۔

"ارے تو بتاؤ نا"۔

"آپ انہیں فون کریں اور کہیں کہ وہ شائستہ کو ساتھ لے کر گھر سے نکل آئیں اور مغل مینار کے نیچے پہنچ جائیں"۔

"لیکن وہ مغل مینار تک کیسے پہنچ سکیں گے"۔

"مغل مینار کو دیکھتے ہوئے.... اس مینار کو شہر کے ہر حصے سے دیکھا جا سکتا ہے"۔

"بات تو دل کو لگتی ہے"۔

یہ کہ کر انہوں نے پروفیسر داؤد کے نمبر ملائے.... اچانک ان کی پیشانی پسینے سے بھیگی نظر آنے لگی۔

○☆○

خبردار

"ارے باپ رے انکل"۔ شوکی کے منہ سے نکلا۔

"ارے باپ رے انکل.... یہ کیا بات ہوئی"۔ سب انس

ہارون نے گھبرا کر کہا۔

"یہ.... یہ مر چکا ہے"۔

"ہاں! میں بھی یہ دیکھ رہا ہوں.... شاید اس کے پاس ز
تھا.... اس نے وہ پھانک لیا ہے"۔

"جی نہیں.... کوئی باہر سے آیا اور اس کا کام تمام کر کے
گیا"۔ شوکی مسکرایا۔

"کوئی باہر سے آیا.... نہیں جناب.... یہ غلط ہے"۔

کانسٹیبل نے کہا۔

"تو آپ یہ کہتے ہیں باہر سے کوئی نہیں آیا' بلکہ
خودکشی کی ہے"۔

"ہاں بالکل!" کانسٹیبل فوراً بولا۔

"جب اسے حوالات میں بند کیا تھا' تو کیا اس کی تلاشی اچھی
طرح سے لی گئی تھی.... تاکہ اس کے پاس کوئی ایسی چیز نہ ہو کہ وہ
خودکشی کر سکے"۔

"ہاں ٹھیک ہے' اچھی طرح تلاشی لی گئی تھی"۔

"تب پھر.... اس نے خودکشی کیسے کی.... کس چیز سے کی"۔

شوکی بولا۔

"بات تو معقول ہے"۔

"اس نے کسی خفیہ جیب میں زہر چھپا رکھا ہو گا.... تلاشی
کے دوران ہم سے چوک ہو گئی' اس کے سوا کیا کہا جا سکتا ہے"۔

"ٹھیک ہے.... یہی بات ہے"۔ انسپکٹر ہارون نے کہا۔

"کیوں جناب! کیا آپ انسپکٹر نہیں بننا چاہتے"۔

"کیا مطلب؟" انسپکٹر ہارون نے چونک کر کہا۔

"سب انسپکٹر سے' انسپکٹر آپ اسی صورت میں بن سکتے ہیں
جب آپ اپنی عقل استعمال کریں گے"۔

"کیا کہا.... تو میں اپنی عقل استعمال نہیں کرتا"۔ ہارون نے
آنکھیں نکالیں۔

"جی ہاں! یہی بات ہے"۔ شوکی مسکرایا۔

"آخر کیا کروں؟" وہ نرم پڑتے ہوئے بولا۔

"اگر آپ غور کریں تو آپ بھی یہ بات دھڑلے سے کہہ سکتے ہیں کہ بانکے کو ختم کرنے کے لیے کوئی باہر سے آیا تھا"۔

"میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا"۔

"آپ اچھی طرح غور کریں.... دیکھیں.... بانکے کے آس پاس"۔

"دیکھ چکا ہوں"۔ اس نے منہ بنایا۔

"اگر دیکھ چکے ہیں تو پھر آپ کو جوتے کے یہ تازہ نشانات کیوں نظر نہیں آئے"۔

"کون سے تازہ نشانات.... یہ تو ہم میں سے کسی کے بھی ہو سکتے ہیں"۔

"یہ معلوم کرنا کیا مشکل ہے کہ یہ نشانات ہم میں سے کسی کے ہیں یا نہیں.... سب کے جوتوں کے نشانات بنوا کر دیکھ لیں"۔

"بب.... بات تو ٹھیک ہے"۔ ہارون نے کہا۔

اور پھر سب کے جوتوں کے نشانات بنا کر دیکھے گئے.... لیکن ان نشانات سے کوئی نشان نہ مل سکا۔

"اب آپ کیا کہتے ہیں"۔

"واقعی! تم بہت عجیب ہو.... انسپکٹر کاشان بلاوجہ تمہاری تعریف نہیں کرتے"۔

ہارون اپنے ماتحتوں کی طرف گھوما.... اس نے انہیں کھا جانے والی نظروں سے گھورا.... پھر اس کی نظریں اس پر جم گئیں.... جس کی ڈیوٹی دروازے کے باہر تھی۔

"ہاں! تم بتاؤ وہ کون تھا اور تم نے اسے میری اجازت کے بغیر حوالات کی سلاخوں تک کیوں جانے دیا"۔

"مم.... میں.... وہ.... وہ"۔

"ان ٹوٹے پھوٹے حروف سے جملہ بنانے کی کوشش رائیگاں جائے گی"۔ آفتاب بولا۔

"وہ لمبے قد کا ایک آدمی تھا.... اس نے میرے آگے ہاتھ جوڑ دیئے تھے کہ وہ بانکے سے کچھ بات کرنا چاہتا ہے.... صرف پندرہ سیکنڈ لگائے گا"۔

"اور تم نے اسے اندر آنے دیا"۔

"مم.... میں.... وہ.... وہ"۔

"اس کی تلاشی لیں.... ابھی معلوم ہو جائے گا کہ اس لمبے آدمی سے اس نے کتنی رشوت وصول کی ہے"۔

"اوہ ہاں"۔ ہارون نے چونک کر کہا۔

تلاشی لینے پر اس کی جیب سے پانچ ہزار روپے نکل آئے۔

"اب تم کیا کہتے ہو"۔

"یہ.... یہ میرے اپنے ہیں"۔

"اب اتنا جھوٹ نہ بولو.... یہ بات تو تم تسلیم کر ہی چکے ہو کہ تم نے کسی لمبے آدمی کو میری اجازت کے بغیر حوالات تک جانے کی اجازت دی تھی.... لہٰذا گرفتار تو تم اتنی بات سے بھی کیے جاؤ گے.... لیکن بہتر رہے گا کہ تم سچ بول دو.... اس لمبے آدمی کا درست حلیہ بتا دو۔ اگر تمہاری مدد سے ہم اسے گرفتار کر سکے تو اس صورت میں تم شاید جیل جانے سے بچ جاؤ"۔

"ٹھیک ہے.... میں تسلیم کرتا ہوں.... اس نے آتے ہی پانچ ہزار نوٹ میری جیب میں ٹھونس دیئے تھے اور کہا تھا کہ یہ پانچ ہزار ہیں.... میں بانکے سے صرف ایک بات کروں گا"۔

یہ کہ کر وہ سیدھا حوالات کی طرف چلا گیا تھا اور میں چپ چاپ کھڑا رہ گیا تھا.... یہ سوچ کر کہ چلو.... بانکے سے ایک بات ہی تو کرے گا"۔

"اور تم نے یہ نہیں سوچا کہ ایک بات تو وہ میری اجازت سے بھی کر سکتا تھا.... اسے پانچ ہزار روپیہ خرچ کرنے کی ضرورت کیا تھی"۔

"بس! لالچ"۔ اس نے کہا۔

"خیر.... فی الحال تم اس کا حلیہ بتاؤ"۔

"وہ لمبے قد کا سیاہ رنگ کا آدمی تھا.... بہت دبلا پتلا.... یوں لگتا تھا جیسے کہ ہڈیوں پر گوشت ہو ہی نہ.... بال بھی گہرے سیاہ تھے.... آنکھیں سیاہ چھوٹی اور اندر کو دھنسی ہوئیں.... ناک لمبی نوک آگے کو جھکی ہوئی"۔

"بس! اتنا ہی حلیہ کافی ہے.... تم نے چنگو کا حلیہ بتایا ہے"۔ سب انسپکٹر ہارون نے برا سا منہ بنایا۔

"کیا فرمایا آپ نے.... وہ چنگو تھا"۔

"اب ایکٹنگ نہ کرو.... چنگو سے تمہیں کئی بار ملتے جلتے دیکھا گیا ہے.... مجھ تک بھی یہ شکایت پہنچی تھی، لیکن میں نے تمہیں نہیں کہا تھا.... آج یہ بات ثابت ہو گئی.... گرفتار کر لو اس الو کو"۔

"یہ.... یہ آپ کیا کر رہے ہیں سر.... آپ نے تو ابھی وعدہ کیا تھا"۔

"ہاں کیا تھا.... لیکن اس وقت جو کچھ ہوا.... اچانک نہیں.... چنگو نے باہر رک کر ضرور تم سے اشاروں میں بات کی تھی.... اور پھر تم نے مسکرا کر اسے آگے آنے کی اجازت دی.... کیا تم چنگو سے ہوٹل ریحان میں نہیں ملتے رہتے"۔

کانسٹیبل کا رنگ سیاہ پڑ گیا.... اس کے ہاتھوں میں ہ

ہتھکڑیاں پہنا دی گئیں۔

"مجھے تو اب فوری طور پر ہوٹل ریحان جانا ہو گا.... آپ کا کیا پروگرام ہے.... ویسے آپ کا شکریہ.... اگر آپ جوتوں کے نشانات کی طرف توجہ نہ دلاتے تو میں یہ بات ہرگز معلوم نہ کر پاتا کہ اس قتل میں چنگو کا ہاتھ ہے"۔

"چنگو تو صرف کرائے کا قاتل ثابت ہو گا جناب.... یہ معاملہ تو بہت زیادہ گہرا ہے.... یہ شخص یعنی بانکا.... وہ آئینہ حاصل کرنے آیا تھا.... جو غلطی سے سیٹھ عابد کے ہاں پہنچ گیا.... آئینہ جانا کہیں اور تھا اور پہنچ گیا ان کے گھر.... لہٰذا بانکے کی خدمات حاصل کی گئیں.... جب بانکا پکڑا گیا تو اسے ختم کرنے کے لیے چنگو کو گانٹھا گیا"۔

"آخر آئینے کا کیا چکر ہے"۔

"سیٹھ عابد کو ایک ایسا آئینہ ملا ہے.... جس میں وہ خود کو دیکھ نہیں سکتے.... وہی نہیں.... کوئی بھی اس آئینے کے سامنے کھڑا ہو جائے.... اس کا عکس آئینے میں نظر نہیں آتا"۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے"۔

"یہی تو دیکھنا ہے کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے.... سیٹھ عابد اس لیے ہمیں اپنے گھر لے گئے تھے.... اسی وقت وہاں یہ بانکا ٹپکا

پڑا.... اور آپ کو بلانا پڑا"۔

"لیکن وہ آئینہ ان کے پاس کہاں سے آیا"۔

"آئینہ لانے والوں نے بتایا تھا کہ آئینہ بطور تحفہ ان کے دوست جاوید جبار نے بھیجا ہے.... لیکن بعد میں جب سیٹھ عابد کو اس آئینے میں اپنا عکس نظر نہ آیا تو اس نے اپنے دوست سے رابطہ کیا.... لیکن اس نے بتایا کہ اس نے کوئی آئینہ نہیں بھیجا"۔

"عجیب بات ہے"۔ ہارون بڑبڑایا۔

"جی ہاں! بہت عجیب"۔

جلد ہی وہ ہوٹل ریحان کے سامنے اترے.... پولیس کی گاڑیوں نے لوگوں کو ان کی طرف متوجہ کر دیا.... لیکن وہ ادھر ادھر دیکھے بغیر سیدھے کاؤنٹر پر گئے۔

"ہمیں چنگو سے ملنا ہے"۔

"چنگو یہاں کہاں صاحب"۔

"بکواس مت کرو.... وہ یہاں اکثر آتا ہے"۔ ہارون نے منہ بنایا۔

"ج.... جی گاہک کے طور پر تو یہاں کوئی بھی آ سکتا ہے"۔

"نہیں.... اس کا خاص تعلق ہے ہوٹل سے"۔ سب انسپکٹر ہارون نے آنکھیں نکالیں۔

"جی نہیں.... اس کا کچھ بھی تعلق ہوٹل سے نہیں ہے.... کھانا کھانے یا چائے پینے ضرور آجاتا ہے"۔

"ہمیں ہوٹل کے مالک سے ملوا دو"۔

"جی.... اچھا"۔ اس نے گھبرا کر کہا اور فون کا ریسیور اٹھا کر کسی سے بات کی.... فون پر اس نے بتایا کہ سب انسپکٹر ہارون آئے ہیں اور ملنا چاہتے ہیں۔

دوسری طرف کی بات سن کر اس نے ریسیور رکھ دیا اور بولا۔

"آئیے سر.... میں آپ کو ان تک لے چلتا ہوں"۔

"ہم خود چلے جائیں گے"۔

"جی نہیں .... آپ کو وہاں تک پہنچنے میں اس طرح وقت ہو گی"۔

"اچھا ٹھیک ہے.... آگے آگے چلو"۔ سب انسپکٹر ہارون نے کہا۔

وہ اس کے پیچھے چلتے ہوئے ایک کمرے کے دروازے تک پہنچے.... دستک کے جواب میں اندر سے آواز آئی۔

"اندر تشریف لے آئیں"۔

وہ اندر داخل ہو گئے.... آبنوس کی میز کے پیچھے ایک شاندار کرسی پر بھاری بھرکم سا آدمی بیٹھا تھا۔

"آئیے انسپکٹر صاحب.... یہ آپ کن لوگوں کو ساتھ لیے پھر رہے ہیں"۔ اس نے شوکی برادرز کو دیکھ کر برا سا منہ بنایا۔

"کیوں کیا بات ہے.... آپ انہیں جانتے ہیں"۔

"اچھی طرح.... یہ بہت خطرناک ہیں"۔

"لگتا تو نہیں"۔ سب انسپکٹر ہارون نے کہا۔

"آپ دراصل انہیں جانتے نہیں .... غالباً" آج پہلی بار ملاقات ہوئی ہے"۔

"یہ تو خیر ٹھیک ہے"۔

"آپ ہماری بات نہ کریں.... اپنی کریں.... اور انسپکٹر صاحب کو یہ بتائیں.... چنگو کہاں ہے"۔

"چنگو ہمارا مستقل گاہک ہے.... لیکن اس وقت ہوٹل میں نہیں ہے.... میں پہلے ہی بیروں سے پوچھ چکا ہوں.... مجھے معلوم تھا کہ آپ اس کے بارے میں پوچھ رہے ہیں"۔

"تو وہ یہاں نہیں ہے"۔ سب انسپکٹر ہارون نے کہا۔

"جی نہیں.... بے شک آپ تلاشی لے لیں"۔

"نہیں" اس کی ضرورت نہیں.... لیکن آپ ہمیں اس کا پتا دے ہی سکتے ہیں"۔

"پتا.... جی نہیں.... مجھے اس کا پتا نہیں معلوم"۔

"ہوں خیر.... کوئی بات نہیں.... آپ اتنا تو کر سکتے ہیں کہ جونہی وہ آئے.... ہمیں فون کر دیں"۔

"جی ہاں! کیوں نہیں.... قانون کی مدد کرنا تو میرا فرض ہے"۔

"شکریہ.... آیئے بھئی شوکی چلیں"۔

"کیوں نہ ہم ہوٹل کی تلاشی بھی لے لیں"۔ شوکی بولا۔

"لیکن تلاشی کے لیے ہمیں وارنٹ حاصل کرنا ہوں گے"۔

"تو پھر جائیں.... وارنٹ لے آئیں"۔

"کیا مطلب"۔ سب انسپکٹر ہارون چونکا۔

"وارنٹ لے آئیں.... اس ہوٹل کی تلاشی بہت ضروری ہے"۔

"مجھے کوئی اعتراض نہیں.... آپ بغیر وارنٹ کے ہی تلاشی لے لیں"۔ ہوٹل کے مالک نے کہا۔

"شکریہ مسٹر ریحان.... اس کی ضرورت نہیں .... میرا خیال ہے شوکی اب ہمیں چلنا چاہیے.... یہ بے چارے تو وارنٹ کے بغیر تلاشی دینے کو تیار ہیں"۔

"تو پھر لے لیتے ہیں.... ان کی پیش کش سے فائدہ اٹھا لینے

ہیں"۔ مکھن جلدی سے بولا۔

"لیکن اس کی ضرورت کیا ہے"۔

"آپ کے خیال میں ضرورت نہیں ہے؟" شوکی نے سوالیہ انداز میں کہا۔

"بالکل نہیں"۔

"لیکن ہمارے خیال میں ضرورت ہے"۔ شوکی بولا۔

"آخر کیا ضرورت ہے.... یہ بھی تو بتائیں"۔

"میرے خیال میں چنگو یہیں ہے"۔

"کیا بات کرتے ہیں.... چنگو اگر یہاں سے برآمد ہو جائے تو میں بیس ہزار روپے ہارتا ہوں۔

"بہت خوب! مسٹر ریحان اپنی زبان پر قائم رہنا"۔

"ہاں ہاں کیوں نہیں.... آپ چنگو کو یہاں سے برآمد کر دیں"۔

"اب تو آپ کو کوئی اعتراض نہیں"۔ شوکی نے ہارون کی طرف دیکھا۔

"نہیں.... بالکل نہیں"۔

"شکریہ.... آؤ بھئی.... ذرا چنگو کو اس کمرے سے نکال لائیں"۔

"یہ بے ہوشی حد درجے پراسرار ہے.... ہمیں مزید کچھ ٹیسٹ لینا پڑیں گے"۔

"ٹھیک ہے"۔ انہوں نے کہا۔

"آپ یا تو یہاں کہیں آرام کریں.... یا گھر چلے جائیں"۔

"اچھی بات ہے"۔

وہ کمرے سے نکل آئے.... ایسے میں ہسپتال کا ایک ملازم ان کی طرف آیا۔

"آپ انسپکٹر کامران مرزا ہیں نا"۔

"ہاں"۔ وہ بولے۔

"آپ کا فون ہے"۔

"اوہ اچھا"۔ انہوں نے کہا اور اس کے ساتھ چلتے ہوئے فون تک آئے۔

"کیوں.... ہوش نہیں آیا نا"۔ فون سے دبی ہوئی آواز ان کے کانوں میں آئی۔

"ہاں! نہیں آیا"۔

"تو میری خدمات حاصل کریں.... بچوں کو کیمفر سونگھائیں.... ابھی ہوش میں آجائیں گے"۔

"شکریہ.... آپ عجیب دشمن ہیں"۔

"میرا عجیب ہونا تو ابھی اور زیادہ آپ لوگوں کو محسوس ہو گا"۔

"آخر آپ سامنے کیوں نہیں آجاتے"۔

"سامنے بھی آؤں گا.... ابھی وقت نہیں آیا"۔

"آپ کا منصوبہ کیا ہے.... آپ چاہتے کیا ہیں؟"

"آپ کے شہر پر جلد ہی اس ادارے کی حکومت ہو گی"۔

"کیا مطلب؟"

"بس! اس ادارے کا حکم چلے گا"۔

"اسی لیے تو آپ لوگوں کو موقع دے رہا ہوں.... یہ کہ آپ بھی اس وقت زندہ سلامت اس ملک میں موجود ہوں اور اس ادارے کے ملازم ہوں.... بلکہ آپ لوگ بھی اس ادارے کا حکم ماننے پر مجبور ہوں.... تو کتنا مزا آئے گا"۔

"آپ نے اب تک نہیں بتایا.... مقصد کیا ہے آپ کا اس ے"۔

"نہیں بتایا جا سکتا"۔

"اچھی بات ہے"۔ انہوں نے کہا اور فون رکھ کر ان کے کمروں کی طرف بڑھ گئے۔

"آپ نے اب تک ان تینوں کو کیمفر تو نہیں سونگھایا نا"۔

"جی کیا فرمایا.... مغز مار بیٹھیں گے.... مغز کو مارنے کے لیے بیٹھنے کی ضرورت کیوں ہوتی ہے ابا جان"۔

"اب تم سے کون.... اوہو میں بھی یہی کہنے لگا تھا.... یار میں اس وقت گہری سوچ میں ہوں اور تم ہو کہ میری سوچ کو گڑبڑائے دے رہے ہو.... بلکہ ڈگمگائے دے رہے ہو"۔

"لیکن ہم کشتی میں کب ہیں"۔ آفتاب بولا۔

"بہت خوب.... یہ ہوئی نا بات"۔ آصف چونکا۔

"یہ ہوئی نا بات.... کون سی بات ہوئی.... یہ بھی تو بتاؤ"۔

"اگرچہ ان لوگوں نے ہمیں بے ہوش کر دیا تھا.... لیکن مجھے ایسا احساس ہوا جیسے بے ہوشی کی حالت میں ہمیں کشتی میں لے جایا گیا تھا.... یعنی لانچ میں"۔

"حد ہو گئی.... اب یہ حضرت بے ہوشی کی حالت میں بھی محسوس کرنے لگے"۔ آفتاب بھنا اٹھا۔

"اب میں کیا کہوں.... یہ تو صرف ایک احساس ہے.... جو غلط بھی ہو سکتا ہے"۔

"تب پھر چلو.... ساحل سمندر پر چلتے ہیں.... ذرا تفریح رہے گی"۔

"یہ آپ کیسے کہہ سکتے ہیں"۔ فرحت مسکرائی۔

"کیا کیسے کہہ سکتا ہوں"۔

"یہ کہ تفریح رہے گی.... ہمارے ہاں تفریح صاحبہ ذرا مشکل ہی ہوتی ہیں"۔

"بات کو ادھر ادھر کر دینے میں تم لوگ ماہر ہو.... میرا ارادہ اگرچہ اس وقت اس ادارے کی طرف پھر جانے کا تھا.... لیکن اب لانچ والی بات سن کر میں شدت سے اپنے اندر خواہش پا رہا ہوں کہ سمندر کی سیر کی جائے"۔

"تو پھر بسم اللہ کریں"۔ آفتاب نے کندھے اچکائے۔

اور وہ اسی وقت ساحل پر پہنچ گئے.... پہلے انہوں نے ایک لانچ کرائے پر لی.... پھر ساحل کے ساتھ ساتھ سیر کرتے بہت دور نکل گئے۔

"کبھی کسی لانچ کی پراسرار نقل و حرکت کو محسوس تو نہیں کیا آپ نے"۔ انسپکٹر کامران مرزا نے لانچ ڈرائیور سے کہا۔

"پراسرار نقل و حرکت؟" وہ حیران ہو کر بولا۔

"ہاں! پراسرار نقل و حرکت"۔

"اگر آپ کا اشارہ منشیات کی تجارت کی طرف ہے تو لانچوں کے ذریعے یہ کاروبار عام ہے.... وہ پولیس کو باقاعدہ اس کا حصہ دیتے ہیں.... لہٰذا انہیں کوئی پوچھنے والا نہیں ہوتا"۔

"نن.... نہیں.... میں ایسی بات نہیں سوچ رہا.... آپ لانچ لے جائیں.... میں واپسی پر آپ لوگوں کو یہیں ملوں گا"۔

"لیکن اگر ہمیں دیر ہو جائے.... تو پھر آپ اپنے گھر چلے جایئے گا.... آپ کی لانچ اس ساحل پر اگلے دن مل جائے گی.... یا اس سے اگلے دن"۔

"ٹھیک ہے.... جتنے دن بھی آپ لگائیں گے.... میں اتنے دن کا کرایہ کاٹ کر باقی رقم آپ کے حوالے کر دوں گا"۔

"ہمیں کوئی اعتراض نہیں"۔ وہ مسکرائے۔

اور پھر وہ لانچ سے اتر گیا.... انسپکٹر کامران مرزا ڈرائیونگ سیٹ پر جا بیٹھے.... اب لانچ اس سمت میں روانہ ہوئی۔

"انکل ہم آصف کے بے ہوشی کے دوران ایک احساس پر کام کر رہے ہیں.... کیا ایسا کرنا درست ہو گا"۔ فرحت بولی۔

"اگر اس طرح ہم کچھ حاصل نہ کر سکے تو زیادہ سے زیادہ ناکام ہو رہیں گے نا.... اور تو کچھ نہیں ہو گا"۔ انہوں نے کہا اور فرحت لاجواب ہو گئی۔

آخر وہ اس ساحل پر پہنچ گئے.... جس کے بارے میں اس لانچ والے نے بتایا تھا کہ وہ پراسرار ہے.... انہوں نے آس پاس کا جائزہ لیا۔

"جگہ تو واقعی پراسرار سی ہے.... ہو سکتا ہے' یہ صرف میرا وہم ہو"۔ آصف نے ڈرے ڈرے انداز میں کہا۔

"مم.... میں بھی خوف محسوس کر رہی ہوں"۔ فرحت بولی۔

"سچ مچ یا مذاق کر رہے ہو"۔ آفتاب گھبرا اٹھا۔

"نہیں! ہم مذاق کے موڈ میں نہیں ہیں"۔

"تب پھر مجھے بھی خوف محسوس ہو رہا ہے.... اباجان.... آپ کیا کہتے ہیں"۔ آفتاب نے کہا۔

"میں خوف محسوس نہیں کر رہا.... ہاں الجھن ضرور محسوس کر رہا ہوں.... اس جگہ میں کوئی نہ کوئی بات ضرور ہے.... لیکن خیر.... اس جگہ پر ہم بعد میں غور کریں گے.... پہلے ہم ذرا سمندر کی سیر کر لیں.... آخر آصف اور آفتاب کو کہاں لے جایا گیا تھا.... ویسے تم اس عمارت کو باہر سے دیکھ کر پہچان نہیں سکو گے"۔

"جی نہیں.... صرف اندر سے پہچان سکتے ہیں"۔

"دونوں کو ساتھ ہی رکھا گیا تھا نا"۔

"جی ہاں بالکل.... فرق صرف یہ ہے کہ میں پہلے وہاں پہنچا تھا.... آصف بعد میں آیا تھا"۔

"ہوں.... خیر.... دیکھا جائے گا"۔

اب انہوں نے سمندر میں سفر شروع کیا.... وہ دور نکل

فتنہ

"کیوں اباجان.... کیا ہوا؟"

"تجربہ گاہ میں گھنٹی بج رہی ہے.... لیکن پروفیسر صاحب فون نہیں اٹھا رہے ہیں۔"

"ہو سکتا ہے وہ فون کے پاس نہ ہوں.... غسل خانے میں ہوں.... یا کسی اور کام میں پھنسے ہوئے ہوں۔"

"نہیں.... وہ فون کے بالکل قریب موجود ہیں.... لیکن اٹھا نہیں سکتے۔"

"کیا مطلب.... آپ یہ بات کس طرح کہہ سکتے ہیں کہ وہ فون کے بالکل پاس موجود ہیں۔" محمود نے حیران ہو کر کہا۔

"انہوں نے یہ بات مجھے بتائی تھی کہ اگر وہ ریسور نہ اٹھا سکیں اور ہوں بھی فون کے قریب.... یعنی دشمنوں نے انہیں باندھ کر فون کے قریب ڈال رکھا ہو تو پھر فون کی گھنٹی عام انداز میں

نہیں بجے گی.... ان کے جسم سے لگے ایک آلے کی مدد سے اس کی آواز میں تبدیلی ہو جائے گی.... لہٰذا ہم مدد کو پہنچ سکتے ہیں.... لیکن اس وقت صورت حال یہ ہے کہ ہم ان تک نہیں پہنچ سکتے.... کیونکہ تجربہ گاہ اس وقت نہ جانے شہر کے کس حصے میں ہے۔"

"اس کا مطلب ہے.... ہمارے پروفیسر انکل کو بھی بے بس کر دیا گیا ہے اور ہم ان کی مدد کو نہیں پہنچ سکتے۔" محمود کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

"ہاں.... لیکن.... میرا خیال ہے کہ ہم ان کی مدد کو پہنچ سکتے ہیں۔"

"اور.... وہ کیسے؟" انسپکٹر جمشید جلدی سے بولے۔

"ہیلی کاپٹر میں بیٹھ کر۔"

"اوہ ویری گڈ.... پروفیسر صاحب کی تجربہ گاہ ہیلی کاپٹر سے دیکھی جا سکتی ہے۔" وہ اچھل پڑے۔

جلد ہی وہ ہیلی کاپٹر میں بیٹھے شہر کو اوپر سے دیکھ رہے تھے.... میناروں اور گنبدوں کو دیکھ کر وہ تجربہ گاہ کا اندازہ کرنے لگے.... آخر انہیں تجربہ گاہ نظر آ ہی گئی.... ہیلی کاپٹر اس وقت خان رحمان اڑا رہے تھے۔

"ٹھیک ہے خان رحمان.... نیچے اترنا شروع کر دو.... رسی کی سیڑھی کے ذریعے پہلے صرف میں تجربہ گاہ کی چھت پر اتروں گا"۔

"ہوں اچھا"۔

"لیکن اباجان! ہم ہیلی کاپٹر کا کیا کریں گے.... کیوں نہ ہیلی کاپٹر کو تجربہ گاہ کی چھت پر اتار دیا جائے"۔

"یہ کسی طرح مناسب نہیں رہے گا"۔

"جیسے آپ کی مرضی"۔ فرزانہ نے کندھے اچکائے۔

خان رحمان ہیلی کاپٹر کو نیچے لے آئے' یہاں تک کہ وہ تجربہ گاہ کی چھت سے کچھ ہی اوپر رہ گیا.... اب ان کے لیے سیڑھی لٹکائی گئی.... انہوں نے خدا حافظ کہا اور نیچے اترنے لگے.... نیچے ان گنت لوگ گردنیں اوپر کئے اس منظر کو دیکھ رہے تھے.... آخر وہ چھت پر کود گئے.... خان رحمان ہیلی کاپٹر کو اوپر اٹھا لے گئے۔ اب وہ اس کو تجربہ گاہ کے اوپر چکر دینے لگے۔

ادھر انسپکٹر جمشید نے چھت پر اتر کر ادھر ادھر دیکھا.... کہیں بھی کوئی عجیب بات نظر نہ آئی.... زینے کا رخ کیا تو وہ دوسری طرف سے بند ملا.... وہ اس صورت حال کے لیے پہلے ہی تیاری کر کے آئے تھے.... جیب سے انہوں نے ریشم کی ڈوری نکالی اور اس

کو صحن میں نیچے لٹکا دیا.... دوسرے ہی لمحے وہ اس پر سے پھسلتے ہوئے نیچے جانے لگے.... جونہی ان کے پیر فرش پر لگے.... وہ ساکت رہ گئے۔

○☆○

"بہت دیر ہو گئی.... اباجان کی طرف سے نہ تو کوئی جواب ملا.... اور نہ کوئی اور بات ہوئی.... اب مجھ سے تو رہا نہیں جا رہا.... انکل مہربانی فرما کر آپ مجھے بھی اتار دیں"۔

"لیکن دیکھ لو.... کہیں جمشید مجھ پر نہ بگڑیں"۔

"اگر وہ آپ پر بگڑنے لگیں گے تو ہم ان سے درخواست کریں گے کہ وہ پہلے ہم پر بگڑیں"۔ فاروق مسکرایا۔

"اچھا! جیسے تمہاری مرضی"۔

"اب محمود ان کے ہی انداز میں اترا.... چھت کا جائزہ لینے کے بعد وہ بھی صحن والی منڈیر پر آیا.... وہاں ریشم کی ڈوری لٹکی دیکھ کر وہ چونک اٹھا۔

"اس کا مطلب ہے.... اباجان نیچے اترے تھے.... اس کے بعد ان کے ساتھ کیا ہوا.... یہ معلوم نہیں.... اور یہ معلوم کرنے کے لیے مجھے نیچے جانا ہو گا"۔

آخر وہ بھی رسی کے ذریعے نیچے پھسلتا چلا گیا.... جونہی اس کے پیر فرش پر لگے.... اس کا اوپر کا سانس اوپر اور نیچے کا نیچے گیا.... پھر نہ جانے کیا ہوا.... وہ اپنے ہوش کھو بیٹھا۔

○☆○

"انکل.... بہت دیر ہو گئی.... میں بہت بے چین ہوں" فاروق نے کہا۔

"میں سمجھ گیا"۔ خان رحمان نے منہ بنایا۔

"آپ کیا سمجھ گئے؟"

"یہ کہ تم بھی چلے جاؤ گے.... پھر فرزانہ بھی اتر جائے گی۔ پہلے تم مجھے یہ بتا دو.... جب میں بالکل اکیلا رہ جاؤں گا.... اس وقت مجھے کیا کرنا ہو گا"۔

"کرنا کرانا کیا ہے.... آپ ہیلی کاپٹر کو نیچے اتار دیجئے گا۔ اور پھر یا تو آپ بھی تجربہ گاہ میں آ جائیے گا.... یا پھر واپس چلے جائیے گا"۔

"یہ تو خیر نہیں ہو گا"۔

"کیا نہیں ہو گا"۔

"یہ کہ میں واپس چلا جاؤں"۔

"تب پھر جو آپ کے جی میں آئے وہ کر لیجئے گا"۔

"میں ابھی بتائے دیتا ہوں"۔

"چلیے بتا دیں"۔ فرزانہ مسکرائی۔

"میں ہیلی کاپٹر تجربہ گاہ کی چھت پر اتار دوں گا اور خود بھی نیچے پہنچ جاؤں گا.... جو سب کا حال ہو گا.... وہ میرا ہو جائے گا"۔

"ہوں خیر.... جیسے آپ کی مرضی"۔ فاروق نے کہا۔

اور ایک بار پھر وہ ہیلی کاپٹر کو نیچے لے آئے.... ان گنت لوگ اب بھی نیچے کھڑے اوپر دیکھ رہے تھے.... وہ حیران تھے کہ یہ ہو کیا رہا ہے.... فاروق بھی نیچے اتر گیا.... اسے گئے ہوئے کافی دیر ہو گئی.... اب فرزانہ کی باری آئی.... اس وقت خان رحمان بولے۔

"آخر میری باری بھی آ ہی گئی"۔

"میرا مشورہ یہ ہے انکل.... آپ نہ اتریے گا.... بلکہ آپ انکل کامران مرزا کو فون کر دیجئے گا.... وہ آ جائیں تو ان کے ساتھ شامل ہو کر ہم تک پہنچئے گا"۔

"نہیں میں اتنی دیر تک انتظار نہیں کر سکوں گا"۔

"اچھا پھر جیسے آپ چاہیں کریں"۔

فرزانہ بھی نیچے اتر گئی.... خان رحمان پہلے تو چکر کاٹتے رہے.... پھر انہوں نے ہیلی کاپٹر چھت پر اتار دیا.... یہ بات انہیں

معلوم تھی کہ تجربہ گاہ کی چھت کوئی عام چھت نہیں ہے.... وہ شہر
کی مضبوط ترین عمارتوں میں سے ایک تھی.... لہٰذا انہوں نے بے
دھڑک ہیلی کاپٹر چھت پر اتار دیا.... زینہ بند پا کر وہ بھی رسی کے
ذریعے نیچے اتر گئے.... جونہی ان کے پاؤں فرش پر لگے.... ان کا منہ
کھلے کا کھلا رہ گیا.... ان کے سامنے پروفیسر داؤد ہاتھ میں کوئی عجیب
چیز لیے کھڑے تھے.... ساتھ ہی انہوں نے اس عجیب چیز کا بٹن دبا
دیا۔
بٹن دبنے کی دیر تھی.... وہ تڑ سے گرے اور بے ہوش ہو
گئے۔

○☆○

ہوش میں آئے تو وہ ایک کمرے میں بند تھے اور ایک
سا انسان ایک سٹول پر بیٹھا انہیں مسکرا مسکرا کر دیکھ رہا تھا.... اس
کی آنکھوں میں شرارت ہی شرارت تھی.... یوں لگتا تھا جیسے
شرارت اس کی آنکھوں میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی.... سب
سے پہلے ہوش انسپکٹر جمشید کو آیا تھا.... انہوں نے اپنے با
ساتھیوں کو دیکھا.... وہ سب مکمل طور پر بے ہوش تھے۔
"آپ کون ہیں؟"
"میں فتنہ ہوں"۔

"وہ تو خیر آپ نظر ہی آ رہے ہیں"۔
"میرا مطلب ہے.... میرا نام بھی فتنہ ہے"۔ اس نے کہا۔
"اوہ.... نام بھی فتنہ' کام بھی فتنہ"۔
"ہاں! آپ نے ٹھیک کہا.... ابھی آپ کے ساتھیوں کو ہوش
میں آنے میں دیر لگے گی.... لہٰذا آپ بھی آرام کریں"۔
"ہم لوگ ہیں کہاں؟"
"ایک ایسی جگہ جہاں آپ اپنی دنیا سے کوئی رابطہ قائم نہیں
کر سکتے"۔
"آپ کا مطلب ہے.... ہم اپنے وطن میں نہیں ہیں"۔
"پتا نہیں! آپ کا وطن کون سا ہے.... باس نے ابھی تک
بتایا نہیں"۔
"آپ کے باس نے آپ کو نہیں بتایا.... گویا آپ کے ایک
عدد باس بھی ہیں"۔
"ہاں خوش قسمتی سے مجھے وہ باس ملا ہے کہ جس کی مثال
دنیا میں نہیں ملتی"۔ اس نے کہا۔
"ان کا نام؟"
"نام جان کر آپ کیا کریں گے.... بس اتنا جان لیں کہ وہ
میرے باس ہیں.... اور جب آپ میرے کمالات دیکھیں گے تو آپ

یہ دعا کریں گے کہ میرے باس سے آپ لوگوں کا سامنا ہی نہ ہو پائے"۔

"کیا مطلب؟"

"میں نے بتایا نا..... میرا نام فتنہ ہے"۔

"گویا نہ تو آپ اپنے باس کا نام بتائیں گے..... نہ یہ بتائیں گے کہ ہم اپنے وطن میں ہیں یا نہیں..... چلیے یہ بتا دیں..... یہ سب چکر کیا ہے؟"

"چکر اتنا گہرا ہے کہ اس کی گہرائی میں ڈوب کر بھی آپ لوگ اس کے بارے میں کوئی اندازہ نہیں لگا پائیں گے"۔

"آپ کو یہ بات کیسے معلوم ہے؟" انسپکٹر جمشید نے کہا۔

"جن کا چلایا ہوا چکر ہے..... انہیں نہیں معلوم ہو گا تو پھر معلوم کیسے ہو گا"۔

"مان گیا بھئی..... آپ کو"۔ وہ مسکرائے۔

آخر باری باری سب کو ہوش آ گیا..... انسپکٹر جمشید انہیں فتنہ کے بارے میں بتاتے رہے۔

"سوال یہ ہے کہ اب پروگرام کیا ہے..... ہم سب ہوش میں آ گئے ہیں"۔

"آپ لوگ اس وادی کی سیر کرنا چاہئیں تو کر سکتے ہیں.....

لیکن اس وادی سے باہر جانے کی کوشش نہ کیجئے گا..... جونہی آپ کوشش کریں گے..... اسی وقت سے میرا کام شروع ہو جائے گا"۔

"آپ کا کام..... کیا مطلب"۔ فاروق نے حیران ہو کر پوچھا۔

"ہاں! میرا کام ہو گا آپ لوگوں کو وادی کے اندر رکھنا"۔

"گویا آپ ہمیں وادی سے باہر جانے سے روکیں گے"۔

"ہاں!" اس نے پر اعتماد لہجے میں کہا۔

"کیوں مذاق کرتے ہیں"۔

"یہ مذاق نہیں..... چاہیں تو آپ کو اسی وقت نمونہ دکھا دوں"۔

"نمونہ..... وہ کیسے"۔

"میں چاہوں تو آپ لوگ اس کمرے سے بھی باہر نہیں جا سکیں گے"۔

"ارے! کیا واقعی"۔

"ہاں واقعی"۔

"تو پھر میرا خیال ہے..... پہلے تجربہ کر لیا جائے..... سیر بعد میں ہو گی"۔

"جیسے آپ کی مرضی..... میرا خیال یہ تھا کہ آپ وادی کی سیر کر لیں..... گھوم پھر لیں..... کچھ کھا پی لیں..... لیکن اگر آپ پہلے

تجربہ کرنا چاہتے ہیں تو آپ کی مرضی.... میں آپ کو کیسے سمجھا سکتا ہوں"۔

"اچھا.... میں باہر جا رہا ہوں.... آپ صرف مجھے روک کر دکھا دیں"۔ فاروق نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"ضرور.... کیوں نہیں"۔ اس نے اب بھی سٹول سے حرکت نہ کی۔

فاروق اٹھا.... اس نے پہلے تو یہ اندازہ لگایا کہ وہ ہاتھ پیر بالکل درست انداز میں ہلا سکتا ہے یا نہیں.... جب اس نے یہ جان لیا کہ وہ بالکل ٹھیک ہے.... اور کسی قسم کی کوئی کمزوری محسوس نہیں کر رہا تو پھر اس نے دروازے کی طرف دوڑ لگا دی.... دروازہ پہلے ادھ کھلا تھا.... اور اس میں سے سامنے ایک کشادہ برآمدہ نظر آ رہا تھا.... لیکن ابھی وہ دروازے تک نہیں پہنچا تھا کہ فقنے کا جسم حرکت میں آیا.... وہ تیر کی طرح فاروق کی طرف گیا.... فاروق کی پیٹھ سے ٹکرایا اور واپس سٹول پر آ کر بیٹھ گیا۔

فاروق کے جسم کو ایک زبردست جھٹکا لگا' وہ نیچے گرا اور لڑھکتا ہوا اس جگہ جا پہنچا جہاں سے اس نے دوڑ لگائی تھی۔

"فاروق نے دوڑ لگا کر غلطی کی.... اب میں کوشش کروں گا"۔

"فاروق تم ٹھیک تو ہو؟" محمود نے اس پر جھک کر کہا....

لیکن اس کی طرف سے کوئی جواب نہ ملا۔

"یہ بے ہوش ہے"۔ محمود بولا۔

"ہوں.... بھئی احتیاط کی ضرورت ہے.... میرے خیال میں.... ہم مسٹر فقنے کی بات مان لیتے ہیں.... پہلے ہم وادی کی سیر کر لیں.... پھر اس سے باہر جانے کی کوشش کر لیں گے"۔

"یہ آپ کہ رہے ہیں؟" محمود کے لہجے میں حیرت تھی۔

"یہ شخص گوشت پوست کا آدمی نظر نہیں آتا"۔

"غلط بالکل غلط.... یہ لیں آپ مجھے چیک کر لیں"۔

ان الفاظ کے ساتھ ہی وہ سٹول سے نیچے اتر آیا اور ان کی طرف بڑھنے لگا۔

○☆○

ارے باپ رے

"لیجیے! اب اٹھائیے ہاتھ آپ بھی.... ہمارا تو کچھ نہیں.... ہم تو یہ کام اکثر کرتے رہتے ہیں"۔ شوکی نے منہ بنایا۔

"کیا مطلب؟" سب انسپکٹر ہارون نے چونک کر کہا۔

اب انہیں ریحان کے ہاتھ میں پستول نظر آیا.... پستول کافی بڑے سائز کا اور خوفناک قسم کا تھا۔

"آپ یہ کیا کر رہے ہیں.... ہوش میں تو ہیں، قانون کے ایک محافظ پر پستول تان رہے ہیں"۔ ہارون پھنکارا۔

"تمہاری خیریت اسی میں ہے کہ ہاتھ اوپر اٹھا دو، ورنہ میں گولی چلا دوں گا"۔ وہ سرد لہجے میں بولا۔

ہارون کا رنگ اڑ گیا.... اس نے فوراً ہاتھ اوپر اٹھا دیے....

شوکی برادرز پہلے ہی ہاتھ اٹھا چکے تھے۔

"آ جاؤ بھئی چنگو.... یہ لوگ اب میری زد میں ہیں، اگر یہ یہاں سے چپ چاپ چلے گئے ہوتے تو اور بات تھی.... لیکن اب

جب کہ انہوں نے تمہاری موجودگی کو بھانپ لیا ہے تو ہم کیا کر سکتے ہیں.... سوائے اس کے جو کیا ہے"۔

"تم نے اچھا کیا دوست.... یہ لوگ لحہ بہ لحہ ہمارے لیے خطرہ بنتے جا رہے تھے"۔

"عجیب بات ہے.... اب تو دوست نظر آ رہے ہو.... تھوڑی دیر پہلے کہ رہے تھے.... چنگو صرف ہوٹل کا گاہک ہے"۔ آفتاب نے منہ بنایا۔

"دوسروں کے لیے چنگو اس ہوٹل کا گاہک ہے.... لیکن میرا یہ بہت گہرا دوست ہے"۔

"تو پھر اب ذرا کام کی بات ہو جائے.... چنگو نے حوالات میں بانکے کو ہلاک کیا ہے، بانکا سیٹھ عابد کے گھر سے آئینہ حاصل کرنا چاہتا تھا.... آپ صرف یہ بتا دیں.... آئینے کا کیا چکر ہے؟" شوکی جلدی جلدی بولا۔

"بکو مت! پستول تمہارے نہیں، میرے ہاتھ میں ہے"۔

"اس کا مطلب ہے.... تم سے کوئی بات اگلوانے کے لیے پستول میرے ہاتھ میں ہونا چاہیے"۔ شوکی نے منہ بنایا۔

"اور ایسا ہو نہیں سکتا.... ہم نے سنا ہے.... تم بہت بزدل ہو.... رہا یہ انسپکٹر.... پستول اس کے سینے کی طرف تنا ہوا ہے.... یہ

ان حالات میں کیا کر سکے گا"۔

"واقعی! یہ بات تو سوچنے کی ہے..... لیکن اس صورت میں آ
آپ کو ہمیں آئینے کے بارے میں بتا دینا چاہیے"۔

"کیا مطلب؟" وہ چونک کر بولا۔

"مطلب یہ کہ ہم تو آپ کے قابو میں ہیں..... اور اگر آپ
ہمیں بتا دیں تو کیا بگڑے گا آپ کا"۔

"بات بگڑنے وگڑنے کی نہیں ہے..... بات ہے....."

ریحان کے الفاظ درمیان میں ہی رہ گئے..... اسی وقت
آفتاب کے پاؤں سے جوتا تیر کی طرح نکلا اور ریحان کے پستول
والے ہاتھ سے جا ٹکرایا..... پستول اس کے ہاتھ سے نکل گیا..... وہ
اونچا اچھلا..... جسے انسپکٹر ہارون نے کیچ کر لیا۔

"بہت خوب! شوکی یہ ہوئی نا بات"۔ اس نے تعریف کی۔

"لیجیے..... کام میں نے دکھایا..... اور تعریف بھائی جان کی"۔
آفتاب نے جل کر کہا۔

"میں دراصل تم لوگوں کے نام بھول جاتا ہوں"۔

"خیر کوئی بات نہیں..... انکل رومان"۔ آفتاب نے کہا۔

"رومان نہیں ہارون"۔

"اوہ..... کک..... کہیں نام بھولنے والا مرض مجھے بھی تو نہیں

شروع ہو گیا"۔ آفتاب نے بوکھلا کر کہا۔

"یار اب کام کی بات کر لینے دو..... پستول خدا خدا کر کے تو
ہم لوگوں کی طرف آیا ہے..... کہیں یہ پھر ان کی طرف نہ چلا
جائے"۔ شوکی نے بھنا کر کہا۔

"ہاں! یہ بھی ٹھیک ہے"۔

عین اسی وقت سب انسپکٹر ہارون کے سر پر کوئی بھاری چیز
ماری گئی..... وہ تیورا کر گرا اور ساتھ ہی پستول اس کے ہاتھ سے
لے لیا گیا۔

"اسے کہتے ہیں بر وقت آمد"۔ ریحان چہکا۔

انہوں نے دیکھا..... دروازے سے چار لمبے تڑنگے بدمعاش
قسم کے لوگ اندر آ گئے تھے..... ان میں سے ایک کے ہاتھ میں
لکڑی کا ڈنڈا تھا۔

"بس یار! میں نے جب دیکھا کہ پستول ان کے ہاتھ میں آ
گیا ہے تو آگے آنا ضروری خیال کیا"۔ ان میں سے ایک نے کہا۔

"اب ہم کیا کریں گے..... کچھ تو کہو..... آپ کی ہی سن لیتے
ہیں"۔ شوکی بولا۔

"بس..... نکل گئی ساری ہوا"۔

"بے چاری ہوا کا کام کیا ہے"۔ آفتاب نے کہا۔

شوکی نے ایک نظر سب انسپکٹر ہارون پر ڈالی.... وہ سر پکڑے
دیئے تھا.... اب اٹھ کر بیٹھ چکا تھا.... لیکن ابھی اکڑوں بیٹھا تھا۔

"اب ان لوگوں کو باندھ لینا چاہیے"۔

عین اسی وقت کئی وزنی چیزیں ان لوگوں کے سروں سے
ٹکرائیں.... وہ تڑاتڑ گرتے چلے گئے.... یہاں تک کہ ریحان اور
چنگو بھی کھڑے نہ رہ سکے.... ان کے سروں سے ٹکرانے والی
لوہے کی گیندیں تھیں۔

وہ چونک کر مڑے تو رفعت وہاں کھڑی نظر آئی.... اور اس
کے چہرے پر معصومانہ مسکراہٹ تھی۔

"جیتی رہو رفعت"۔

"شکریہ"۔ وہ بولی۔

اب پھر پستول سب انسپکٹر ہارون نے سنبھال لیا.... ساتھ ہی
رفعت سے کہا کہ پولیس اسٹیشن کے نمبر ملائے.... اس نے نمبر بھی
بتائے.... رفعت نے نمبر ملائے' ہارون نے جلدی جلدی بات کی اور
پندرہ منٹ بعد پورا ہوٹل پولیس کے گھیرے میں تھا.... اب سب
کو گرفتار کر لیا گیا۔

"اب پولیس اسٹیشن چل کر ہی بات کریں گے.... کہیں کوئی
اور گل نہ کھل جائے.... اس گل کو تو رفعت نے مسل دیا ہے....

اب کون آئے گا مسلنے کے لیے"۔ شوکی جلدی جلدی بولا۔

"ٹھیک ہے.... چلئے چلیں"۔ سب انسپکٹر ہارون بولا۔

"ایسے نہیں انکل ذیشان"۔ آفتاب مسکرایا۔

"بھئی ہارون"۔ اس نے بھنا کر کہا۔

"اوہ ہاں! انکل ہارون.... ایسے نہیں.... آپ کی ترقی کا بھی
تو کچھ بندوبست ہو جانا چاہیے.... اس ہوٹل کی اچھی طرح تلاشی
لیں.... جس ہوٹل کے مالک کے چنگو جیسے دوست ہیں.... اور جس
نے ایسے ایسے غنڈے پال رکھے ہیں.... وہ ضرور منشیات یا جوئے
کا کاروبار کرتا ہے"۔

"بات معقول ہے"۔

ہوٹل کی تلاشی لینے پر بہت بڑی مقدار میں ہیروئن وغیرہ
پکڑی گئی.... جو تہ خانے میں تھی.... جہاں جوا ہو رہا تھا.... ان سب
جواریوں کو بھی گرفتار کیا گیا.... ہیروئن کو قبضے میں لیا گیا.... اخباری
نمائندوں کو خبر دی گئی۔

اس کے بعد کہیں جا کر وہ پولیس اسٹیشن پہنچے.... وہاں جب
چنگو کو الٹا لٹکایا گیا تو لگا چلانے۔

"ٹھہرو.... مجھے اتار دو.... میں سب کچھ بتانے کے لیے تیار
ہوں"۔

"انکل کھول دیں اسے"۔

"اسی طرح پوچھ لیتے ہیں"۔

"اس طرح مجھ سے کچھ نہیں بتایا جائے گا"۔ اس نے گ[...] کر کہا۔

"اچھی بات ہے.... کر دو اسے سیدھا"۔

اسے سیدھا کیا گیا.... اس کے چہرے پر ایک مسکراہٹ پھیل گئی.... اور پھر اس کی گردن ڈھلک گئی۔

"ارے.... یہ کیا ہوا"۔

"اسے خودکشی کہتے ہیں انکل"۔

"برا ہوا.... ہم اس سے آئینے کا راز معلوم نہ کر سکے.... اچھا انکل.... اب ہم چلتے ہیں.... امید ہے.... بہت جلد آپ کی ترقی کی خبر سننے کو ملے گی"۔

"تم بہت زبردست ہو.... بہت شان دار ہو"۔

"بس بس.... رہنے دیں.... کہیں ہم پھول کر کپا نہ ہو جائیں.... آپ تو جانتے ہیں.... آج کل لوگ پھول کر کپا ہونے والوں کو پسند نہیں کرتے"۔

اور وہ پولیس اسٹیشن سے نکل آئے۔

"یار یہ ساری جدوجہد بے کار گئی.... ارے ہاں رفعت

تم اچانک کس طرح نکل آئیں"۔

"میرا دل گھبرا رہا تھا.... میں نے انسپکٹر کاشان کو فون کر کے تم لوگوں کے بارے میں پوچھا.... انہوں نے سب انسپکٹر ہارون کے پولیس اسٹیشن فون کیا.... وہاں سے پتا چلا کہ تم لوگوں کے ساتھ ہوٹل ریحان گئے ہیں.... بس میں لوہے کے ننھے منے سے گولے لے کر وہاں پہنچ گئی.... یہ تم جانتے ہی ہو.... یہ گولے پھینکنے میں کچھ ماہر ہوں"۔

"تم نے ہمیں مشکل سے تو ضرور نکال لیا.... لیکن افسوس! ہم چنگو سے کچھ معلوم نہیں کر سکے"۔

"بھئی مجھے بتاؤ.... شاید میں چٹکی بجانے میں تمہارا مسئلہ حل کر دوں"۔

"ہاں ہاں! تمہارے پاس تو الہ دین کا چراغ ہے نا"۔

"اس زمانے میں اس چراغ کو کون پوچھتا ہے"۔

شوکی نے ساری بات رفعت کو سنائی.... سنتے ہی وہ بولی۔

"تب تو ہمیں فوراً سیٹھ عابد کے دوست جاوید جبار سے بات کرنا چاہیے.... آخر آئینے کے سلسلے میں اس کا نام کیوں لیا گیا.... اور دوسرے اس آئینے کی حفاظت کا پہلے انتظام کرنا ضروری ہے.... چنگو کی طرح کسی اور کو بھی تو بھیجا جا سکتا ہے"۔

"اوہ ہاں! یہ بھی ٹھیک ہے"۔

شوکی نے چونک کر کہا.... اس نے پہلے تو ایک پبلک فون بوتھ سے سیٹھ عابد کے نمبر ڈائل کیے.... اور سلسلہ ملتے ہی بولا۔

"السلام علیکم سیٹھ صاحب.... آئینہ تو خیریت سے ہے نا"۔

"کک.... کیا مطلب.... آئینہ تو میں نے پولیس والوں کے حوالے کر دیا ہے.... سب انسپکٹر ہارون کے آدمی آئے تھے.... اور انہوں نے بتایا تھا کہ آپ لوگ بھی وہاں ان کے پاس موجود ہیں اور یہ کہ آپ ہی آئینہ منگوا رہے ہیں.... اسی جگہ اس کی چیکنگ کی جائے گی"۔

"ارے باپ رے.... اس کا مطلب ہے.... آئینہ گیا"

شوکی نے بوکھلا کر کہا۔

"کک کیا مطلب؟" آفتاب وغیرہ ایک ساتھ بولے۔

"ایک منٹ.... سیٹھ صاحب.... ہم ابھی آپ کے ہاں رہے ہیں.... آپ گھر پر ہی ٹھہریں"۔

"اچھی بات ہے"۔

ریسیور رکھ کر وہ ان کی طرف مڑا۔

"ایک اور حادثہ ہو گیا.... جعلی پولیس والے آئینہ اڑے"۔

"دھت تیرے کی"۔ آفتاب نے کہا اور جھلا کر ران پر ہاتھ مارا۔

"میں محمود بھائی کو بتاؤں گی"۔

"وہ یہاں کہاں"۔

"جب بھی ملاقات ہو گی.... بتا دوں گی"۔

"لیکن ہم نے تو یہ فیصلہ کر رکھا ہے کہ اب تمہیں دفتر میں چھوڑ کر جایا کریں گے.... تاکہ تم دفتر کا کام سنبھالو"۔

"میں نے دیکھ لیا ہے وہ کام کر کے.... مجھ سے نہیں ہوتا"۔

"اچھا خیر.... اس موضوع پر بعد میں بات کریں گے"۔

وہ سیٹھ عابد کے گھر پہنچے.... وہ پائیں باغ میں بے تابی کے عالم میں ٹہل رہے تھے، انہیں دیکھ کر بولا۔

"آئیے بھئی آئیے.... ارے اب آپ پانچ ہو گئے"۔

"جی بس! ہم چار بھی ہیں اور پانچ بھی"۔

"آئینے کی آپ نے عجیب سنائی.... کیا وہ لوگ گاڑی پر آئے تھے"۔

"ہاں! پولیس جیپ میں"۔

"اور آپ نے آئینہ ان کے حوالے کر دیا"۔

"اور کیا کرتا"۔

"آپ پولیس اسٹیشن فون کر کے ہم سے تصدیق تو کر سکتے تھے"۔

"بس میں کیا کرتا.... میں اس قسم کے معاملات کو کیا جانوں"۔

"خیر دیکھا جائے گا.... آپ ان کے حلیے بتا سکتے ہیں"۔

"میں نے توجہ نہیں دی تھی.... ضرورت ہی نہیں سمجھی تھی"۔

"وہ کل کتنے تھے"۔

"ڈرائیور سمیت چھے تھے"۔

"خیر... کوئی بات نہیں.... ہم اس آئینے کو دوبارہ حاصل کر لیں گے"۔

"پتا نہیں.... اس آئینے کا چکر کیا ہے"۔ اشفاق بولا۔

"معاملہ بہت پراسرار ہے.... ہمیں جلد از جلد جاوید جبار کے پاس جانا چاہیے"۔

"اس کے پاس جا کر ہی بات کریں گے"۔

"آئینہ انہوں نے نہیں بھیجا.... یہی بات ہے نا.... یہی کیا ان کا بیان ہے"۔

"ہاں!" وہ بولے۔

"ہو سکتا ہے.... وہ جھوٹ بول رہے ہوں.... یا کوئی اور چکر ہو"۔

"خیر آپ اس سے مل لیں.... مجھے کوئی اعتراض نہیں"۔

وہ وہاں سے نکل کر سیدھے جاوید جبار کے ہاں پہنچے.... وہ ایک دبلا پتلا اور لمبے قد کا آدمی تھا۔

"آپ اس آئینے کے بارے میں کیا کہتے ہیں"۔

"میں نے سیٹھ عابد کو بتا تو دیا تھا"۔

"ہم اپنے طور پر جاننا چاہتے ہیں"۔

"آپ کون لوگ ہیں.... پہلے یہ تو بتائیں"۔

"ہم شوکی برادرز ہیں"۔

"نام جانا پہچانا لگتا ہے"۔

"اس بات کو چھوڑیں.... اس آئینے کے بارے میں بتائیں"۔

"مجھے کچھ معلوم نہیں.... جب میں نے عابد کو کوئی آئینہ بھیجا ہی نہیں تو پھر اس کے بارے میں بتاؤں کیا"۔

"کیا آپ ہمیں اپنے گھر میں گھومنے پھرنے کی اجازت دیں گے"۔

"کیا مطلب؟" وہ چونکے۔

"میرا مطلب ہے.... ذرا ہم تلاشی لینا چاہتے ہیں"۔

"خبردار"۔ اس نے چونک کر کہا۔

"کیوں جناب.... کیا ہوا"۔

"میرے گھر سے نکل جاؤ.... ابھی اور اسی وقت"۔

○☆○

وہ رہا جزیرہ

"انہوں نے چونک کر جزیرے کی طرف دیکھا.... کیونکہ فرحت کی نظریں اسی سمت میں جمی ہوئی تھیں.... لیکن انہیں کچھ بھی نظر نہ آیا۔

"کیا نظر آیا ہے آخر تمہیں"۔ آصف نے جل کر پوچھا۔

"عمارت.... جزیرے کے بیچوں بیچ ایک عمارت"۔ اس نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

"ہو نہ ہو.... یہ ضرور وہی عمارت ہے جس میں مجھے اور آصف کو رکھا گیا تھا"۔ آفتاب فوراً بولا۔

"لیکن ہمیں وہ عمارت کیوں نظر نہیں آ رہی"۔ انسپکٹر کامران مرزا بڑبڑائے۔

"اس لیے کہ یہ جزیرہ گھوم رہا ہے"۔

عین اسی وقت سمندر میں پانی چھالیں لینے لگا.... یہ چھالیں اس قدر اونچی تھیں کہ وہ جزیرہ کبھی نظر آ جاتا.... کبھی گم ہو

جاتا.... ان چھالوں کا اثر ان تک بھی پہنچا.... لانچ بے تحاشہ اوپر نیچے ہونے لگی.... انہیں کشتی کو بیک کرنا پڑا.... تب کہیں جا کر وہ ان چھالوں کے شدید اثر سے محفوظ ہوئے.... لیکن اب چھالیں اس قدر زیادہ ہو گئی تھیں کہ جزیرہ ان کی نظروں سے بالکل ہی اوجھل ہو گیا۔

"ان چھالوں کے رکنے کا انتظار کرنا پڑے گا"۔ انسپکٹر کامران مرزا مسکرائے۔

"کہیں اتنی دیر میں جزیرہ نو دو گیارہ نہ ہو جائے"۔ آفتاب نے گھبرا کر کہا۔

"نہیں.... ایسے جزیروں کی رفتار بہت آہستہ ہوتی ہے.... جب کہ ہمارے پاس تیز رفتار لانچ ہے"۔

وہ انتظار کرتے رہے.... آخر خدا خدا کر کے چھالیں بند ہوئیں.... اور یہ آگے بڑھے' لیکن پھر چونک اٹھے.... جزیرہ اب انہیں دور دور تک نظر نہیں آ رہا تھا۔

"وہی ہوا' جس کا مجھے ڈر تھا"۔ آفتاب بولا۔

"تو تمہیں ڈرنے کی ضرورت کیا تھی"۔ فرحت نے اسے گھورا۔

"اب تو میں ڈر چکا.... اب کیا ہوتا ہے"۔

"فکر کی ضرورت نہیں.... ہم بہت جلد اس جزیرے کو تلاش کر لیں گے"۔ انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"لیکن یہ بھی ذہن میں رکھیں.... لانچ کا پٹرول کب تک ہمارا ساتھ دے گا"۔

"ہاں! یہ مسئلہ بھی ہے.... خیر اللہ مالک ہے"۔

اور وہ آگے بڑھنے لگے.... دائیں بائیں بھی انہوں نے خیال رکھا.... آدھ گھنٹے کی مسلسل کوشش کے بعد آخر لانچ جواب دے گئی.... پٹرول ختم ہو گیا اور اب وہ عام کشتی کی طرح سمندر میں تیرنے لگی.... انہوں نے چپو سنبھال لئے.... ایسی صورت حال کے لیے اس میں چپوؤں کا بھی انتظام تھا.... اسی طرح انہیں سمندر میں ہچکولے کھاتے کئی گھنٹے گزر گئے.... ان کا برا حال ہو گیا.... اب واپس ساحل پر پہنچنا بھی ان کے لیے آسان نہیں رہا تھا.... ایسے میں فرحت ایک بار پھر چلائی۔

"ارے! وہ رہا جزیرہ"۔

ان سب نے اس سمت میں دیکھا.... جزیرہ واقعی وہاں موجود تھا۔

"اس تک تو ہم جا ہی سکتے ہیں.... چلو اور کچھ نہیں تو چپو چلانے سے نجات ہی مل جائے گی"۔ انسپکٹر کامران مرزا نے مسکرا

کر کہا۔

انہوں نے جزیرے کی طرف چپو چلانے شروع کیے.... آخر ادھ گھنٹے کی سخت محنت کے بعد وہ جزیرے کے کنارے پہنچ گئے.... انہوں نے دیکھا... جزیرہ گردش کر رہا تھا اور اپنی جگہ سے حرکت بھی کر رہا تھا۔

"اس کا کیا بھروسہ... یہ تو ہمیں کہیں کا کہیں پہنچا سکتا ہے"۔ فرحت بولی۔

"اب ہم کیا کر سکتے ہیں... لانچ کا پٹرول ختم ہو چکا ہے.... فی الحال تو اس پر سے اترے بغیر چارہ نہیں"۔

سب لوگ لانچ پر سے اتر گئے... لانچ کو ایک درخت کے ساتھ باندھ دیا گیا... جزیرے پر سفیدے کی قسم کے بہت لمبے لمبے بالکل سپاٹ تنوں والے درخت تھے... ان کے بالکل اوپر سرخ سرخ بیر کی قسم کے پھل لگے ہوئے تھے۔

"کاش! یہ پھل کھانے کے قابل ہوں"۔ آفتاب نے حسرت زدہ انداز میں کہا۔

"اور یہ کھانے کے قابل ضرور ہوں گے.... کیونکہ اللہ تعالیٰ کی قدرت یہی ہے.... بھوکے لوگوں کو اس طرح بھی تو رزق ملتا ہے"۔

"تو کیا خیال ہے... میں چڑھ کر دیکھوں"۔ آفتاب بولا۔

"معلوم ہوتا ہے... تمہیں بھوک کچھ زیادہ ہی لگ رہی ہے"۔

"جی ہاں! اس میں کیا شک ہے"۔

"یہ پھل کچھ نیچے بھی گرے پڑے ہیں.... وہ کھا کر دیکھ لو"۔ فرحت نے کہا۔

"اوہ ہاں... ان کی طرف تو میں نے دیکھا ہی نہیں"۔

اس نے ایک بیر اٹھا کر پہلے صاف کیا.... پھر اس کو چکھا اور میٹھا پا کر منہ میں رکھ لیا۔

"بھئی واہ... یہ تو بہت مزے کا ہے.... اب تو میں اوپر چڑھے بغیر نہیں رہ سکتا"۔

"تو پھر بسم اللہ کرو... ہم سب پیٹ ہی کیوں نہ بھر لیں"۔

آفتاب اوپر چڑھ گیا... چکنے تنے پر چڑھنا آسان کام نہیں تھا.... لیکن وہ آفتاب تھا... بہت تیزی سے چڑھتا چلا گیا۔

اور پھر اوپر پہنچ کر اس نے شاخیں ہلا ڈالیں.... بے شمار پھل نیچے گر گیا.... آفتاب اوپر ہی بیٹھا وہ پھل توڑ توڑ کر کھانے لگا.... باقی لوگ پہلے ہی کپڑے پھیلا چکے تھے اور اس پر گرنے والے پھل کھا رہے تھے۔

بہت جلد ان کا پیٹ بھر گیا.... لیکن ساتھ ہی شدت کی
پیاس انہیں محسوس ہونے لگی۔

"ارے باپ رے.... انہوں نے تو غضب کی پیاس لگا
دی.... اب کیا کریں"۔ آصف چلایا۔

"گھبرانے کی ضرورت نہیں"۔ انسپکٹر کامران مرزا مسکرائے۔

"جی.... کیا فرمایا.... گھبرانے کی ضرورت نہیں.... لیکن
کیسے.... ہمارے پاس تو پینے کے لیے ایک گھونٹ پانی بھی نہیں ہے"۔
آفتاب نے کہا۔

"اگر ان پھلوں کے کھانے سے پیاس لگی ہے.... تو پھر اس
جزیرے میں کہیں پانی بھی ضرور ہو گا.... چشمے کی صورت میں....
کیونکہ یہی اللہ کی قدرت ہے"۔

"تو پھر چلیے.... پانی کی تلاش میں چلتے ہیں"۔

وہ جلدی جلدی قدم بڑھانے لگے.... اچانک ان کی آنکھیں
حیرت سے پھیل گئیں.... جزیرے کے بیچوں بیچ ایک شان دار
عمارت موجود تھی.... انسانی ہاتھوں سے تیار کردہ.... جدید قسم کی
عمارت۔

"کیا ہم کوئی خواب دیکھ رہے ہیں"۔ فرحت نے کہا۔

"ہاں اور کیا.... یہ خواب ہی تو ہے"۔ آصف بولا۔

"نہیں.... یہ خواب نہیں ہے.... لاؤ میں تمہاری انگلی چبا کر
دیکھتا ہوں"۔ آفتاب نے جلدی سے کہا۔

"میری انگلی کیوں اور اپنی کیوں نہیں"۔

"اس لیے کہ اپنی اپنی غیر غیر"۔ اس نے فوراً کہا۔

"انسپکٹر کامران مرزا ہنس دیئے.... انہوں نے پہلے تو عمارت کا
باہر سے جائزہ لیا.... پھر اللہ کا نام لے کر اندر داخل ہو گئے....
دروازے باہر سے بند تھے.... اندر سے نہیں۔

اندر ہر چیز جدید طرز کی موجود تھی.... کرسیاں.... میزیں....
صوفے سیٹ' باورچی خانے.... اس میں خشک خوراک کے ڈبے....
گیس کے چولہے.... نمک مرچ کے ڈبے.... اور پانی کا انتظام بھی
تھا.... یہ فی الحال وہ سمجھ نہ سکے کہ اس عمارت میں پانی کہاں سے
آتا ہو گا۔

"اس کا مطلب ہے.... ہم مچھلیاں پکڑ کر تل کر کھا سکتے
ہیں"۔

"بھئی واہ.... لیکن پہلے تو پانی پیئں گے۔

انہوں نے خوب سیر ہو کر پانی پیا.... پانی میٹھا تھا.... سمندر
کے پانی کا ذائقہ اس میں ذرا بھی محسوس نہ ہوا۔

عمارت کے کمروں میں بستر بھی لگے ہوئے تھے.... گویا ان کی

ضروریات کا پورا پورا انتظام تھا۔

"یہ ضرور خواب ہے.... ورنہ جزیرے پر ایسی خوبصورت عمارت سمجھ میں آنے والی بات نہیں.... ہاں اگر جزیرہ بہت بڑا ہوتا.... اس پر لوگوں کی رہائش ہوتی تو اور بات تھی"۔

"اگر یہ خواب ہے.... تو بھی بہت حسین خواب ہے"۔

انسپکٹر کامران مرزا مسکرائے پھر چونک کر بولے۔

"کیا تمہیں اس عمارت میں رکھا گیا تھا؟"

"جی نہیں.... اگر یہ وہ عمارت ہوتی تو یہ اچھل نہ پڑتے"۔

"ارے ہاں! یہ تو میں بھول ہی گیا کہ تم اچھلے نہیں"۔

"ویسے آپ کہتے تو ہم ابھی اچھلنا شروع کر دیتے ہیں"۔

"اس کا کیا فائدہ.... اس اچھلنے کودنے میں کہیں یہ وہ عمارت تو نہیں بن جائے گی"۔ آصف نے منہ بنایا۔

"ہم نے بغور اس عمارت کا جائزہ ابھی تک نہیں لیا.... صرف رہائش اور کھانے پینے کے لحاظ سے جائزہ لیا ہے"۔ ایسے میں انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"تت.... تو کیا.... اس کی بھی ضرورت ہے"۔

"ہاں! ضرورت ہے.... اس لیے کہ ہم یہاں بلاوجہ نہیں آئے ہیں.... یا تو یہ اسی کیس کے سلسلے کی کڑی ہے.... یا پھر

بھٹک کر اس جزیرے پر آ گئے ہیں.... اس صورت میں بھی قابل غور بات یہ ہے کہ کسی کو...."

"اوہو.... میں آواز سن رہی ہوں"۔ فرحت اچھلی۔

"کیسی آواز.... ہمیں تو کسی قسم کی آواز سنائی نہیں دے رہی.... ضرور تمہارے کان بجے ہوں گے"۔

"نہیں.... میں نے لانچ کی آواز سنی ہے"۔

"ہائیں.... ہماری لانچ نے خود بخود چلنا شروع کر دیا ہے.... وہ بھی بغیر پٹرول کے.... کمال ہے"۔ آفتاب نے حیران ہو کر کہا۔

"ابھی نہ جانے ہمیں اور کیا کیا دیکھنا پڑے گا"۔

"اللہ مالک ہے"۔ آصف نے کہا۔

پھر انہوں نے بھی لانچ کی آواز سنی.... سب لوگ ساحل کی طرف دوڑ پڑے.... ساحل پر انہوں نے دور سے آتی ایک لانچ دیکھی۔

"ہو سکتا ہے.... یہ لانچ اس عمارت کے مالکان کی ہو.... وہ اس جزیرے پر آ کر چند دن گزارتے ہوں"۔ انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"لیکن یہ جزیرہ تو گھومتا پھرتا ہے.... وہ اس کو تلاش کس طرح کرتے ہوں گے"۔

"یہ بات عجیب ضرور ہے.... لیکن ناممکن نہیں.... جزیرے
پر کچھ اس قسم کے آلات نصب کیے جا سکتے ہیں.... جو جزیرے
سمت کی طرف اشارہ کر سکتے ہیں اور وہ ان آلات کی مدد سے
جزیرے تک پہنچ سکتے ہیں"۔

"ہاں! یہ ہو سکتا ہے"۔

"ہم باتوں میں لگے ہوئے ہیں.... اور خطرے کا احـ
نہیں کر پا رہے"۔ ایسے میں فرحت نے کہا۔

"خطرہ.... کیسا خطرہ.... بھئی وہ لوگ اگر اس عمارت
مالک ہیں تو کیا ہوا.... ہم نے ان کی عمارت پر قبضہ نہیں کیا....
وقتی طور پر پناہ لی ہے.... اور یہی ہم انہیں بتا دیں گے"۔
کامران مرزا نے کہا۔

"اگر انہوں نے یہ بات ماننے سے انکار کر دیا تو"۔

"تو ہم ان سے تھوڑا سا تیل خرید کر یہاں سے اپنے
کی طرف روانہ ہو جائیں گے"۔

"ہوں ٹھیک ہے"۔

وہ نزدیک آنے والی لانچ کی طرف دیکھتے رہے.... جوں
لانچ نزدیک آنے لگی.... ان کی آنکھیں پھیلتی چلی گئیں....
لانچ کسی بحری جہاز سے کم نہیں تھی.... اور اس پر دو تین

تو ضرور ہوں گے۔

"ارے باپ رے.... یہ تو بحری ڈاکو ہیں"۔ انسپکٹر کامران
مرزا نے بوکھلا کر کہا۔

"اور سنا ہے.... بحری ڈاکو لوگوں کو لوٹ کر جان سے مار
ڈالتے ہیں اور لاشوں کو سمندر میں پھینک دیتے ہیں.... جو مچھلیوں
کی خوراک بن جاتے ہیں"۔

"بات تو خیر یہی ہے"۔

"اللہ اپنا رحم فرمائے.... اب ہم خود کو ان سے چھپا بھی
نہیں سکتے.... اس لیے کہ انہوں نے یہاں لانچ دیکھ لی ہے"۔

"لیکن ہم ان درختوں کی اوٹ ضرور لے سکتے ہیں"۔
آصف بولا۔

"اس کا بھی کوئی فائدہ نہیں ہو گا.... اس لیے کہ یہ درخت
اتنے چوڑے تنوں والے نہیں ہیں.... نا ہمارے پاس اتنا اسلحہ
ہے.... کہ ہم ان کا مقابلہ کر سکیں.... بہرحال دیکھتے ہیں"۔

آخر وہ بڑی لانچ ساحل سے آ لگی.... ڈاکو شور مچاتے اس پر
سے کودنے لگے.... اور پانی میں چھپ چھپ کرتے ساحل کی طرف
بڑھنے لگے.... وہ ان سب کو دیکھ ہی چکے تھے۔

"کون ہو تم لوگ"۔ غرا کر کہا گیا۔

"راستہ بھٹک کر اس طرف آ گئے ہیں.... آپ لوگ اگر تھوڑا سا پٹرول ہمیں دے دیں تو ہم ساحل تک جا سکیں گے"۔

"ساحل.... کون سے ساحل تک"۔ حیران ہو کر پوچھا گیا۔

"پاک لینڈ.... ہمارا تعلق پاک لینڈ سے ہے"۔

"تب تم لوگ اس لانچ کے ذریعے پہنچ چکے"۔ طنزیہ انداز میں کہا گیا۔

"جی.... کیا مطلب.... کیا ہم اس لانچ کے ذریعے پاک لینڈ کے ساحل تک نہیں پہنچ سکیں گے.... کیا ہم زیادہ دور نکل آئے ہیں"۔

"زیادہ دور.... پہلے تو اس بات پر یقین ہی نہیں کر سکتے کہ تم لوگ اس لانچ پر پاک لینڈ کے ساحل سے یہاں تک آ گئے.... ناممکن.... ہو ہی نہیں سکتا"۔

"آپ کہنا کیا چاہتے ہیں"۔

"جو ہم کہنا چاہتے ہیں.... وہ تم سن نہیں سکو گے.... سوال یہ ہے کہ تم جھوٹ کیوں بول رہے ہو.... سچ کیوں بتاتے کہ کیا چکر ہے"۔

"ہم پاک لینڈ کے ساحل سے یہ لانچ لے کر نکلے تھے.... یہاں پہنچ گئے.... اس میں کوئی جھوٹ نہیں ہے"۔

"لیکن تم لوگ پاک لینڈ سے اس قدر فاصلے پر ہو کہ سوچ بھی نہیں سکتے"۔

"آخر کتنے فاصلے پر"۔

"اتنے فاصلے پر کہ اگر ہم تمہیں اپنا یہ جہاز دے دیں تو بھی تم اس جہاز پر سفر کر کے کئی ماہ بعد اپنے وطن پہنچنے میں کامیاب نہیں ہو سکو گے"۔

"نن نہیں"۔

وہ چلا اٹھے۔

○☆○

مسٹر ہوگن

وہ ان کے نزدیک آ گیا۔

"یہ لیجیے.... میں آپ کے نزدیک آ گیا.... آپ مجھے چیک کر لیں.... میں گوشت پوست کا ہوں یا نہیں"۔ اس ننھے منے فتنے نے کہا۔

انسپکٹر جمشید نے اس کے جسم کو ٹٹول کر دیکھا.... وہ ان کو واقعی گوشت پوست کا لگا.... ایسے میں انہوں نے اسے ایک بازو سے پکڑ کر اٹھا لیا.... وہ بہت ہلکا پھلکا تھا.... چند کلو کا.... اسے زمین پر چھوڑتے ہوئے وہ بولے۔

"لگتے تو تم گوشت پوست کے ہو.... لیکن جس طرح تم حرکت میں آئے تھے.... اس طرح کوئی انسان حرکت میں نہیں آ سکتا.... اس بارے میں تم کیا کہتے ہو"۔

"مم.... میں.... اب میں کیا کہوں.... آپ مجھے ٹٹول کر چکے ہیں"۔

"اچھی بات ہے.... میں ایک تجربہ اور کر لوں"۔ انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"ضرور کریں.... کس نے روکا ہے"۔ وہ ہنسا۔

انہوں نے فتنے کو کلائی سے پکڑ لیا۔

"کر لیں نا تجربہ"۔ وہ بولا۔

"کر چکا ہوں.... نتیجہ نکلنے کا انتظار ہے"۔ وہ بولے۔

"کر چکے ہیں.... نتیجہ نکلنے کا انتظار ہے"۔ اس کے لہجے میں حیرت تھی۔

"ہاں! یہی بات ہے"۔

"ٹھیک ہے.... کرتے رہیں پھر انتظار.... میں اپنے سٹول پر بیٹھا ہوں جا کر.... اس نے ہاتھ چھڑانے کی کوشش کی لیکن ہاتھ نہ چھوٹا۔

"آپ میرا ہاتھ کیوں نہیں چھوڑ رہے"۔ اس نے حیران ہو کر کہا۔

"یہی تو دیکھنا چاہتا ہوں"۔ انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"کیا دیکھنا چاہتے ہیں"۔

"یہ کہ تم اپنا ہاتھ چھڑا سکتے ہو یا نہیں"۔

"اوہ اچھا.... یہ بات ہے.... خیر آپ میرا ہاتھ پوری مضبوطی

سے پکڑ لیں"۔

"میں نے پکڑ رکھا ہے"۔

"بہت خوب.... میں چھڑانے لگا ہوں.... ہوشیار رہیں"

اس نے کہا۔

"میں ہوشیار ہوں"۔

"پھر نہ کہیے گا.... میں نے گرفت ڈھیلی کر رکھی تھی"۔

"نہیں کہوں گا.... کلائی پر گرفت خوب مضبوط ہے"۔

"شکریہ! یہ لیجیے.... میں نے کلائی چھڑا لی"۔

ان الفاظ کے ساتھ ہی اس نے واقعی کلائی چھڑا لی.... ا
جمشید حیران رہ گئے.... اس نے کلائی چھڑانے کے لیے کو
نہیں مارا تھا.... بغیر جھٹکے کے کلائی ان کے ہاتھ سے کس طرح
گئی تھی.... یہ بات ان کی سمجھ میں نہیں آ رہی تھی.... بس ا
یوں لگا تھا.... جیسے کوئی مچھلی ان کے ہاتھ سے نکلی جا رہی ہو....
وہ پوری مضبوطی سے پکڑنے کے باوجود اس کو پھسلنے سے نہ رو
رہے ہوں۔

"میں مان گیا تمہیں.... چلو ہم تمہاری بات ہی مان
ہیں.... پہلے ہم وادی کو دیکھ لیتے ہیں.... پھر اس سے باہر نک
کوشش کریں گے"۔

"مشکل ہے.... بلکہ ناممکن ہے"۔

"کیا ناممکن ہے"۔

"یہ کہ تم اس وادی سے نکل سکو"۔

"دیکھا جائے گا"۔ وہ بولے.... پھر اپنے ساتھیوں کی طرف
مڑے۔

"آؤ بھئی چلیں"۔

اور پھر وہ اس عمارت سے نکل آئے.... انہوں نے دیکھا....
عمارت ایک ٹیلے پر بنائی گئی تھی.... اس ٹیلے کے چاروں طرف پہاڑ
تھے.... گویا وہ پہاڑوں کے درمیان گھری ایک وادی میں تھے....
اس سے نکلنے کا راستا تو انہیں ویسے بھی نظر نہیں آ رہا تھا.... اوپر
سے فتنہ موجود تھا.... وہ حیرت زدہ ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔

"آخر ہمیں یہاں کیوں قید کیا گیا ہے؟"

"تاکہ آپ آرام کر سکیں"۔

"اور ہمارے ساتھی پروفیسر داؤد کہاں ہیں؟"

"وہ بھی جلد یہاں آ جائیں گے"۔

"لیکن انہیں ہمارے ساتھ یہاں کیوں نہیں لایا گیا؟"

"ان کی حالت سفر کے قابل نہیں تھی"۔

"کیا مطلب؟"

"وہ بیمار تھے.... سفر انہیں اور بیمار کر دیتا"۔

"ہمارا اتنا خیال ہے آپ لوگوں کو، حیرت ہے"۔

"کیوں نہیں.... آپ لوگ ہمارے بہترین دشمن ہیں.... اور بہترین دشمنوں کی قدر کرنی چاہیے"۔

"اچھی بات ہے".... یہاں لانے کا مقصد کیا ہے؟"

"بتا چکا ہوں.... آپ آرام کر سکیں گے.... اس وادی میں گھومیں، پھریں.... جب تھک جائیں.... یہاں آ کر آرام کریں.... کھائیں پئیں.... یہاں کھانے پینے کی چیزوں کی کوئی کمی نہیں ہے"۔

"لیکن ہم اپنے وطن جانے کے لیے بے چین ہیں.... وہاں کے حالات انتہائی عجیب و غریب ہیں"۔

"آپ کا مطلب ہے.... زمین ادھر سے ادھر ہو رہی ہے.... لوگوں کو اپنے گھر نہیں ملتے.... دفتر نہیں ملتے.... بلکہ ایک شہر سے روانہ ہوں تو دوسرے شہر جانے کے لیے.... مگر آدمی وہاں نہیں پہنچ سکتا"۔

"اوہ ہاں! ایسا ہی ہوا ہے ایک کے ساتھ"۔ انسپکٹر جمشید کو کاشف رضا یاد آ گیا۔

"ایک کے ساتھ نہیں.... ان گنت لوگوں کے ساتھ....

کیونکہ جو بات آپ بتا رہے ہیں.... وہ تو چھ ماہ پہلے کی ہے"۔

"یار ننھے منے.... کیوں مذاق کر رہے ہو"۔ فاروق نے بھنا کر کہا۔

"مذاق.... کیا مطلب؟"

"یہ مذاق نہیں تو اور کیا ہے.... کہ یہ بات چھ ماہ پہلے کی ہے.... یہ تو ابھی کل کی بات ہے"۔

"جی نہیں.... آپ لوگوں نے ابھی تک اپنی گھڑیوں کی طرف توجہ نہیں دی"۔

"کیا مطلب"۔ سب ایک ساتھ بولے۔

"اپنی گھڑیوں پر تاریخ دیکھ لیں.... وہ بات بھلا کب ہوئی تھی.... جب ایک شخص نے آ کر بتایا تھا کہ وہ اپنے مطلوبہ شہر نہیں پہنچ پایا"۔

"ابھی کل کی بات ہے.... یعنی ۱۵ جنوری کی"۔

"اب اپنی گھڑیوں کی طرف دیکھیں"۔

ان سب نے گھڑیوں کو دیکھا.... اور پھر مارے حیرت کے ان کی آنکھیں پھیلنے لگیں.... کیونکہ ان پر ۱۵ جولائی کی تاریخ تھی۔

"ول.... لیکن.... یہ کوئی بات نہ ہوئی"۔ انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"کیا مطلب.... کون سی بات نہیں ہوئی"۔

"بھئی ہماری بے ہوشی کے دوران تم تاریخ کو چھے ماہ آگے کر سکتے تھے.... یہ کیا مشکل کام تھا"۔

"یہ بات آپ لوگ کہہ سکتے ہیں.... لیکن ابھی جب پروفیسر داؤد آئیں گے تو وہ آپ کو بتائیں گے"۔

"کہ آج کیا تاریخ ہے.... کیونکہ انہوں نے یہ چھے ماہ ایک ہسپتال میں گزارے ہیں"۔

"کیا کہا.... ہسپتال میں گزارے ہیں"۔ محمود بھونچکا رہ گیا۔

"ہاں! ان کی دماغی حالت بہت خراب ہو گئی تھی.... وہ یہ محسوس کرنے لگے تھے کہ وہ بہت جلد پاگل ہو جائیں گے"۔

"اوہ! میں سمجھ گیا"۔ انسپکٹر جمشید غصے کے عالم میں بولے۔

"اور آپ کیا سمجھ گئے"۔

"انہیں چھے ماہ تک تم لوگوں نے اپنے کسی ہسپتال میں رکھ کر ان کی برین واشنگ کی ہے"۔

"آپ جو جی چاہے سمجھ سکتے ہیں.... اس پر کوئی پابندی نہیں ہے"۔

"اور اگر ایسا کیا گیا.... تو میں تم لوگوں سے نبٹ لوں گا"۔

"آپ تو صرف مجھ سے نہیں نبٹ سکیں گے.... اس وادی

سے نہیں نکل سکیں گے"۔ فتنے نے پر سکون انداز میں کہا۔

"اب ہمیں پروفیسر صاحب کا انتظار ہے.... ورنہ میں تمہیں تو ابھی دنبہ بنا دیتا"۔

"نہیں بنا سکتے"۔

"بہت بڑی خوش فہمی میں مبتلا ہو"۔

"اچھا خیر.... اس بات کا اندازہ بعد میں ہو جائے گا"۔

فتنے نے کوئی جواب نہ دیا.... وہ وادی میں اتر گئے.... ایک گھنٹے تک وادی میں گھومے پھرے آخر اس عمارت کی طرف لوٹ آئے.... فتنہ اپنے سٹول پر موجود تھا۔

"ہوں.... کیا دیکھا"۔

"ہم سمجھ گئے.... تم ہمیں یہ احساس دلانا چاہتے ہو کہ اس وادی سے تو ہم ویسے بھی نہیں نکل سکیں گے چاہے تم ہمیں نہ روکو"۔

"ہاں! یہی بات ہے.... لیکن اسکے باوجود مجھے کیوں تم لوگوں کے ساتھ رکھا گیا ہے' اس کا مطلب یہ ہے کہ تم کوئی نہ کوئی ترکیب لڑا لیتے ہو.... کوئی نہ کوئی صورت بنا لیتے ہو' لہٰذا اس بار مجھے ساتھ بھیجا گیا ہے.... تاکہ اگر کوئی ایسی صورت حال پیدا ہو جائے تو میں راستے میں آ جاؤں اور آپ لوگوں کو بری طرح ناکام بنا

دوں"۔

"نہیں بنا سکو گے"۔ انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"یہ تو وقت بتائے گا"۔

"آخر تم ہمیں کس طرح روکو گے"۔ محمود نے فوراً کہا۔

"یہ آپ مجھ پر چھوڑ دیں"۔ فتنہ مسکرایا۔

عین اسی وقت انہوں نے ہیلی کاپٹر کی آواز سنی.... ان کی نظریں اوپر اٹھ گئیں.... انہوں نے دیکھا.... ایک ہیلی کاپٹر وادی کی سیدھ میں نیچے آ رہا تھا۔

"لیجیے.... آپ کے پروفیسر آ گئے"۔

"کیا ہمیں بھی ہیلی کاپٹر میں لایا گیا تھا"۔

"ہاں! اس وادی سے نکلنے یا اس میں آنے کا واحد ذریعہ ہیلی کاپٹر ہے.... اور پروفیسر داؤد کو اتار کر یہ واپس چلا جائے گا"۔

"واپس تو یہ اس وقت جائے گا.... جب ہم اس کو جانے دیں گے"۔ انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"اب ہم اس ہیلی کاپٹر کو یہاں سے نہیں جانے دیں گے.... بلکہ اس پر بیٹھ کر اپنے وطن جائیں گے"۔

"وہاں جا کر کیا کریں گے.... وہاں تو سب کچھ گڈمڈ ہو چکا ہے.... اب تو انسانوں کے چہرے تک دوسرے سے بدلنے لگے

ہیں"۔

"یہی سب کچھ روکنے لیے تو ہمیں جانا پڑے گا"۔

"پہلے تو آپ پروفیسر داؤد کو وصول کر لیں.... اس بعد جو آپ کا جی چاہے گا کر لیجیے گا.... مجھے کوئی اعتراض نہیں.... میں ہر وقت' ہر آن مقابلے لیے تیار ہوں"۔

انہوں نے کوئی جواب نہ دیا.... ہیلی کاپٹر لمحہ بہ لمحہ نیچے آ رہا تھا.... پھر وہ ایک خاص بلندی پر رک گیا اور رسی کی سیڑھی نیچے لٹکا دی گئی.... اس پر سے انہیں پروفیسر داؤد نیچے آتے نظر آئے۔

"یہ کیا بھئی.... ڈر گئے.... ہیلی کاپٹر کو نیچے اتارا ہی نہیں"۔

"شاید اس کو جلد ہی کہیں جانا ہے.... اس لیے"۔ فتنہ بولا۔

"تو نیچے اتر کر اوپر چڑھنے میں کیا دیر لگتی ہے"۔

"ابھی پوچھتا ہوں"۔ یہ کہہ کر اس نے اپنا منہ اوپر کیا۔

"مسٹر ہوگن.... آپ نیچے کیوں نہیں اترے.... یہ لوگ ہمیں بزدلی کا طعنہ دے رہے ہیں.... اور آپ جانتے ہیں.... میں طعنے سننے کا عادی نہیں ہوں"۔

"ہاں مسٹر فتنہ.... میں جانتا ہوں.... لیکن باس کا حکم یہی ہے کہ ہیلی کاپٹر نیچے ہرگز نہ اتارا جائے"۔

"دیکھا مسٹر فتنہ.... آپ باس ہم سے کس قدر خوف زدہ

ہیں"۔

"حیرت ہے.... باس کو آپ لوگوں سے ڈرنے کی کیا ضرورت ہے.... جب کہ میں آپ سے بالکل خوف زدہ نہیں ہوں"۔

"تم ہمارے بارے میں کچھ نہیں جانتے.... لیکن شاید تمہارے باس ہمارے بارے میں بہت کچھ جانتے ہیں"۔

"میں نہیں جانتا تو کیا ہوا.... لیکن میں تم لوگوں کی طاقت کے بارے میں اندازہ لگا چکا ہوں.... اور دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ تم میرے مقابلے میں کچھ بھی نہیں ہو"۔

"تب تم اپنے باس کی طرح عقل مند نہیں ہو"۔ انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"میں عقل سے کام لے کر کیا کروں گا.... مجھے تو جتنا کام سونپا جاتا ہے' بس اتنا کر ڈالتا ہوں"۔ اس نے کہا۔

"خیر خیر.... ہم کم از کم تم لوگوں کو بزدلی کا طعنہ تو دے ہی سکتے ہیں"۔

"صرف باس کو.... مجھے نہیں"۔ وہ مسکرایا۔

اسی وقت انہوں نے پروفیسر داؤد کو لڑکھڑاتی چال سے چل کر اپنی طرف آتے دیکھا.... وہ سب فتنے کو بھول کر ان کی طرف دوڑ پڑے.... جونہی وہ ایک دوسرے کے نزدیک ہوئے.... کچھ فاصلے پر

رک گئے.... پروفیسر داؤد نے حیرت زدہ انداز میں ان کی طرف دیکھا.... ان کے چہرے پر خوشی کی ایک جھلک بھی انہیں نظر نہیں آئی تھی۔

"آپ لوگ کون ہیں؟" وہ بولے۔

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں پروفیسر صاحب"۔

"پروفیسر صاحب.... کون پروفیسر صاحب"۔ پروفیسر داؤد بولے۔

"ہائیں! کیا آپ کو اتنا بھی یاد نہیں کہ آپ پروفیسر داؤد ہیں"۔

"نہیں تو.... میں کسی پروفیسر داؤد کو نہیں جانتا"۔

"اور نہ ہمیں پہچان رہے ہیں.... یہ دیکھئے' میں انسپکٹر جمشید ہوں.... آپ کا بچپن کا دوست.... یہ ہمارے بچپن کے دوست خان رحمان ہیں.... یہ محمود' فاروق اور فرزانہ ہیں.... میرے بچے"۔

"نن.... نہیں.... میں آپ کو نہیں جانتا.... میں تو اپنے آپ کو نہیں جانتا.... کہ میں کون ہوں"۔

"آپ کو پتا ہے کہ آپ کہاں لائے گئے ہیں.... آپ کو یہاں لانے والے کون ہیں؟"

"نہیں! میں یہ سب بھی نہیں جانتا"۔

"اچھی بات ہے.... آیئے"۔ انہوں نے انہیں بازو سے پکڑ لیا اور عمارت کی طرف چلنے لگے.... وہ سمجھ گئے تھے.... برین واشنگ کے ذریعے پروفیسر داؤد کو ناکارہ بنا دیا گیا تھا.... تاکہ وہ ان کے کسی کام نہ آسکیں۔

آہستہ آہستہ چلتے وہ عمارت میں داخل ہوئے.... عین اس وقت عمارت میں ایک آواز گونجی۔

"کیوں کیسی رہی انسپکٹر جمشید"۔

اس آواز کو سن کر وہ بری طرح اچھلے.... کیونکہ وہ اس آواز کو اچھی طرح پہچانتے تھے۔

○☆○

جادو کا آئینہ

شوکی برادرز نے اسے گھور کر دیکھا۔

"آپ نے کیا فرمایا.... ہم آپ کے گھر سے نکل جائیں"۔ شوکی بولا۔

"ہاں بالکل.... ابھی اور اسی وقت.... آخر تم لوگوں کو میرے گھر کی تلاشی لینے کا کیا اختیار ہے"۔

"تو کیا وہ آئینہ آپ کے گھر میں موجود ہے"۔

"نہیں! اس آئینے کا میرے گھر سے کیا تعلق.... ارے تم ابھی تک گئے نہیں"۔

"آؤ بھئی چلیں.... یہ تو ناراض ہو گئے"۔

باہر نکل کر انہوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔

"اس کا مطلب ہے.... آئینے سے اس شخص کا ضرور کوئی تعلق ہے.... ورنہ تلاشی کے نام پر یہ حضرت بھڑک نہ اٹھتے"۔

"ہوں! اب سب انسپکٹر ہارون صاحب کو فون کرنا پڑے

گا"۔

وہ ایک پبلک فون بوتھ کی طرف آئے.... شوکی نے اس کے نمبر ملائے، آواز سنتے ہی اس نے کہا۔

"السلام علیکم.... میں شوکی بات کر رہا ہوں.... جاوید جبار کے ہاں کچھ گڑبڑ ہے.... آپ ذرا آ سکتے ہیں"۔

"ہاں! کیوں نہیں.... تم کہو اور میں نہ آؤں"۔

"ہم اس کے گھر کے باہر کھڑے انتظار کر رہے ہیں"۔

"اچھی بات ہے"۔

ریسیور رکھ کر وہ پھر جاوید جبار کے گھر کی طرف آ گئے۔

عین اسی وقت انہوں نے جاوید جبار کو اپنے گھر سے باہر آتے دیکھا.... اس کے ہاتھ میں ایک بیگ بھی تھا۔

"یہ.... یہ فرار ہو رہا ہے"۔ شوکی بولا۔

"لیکن ہم کیا کر سکتے ہیں"۔ اخلاق بولا۔

"تعاقب"۔ شوکی مسکرایا۔

"ٹھیک ہے.... لیکن یہاں ہارون صاحب آنے والے ہیں"۔ مکھن بولا۔

"ان کے لیے یہاں اخلاق اور اشفاق رک جاتے ہیں رفعت، میں اور تم اس کے تعاقب میں جاتے ہیں"۔

"یہ ٹھیک رہے گا"۔

اسی وقت انہوں نے جاوید جبار کو تالا لگاتے دیکھا، پھر وہ سڑک کے کنارے کھڑی ایک ٹیکسی کی طرف بڑھا.... ادھر شوکی اور آفتاب ایک ٹیکسی کی طرف بڑھے.... جلد ہی تعاقب شروع ہو گیا.... اخلاق اور اشفاق وہاں کھڑے رہ گئے۔

جلد ہی انہیں سب انسپکٹر ہارون کی جیپ وہاں آتی نظر آئی.... دونوں اس کی طرف بڑھے۔

"یہ کیا.... یہاں تو تالا لگا ہوا ہے"۔

"وہ ابھی ابھی تالا لگا کر کہیں چلا گیا ہے.... شوکی بھائی اور آفتاب اس کے تعاقب میں گئے ہیں"۔

"لیکن اب ہم کیا کریں"۔

"ہمیں اس مکان کی تلاشی لینا ہے"۔

"وارنٹ کے بغیر ہم تلاشی نہیں لے سکتے.... اور پھر اس گھر کا تو تالا توڑنا پڑے گا"۔

"آپ تالا توڑنے کی اجازت اور تلاشی کے وارنٹ لے آئیں.... معاملہ بہت اہم ہے.... چند پولیس مین یہاں رہنے دیں"۔

"اچھی بات ہے"۔

ایسا ہی کیا گیا.... تھوڑی دیر بعد وہ اس گھر میں داخل ہو

رہے تھے.... انہوں نے ایک ایک چیز کی تلاشی لی.... لیکن وہ آ
وہاں نہیں ملا۔

"یہاں تو آئینہ نہیں ہے"۔ ہارون بولا۔

"کہیں اس گھر میں تہ خانہ نہ ہو"۔

"تہ خانہ"۔ سب انسپکٹر ہارون کے منہ سے مارے حیرت
نکلا۔

"ہاں انکل تہ خانہ.... ہم جہاں جاتے ہیں.... وہاں اک
خانہ نکل ہی آتا ہے"۔ اشفاق نے جلدی جلدی کہا۔

"کیا کہا.... انکل تہ خانہ"۔

"اوہ الٹ کہہ گیا.... مطلب یہ کہ ہم جہاں جاتے
وہاں تہ خانہ مل جاتا ہے"۔

"تو پھر کرو تلاش.... مجھے تو آتا نہیں تہ خانے تلاش
سب انسپکٹر نے منہ بنایا۔

انہوں نے تہ خانے کی تلاش شروع کر دی.... آدھ
کوشش کے بعد آخرکار انہوں نے تہ خانہ دریافت کر
سب انسپکٹر ہارون نے جو دروازہ کھلتے اور سیڑھیاں
دیکھیں تو حیران رہ گیا۔

"بہت خوب! ایک بار پھر تم لوگوں کو مان گیا"

خوش ہو کر کہا۔

"ٹارچ روشن کر کے وہ تہ خانے میں اترے.... نیچے انہیں
سوئچ بورڈ بھی نظر آ گیا.... اشفاق نے ہاتھ بڑھا کر بٹن دبا دیا۔
دوسرا لمحہ انہیں چونکا دینے کے لیے کافی تھا.... پورا تہ خانہ
آئینوں سے بھرا پڑا تھا۔

"ارے ہائیں.... کیا یہ شخص آئینوں کا کاروبار کرتا ہے"۔

"پہلے تو یہ دیکھنا پڑے گا وہ آئینے کیسے ہیں.... کیا بالکل اسی
قسم کے جس قسم کا آئینہ سیٹھ عابد کے گھر پہنچا تھا"۔ اخلاق بولا۔

انہوں نے ایک آئینہ پر پڑا ہوا کپڑا ہٹایا.... آئینے کو کپڑے
سے صاف کیا اور پھر اس میں اپنا عکس دیکھنا چاہا.... لیکن انہیں کسی
کا چہرہ بھی آئینے میں نظر نہ آیا۔

"ارے باپ رے.... یہ تو واقعی جادو کا آئینہ ہے"۔

"جی ہاں.... یہ بات ابھی تک ہماری سمجھ میں نہیں آئی
کہ.... یہ آئینے کیسے ہیں"۔

"اور میں تو پہلے ہی اس قسم کے معاملات میں اناڑی....
اب کیا کیا جائے"۔

"ان تمام آئینوں کو قبضے میں لے لیں.... اس بات کو ذہن
میں رکھیں کہ ان میں سے ایک آئینہ جاوید جبار نے کسی کو بھیجا

تھا.... لیکن غلطی سے وہ پہنچ گیا سیٹھ عابد کے گھر.... اس آئینہ ک
واپس حاصل کرنے کے لیے جاوید جبار نے بانکے جیسے غنڈے ک
بھیجا.... جب وہ پکڑا گیا تو بانکے کو ختم کرنے کے لیے چنگو کو بھیجا گ
اور بعد میں چنگو نے بھی خودکشی کر لی.... اس سے صاف ظاہر ہ
کہ اس آئینے کا معاملہ ضرور بہت خاص ہے"۔

"اور ایک بات کی طرف ہم نے اب تک توجہ نہیں دی"

اخلاق بولا۔

"اور وہ کیا؟"

"وہ یہ کہ جاوید جبار آخر کس شخص کو آئینہ بھیجنا چاہتا تھا"

"اوہ.... شاید.... وہ کوئی اور عابد ہو.... ہمیں اس کی ڈ
سے کسی اور عابد نامی آدمی کو تلاش کرنا چاہیے"۔

"یہ ٹھیک رہے گا"۔ سب انسپکٹر ہارون نے پرجوش ا
میں کہا۔

گھر میں جاوید جبار کی ڈائری تلاش کی گئی.... ایک الماری
موجودہ سال کی ڈائری مل گئی.... اب جو انہوں نے اس میں
نامی آدمیوں کی تلاش شروع کی تو دو عابد مل گئے.... ایک ت
سیٹھ عابد.... دوسرے عابد کا پتا اور تھا اور اس کے نام کے
سیٹھ نہیں لگا ہوا تھا.... ان پر جوش طاری ہو گیا۔

"اب شوکی بھائی آ جائیں تو ہم ان عابد صاحب کو چیک
کریں گے"۔

"ہاں ٹھیک ہے"۔

وہ انتظار کرتے رہے.... لیکن شوکی اور آفتاب واپس نہ
لوٹے.... وہ تنگ آ گئے.... تمام آئینے اٹھا کر پولیس اسٹیشن لے گئے
اور دوسرے عابد کے گھر کی طرف روانہ ہوئے.... اس کا پتا راجہ
سٹریٹ تھا.... مکان نمبر 115"۔

اس پتے پر پہنچ کر سب انسپکٹر ہارون نے دستک دی.... جلد
ہی دروازہ کھلا.... ایک نوجوان آدمی کی شکل نظر آئی۔

"جی فرمائیے"۔ اس نے کہا۔

"یہ عابد صاحب کا گھر ہے"۔

"جی ہاں!"

"ہمیں ان سے ملنا ہے"۔

"آئیے"۔ اس نے کہا اور انہیں ڈرائنگ روم میں بٹھا کر
چلا گیا.... اشفاق اور اخلاق نے ڈرائنگ روم کا جائزہ لیا.... تو
دیواروں پر عجیب و غریب تصاویر نظر آئیں۔

"انکل! یہ گھر خطرناک ہے.... ہمیں ڈر لگ رہا ہے"۔

"کمال ہے.... تم نے یہاں آتے ہی خطرے کی بو بھی سونگھ

لی.... جب کہ میں نے ایسی کوئی بات محسوس نہیں کی۔

"وہ بات دراصل یہ ہے انکل کہ ہماری چھٹی حس جو ہے نا.... وہ بہت تیز ہے"۔

"خیر بھئی.... دیکھتے ہیں.... ویسے اب میں محسوس کر رہا ہوں کہ یہاں کانسٹیبلوں کو ساتھ لے کر آنا چاہیے تھا"۔ سب انسپکٹر ہارون نے کہا۔

"جی ہاں! بس، ہم سے غلطی ہو گئی ہے"۔

عین اس وقت، قدموں کی آواز سنائی دی.... اور ایک ادھیڑ عمر آدمی اندر داخل ہوا۔

"میرا نام عابد ہے.... لیکن میں آپ لوگوں کو نہیں جانتا"۔

"میں سب انسپکٹر ہارون ہوں اور یہ میرے دوست اشفاق اور اخلاق ہیں.... آپ جاوید جبار صاحب کو جانتے ہیں"۔

"جی ہاں! کیوں نہیں.... وہ میرے دوست ہیں"۔

"انہوں نے آپ کو ایک آئینہ بھیجا تھا"۔ اشفاق بولا۔

"جی.... آئینہ.... کیسا آئینہ؟" اس نے حیران ہو کر کہا۔

"ایک ایسا آئینہ.... جس میں انسان کو اپنا عکس نظر نہیں آتا"۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے"۔

"یہ تو ہمیں بھی نہیں معلوم کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے.... تو آپ اس آئینے کے بارے میں کچھ نہیں جانتے"۔

"جی نہیں"۔

"آپ اپنے دوست جاوید جبار کے بارے میں بتا سکتے ہیں.... ان سے کہاں ملاقات ہو سکتی ہے"۔

"وہ اپنے گھر میں ہوں گے"۔

"نہیں! وہ گھر نہیں ہیں"۔

"اوہ.... پھر تو مجھے معلوم نہیں"۔

"اچھا شکریہ.... آؤ بھئی چلیں"۔

وہ ڈرائنگ روم سے باہر نکلے.... لیکن پھر اشفاق رک گیا۔

"انکل.... میں نے ایک خوشبو محسوس کی ہے"۔ اس نے سرگوشی کی۔

"خوشبو"۔

"ہاں! ہماری بہن رفعت لگاتی ہے وہ خوشبو.... وہ بہت خاص ہے.... اس کو کسی سہیلی نے تحفے میں دی تھی.... اس جیسی خوشبو ہم نے پہلے کبھی نہیں سونگھی تھی"۔

"کیا مطلب؟" ہارون نے چونک کر کہا.... عابد بھی یک دم رک گیا۔

"مطلب یہ کہ ہماری بہن' شوکی بھائی اور آفتاب کے ساتھ ہی تعاقب میں روانہ ہوئی تھی.... اس خوشبو کا تعلق اس سے ہے.... اس کا مطلب ہے.... وہ تینوں' جاوید جبار کا تعاقب کرتے ہوئے یہاں آئے تھے اور اب ان صاحب سے پوچھنا چاہیے کہ وہ کہاں ہیں اور کس حال میں ہیں؟"

ہارون کی آنکھیں مارے حیرت کے پھیل گئیں.... پھر وہ عابد کی طرف مڑا۔

"تو جاوید جبار یہاں آیا تھا.... اور وہ تینوں بچے بھی اس کے تعاقب میں یہاں تک آئے تھے اور تم نے انہیں قید کر رکھا ہے' اسی لیے وہ واپس نہیں پہنچے"۔

"جی نہیں.... انہیں غلط فہمی پیدا ہو گئی ہے' آخر وہ خوشبو ان کی بہن کے پاس بھی تو کہیں نہ کہیں سے پہنچی ہے.... اور اس نے خود تو بنائی نہیں ہو گی"۔

"یہی تو بات ہے"۔ اشفاق فوراً بولا۔

"کیا بات ہے"۔

"یہ کہ اس کی جس سہیلی نے اسے خوشبو دی تھی نا.... اس نے بتایا تھا کہ یہ خوشبو اس کے والد خود بناتے ہیں اور صرف اپنے لیے بناتے ہیں.... یعنی یہ ان کا کاروبار نہیں ہے"۔

"اوہ!" سب انسپکٹر ہارون کے منہ سے نکلا.... اب وہ باقاعدہ عابد کو گھورنے لگا۔

"دیکھو مسٹر.... تمہارے حق میں بہتر یہی رہے گا' کہ فوراً بتا دو.... تینوں کہاں ہیں"۔

"میں ان بچوں پر بہت حیران ہوں.... ان میں زبردست صلاحیتیں ہیں.... بہرحال وہ تینوں واقعی جاوید جبار کے تعاقب میں یہاں آ گئے تھے.... چونکہ جاوید جبار نے اندر آتے ہوئے دروازہ اندر سے بند نہیں کیا تھا' اس لیے وہ بھی اندر آ گئے.... لیکن ہم نے انہیں دیکھا.... ہم ان پر بگڑے.... گرم ہوئے.... اور پھر انہیں گھر سے باہر نکال دیا"۔ اس نے جلدی جلدی کہا۔

"آپ نے اگر انہیں گھر سے نکال دیا تھا تو وہ واپس تو پہنچ جاتے"۔

"اس سلسلے میں میں کیا کہہ سکتا ہوں۔

"لیکن اگر بات صرف اتنی تھی تو تم نے پہلے ہی کیوں نہ بتا دی"۔

"میں ایسے ہی چھپا بیٹھا.... ضرورت تو کوئی نہیں تھی بتانے کی"۔

"خیر کوئی بات نہیں.... اب آپ نے یہ بات تو قبول کر لی

ہے کہ جاوید جبار یہاں آیا تھا.... مہربانی فرما کر ہمیں ان سے ملوائیں"۔

"وہ ان کے جانے کے فوراً بعد ہی یہاں سے چلا گیا تھا"۔

"آپ جھوٹ بول رہے ہیں"۔ اخلاق نے فوراً کہا۔

"یہ آپ مجھ پر الزام لگا رہے ہیں"۔

"نہیں! یہ الزام نہیں.... سچ بات ہے.... ہم اگر جاوید جبار اور اپنے تینوں ساتھیوں کو یہاں سے برآمد کر دیں تو آپ کیا کہتے ہیں"۔

"ایسا نہیں ہو سکتا"۔ اس نے جھلا کر کہا۔

"تو آپ ہمیں تلاشی کی اجازت دے دیں نا"۔

"اجازت ہے.... لیکن اگر آپ انہیں برآمد نہ کر سکے"۔

"تو جو چور کی سزا وہ ہماری"۔

"آپ سن رہے ہیں انسپکٹر صاحب"۔

"ہاں ہاں! ان کے ساتھ میں بھی کہتا ہوں کہ جو چور کی سزا وہ میری"۔

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں"۔ اخلاق نے گھبرا کر کہا۔

"تم اپنا کام کرو.... میں کھڑے رہ کر تماشہ دیکھوں گا"۔

اور انہوں نے تلاشی شروع کر دی.... پندرہ منٹ کی مسلسل

کوشش کے بعد انہوں نے ایک تہ خانہ تلاش کر لیا.... اس میں جاوید جبار ان تینوں کے ساتھ موجود تھا اور ان تینوں کو رسیوں سے باندھا گیا تھا.... ان کے منہ میں کپڑا ٹھونس کر اوپر سے رومال باندھے گئے تھے.... اس تہ خانے میں کچھ اور بھی چیزیں تھیں۔

"ان چیزوں کو دیکھ کر سب انسپکٹر ہارون کا سانس اوپر کا اوپر اور نیچے کا نیچے رہ گیا.... آخر اس کے منہ سے نکلا۔

"اف میرے مالک! یہ سب کیا ہے؟"

○☆○

ہوش کے ناخن

"حقیقت یہی ہے.... تم لوگ پاک لینڈ سے اس قدر دور ہو کہ سوچ بھی نہیں سکتے.... یہ دنیا کا دوسرا کنارہ ہے.... بلکہ دنیا کے اس سب سے بڑے سمندر کا آخری کنارہ"۔ ڈاکوؤں کے سردار نے کہا۔

"ارے باپ رے.... آخری کنارہ.... وہ بھی سمندر کا"۔

"ہاں! یہ سمندر کا آخری کنارہ ہے اور دنیا کا بھی.... اس جگہ آج تک کوئی انسان نہیں پہنچا"۔

"تو تم لوگ کس طرح یہاں نظر آ رہے ہو"۔

"ہم خود نہیں جانتے کہ ہم یہاں کیسے پہنچ جاتے ہیں.... لیکن ہمارے ساتھ بھی عجیب و غریب معاملات پیش آتے رہتے ہیں"۔

"مثلاً"۔ وہ ایک ساتھ بولا۔

"مثلاً کہ کبھی تو ہم اس جزیرے پر.... صرف ایک دن کا سفر

کر کے پہنچ جاتے ہیں.... کبھی ایک ماہ بعد پہنچتے ہیں"۔

"کیا کہا.... ایک ماہ بعد"۔ انسپکٹر کامران مرزا کے لہجے میں بلا کی حیرت تھی۔

"ہاں.... بالکل.... ایک ماہ بعد.... اور یہ بات آج تک ہماری سمجھ میں نہیں آئی.... کہ ایک دن کا سفر.... ایک ماہ کا کیسے ہو جاتا ہے"۔

"یا تو آپ لوگ مذاق کر رہے ہیں.... گپ مار رہے ہیں.... یا آپ پاگل ہیں"۔ آصف بولا۔

"یہ دونوں ہی باتیں نہیں ہیں"۔ ڈاکوؤں کے سردار نے کہا۔

"لیکن تم لوگوں کو اس جزیرے پر آنے کی ایسی کیا ضرورت پڑی ہے"۔

"ہم لوٹ کا مال یہاں جمع کرتے ہیں.... لیکن خفیہ انداز میں.... تم اس جزیرے پر سے کوئی ہیرے جواہرات تلاش کر کے نہیں دکھا سکتے"۔ سردار نے کہا۔

"ہمیں تم لوگوں کے ہیرے جواہرات کی ضرورت نہیں.... اس.... جزیرے پر یہ عمارت کیسے بن گئی"۔

"ہم پہلے معمار تھے.... عمارتیں بنایا کرتے تھے.... پھر ڈاکو بن

گئے.... اور اس جزیرے پر یہ عمارت اپنے لیے بنالی.... اب جہاز کے سفر سے تھک جاتے ہیں تو یہاں آکر آرام کرتے ہیں"۔

"پھر اب ہمارے بارے میں کیا فیصلہ ہے"۔

"اگر ہم تم لوگوں کو تیل وغیرہ دے دیں تو بھی تم لوگ پاک لینڈ نہیں پہنچ سکو گے.... سمندر میں غرق ہو جاؤ گے.... لہٰذا پھر کیوں نہ ہم ہی تمہیں سمندر میں غرق کر دیں"۔

"ہم آپ کو تیل کی قیمت دے سکتے ہیں"

"وہ ہم سب کچھ تم سے ویسے بھی حاصل کر لیں گے"۔

"ایک دوسری ترکیب یہ ہو سکتی ہے کہ آپ لوگ ہمیں اپنے جہاز پر سوار کر لیں، اس لانچ کو بھی جہاز پر سوار کر لیں.... آپ لوگ ہمیں کسی ملک کے ساحل کے قریب اتار دیں ہم لانچ میں سوار ہو کر اس ملک کے ساحل پر جا اتریں گے.... اس طرح اپنے وطن پہنچ جائیں گے"۔

"ایسے کس طرح پہنچ جاؤ گے.... جس ملک کے ساحل پر بھی اترو گے.... اس ملک کی حکومت تم لوگوں کو گرفتار کر لے گی"۔

"وہ ہمارا کام ہے.... آپ اتنا تعاون کرنے کے لیے تیار ہیں یا نہیں"۔

"ہمیں کیا ضرورت ہے.... کیا اس سے پہلے ہم نے کبھی لوگوں کو ہلاک نہیں کیا کہ اب ہمیں کوئی پریشانی ہو گی.... تم لوگوں کی ہر چیز پر قبضہ کر کے تمہیں سمندر میں ڈبو دیں گے.... یہ لانچ بھی ہمارے کام آئے گی"۔

"جیسے تمہاری مرضی.... ہم تو تمہارے فائدے کی بات کر رہے تھے"۔ انسپکٹر کامران مرزا بولا۔

"ہمارے فائدے کی بات.... کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ اگر تم ہمیں کسی ملک کے ساحل پر اتار دو تو یہ بات تمہارے حق میں بہتر رہے گی.... صرف ہماری ایک شرط ماننا ہو گی"۔

"پتا نہیں تم کیا کہہ رہے ہو.... ہم کیوں ماننے لگے تمہاری کوئی شرط"۔

"اور وہ شرط یہ ہو گی کہ تم آئندہ لوگوں کو نہیں لوٹو گے"۔

انسپکٹر کامران مرزا نے جیسے اس کی بات سنی ہی نہیں۔

"کیا کہہ رہے ہو.... دماغ تو نہیں چل گیا"۔

"خوب غور کر لو.... ابھی وقت ہے.... کہیں تم لوگ افسوس کرتے ہوئے اس دنیا سے نہ رخصت ہو جاؤ"۔

"کیا بکواس ہے.... تم ہم لوگوں کو مار ڈالو گے"۔

"اگر تم نے ہماری بات نہ مانی تو"۔

"ضرور تم لوگوں کا دماغ خراب ہے"۔

"اس کا اندازہ تمہیں ابھی ہو جائے گا... اپنے کسی سورما کو بھیجو... جو تم میں سب سے زیادہ بہادر ہو... لڑائی میں سب سے زیادہ ماہر ہو"۔

"کیوں! کیا تم اس سے مقابلہ کرو گے"؟

"تم ضرور اس کو مقابلہ کر سکتے ہو... ہم اسے نمونہ کہتے ہیں... ہم تم لوگوں کو نمونہ دکھائیں گے"۔

"اچھی بات ہے... کچھ ہم نمونہ دیکھتے ہیں... کچھ تم دیکھو... چلو رونو"۔

ایک بہت لمبا چوڑا نوجوان جہاز سے کودتا نظر آیا... اسے دیکھ کر ہی خوف محسوس ہوتا تھا... فرحت نے بوکھلا کر کہا۔

"ارے باپ رے... انکل آپ نے مقابلے کے لیے للکار کر غلطی تو نہیں کی"۔

"اب میں اور کر بھی کیا سکتا تھا"۔

انسپکٹر کامران مرزا نے کہا اور پر سکون انداز میں چلتے ساحل تک آ گئے... اُدھر رونو چھپا چھپ کرتا چلا آ رہا تھا... نزدیک آتے ہی اس نے اپنی لات گھمائی... اس کا پروگرام ان کے منہ پر لات

مارنے کا تھا... لات بجلی کی تیزی سے ان کے چہرے کی طرف آئی تھی... لیکن دوسرے ہی لمحے وہ بہت اونچا اچھلا اور پانی میں جا گرا۔

سب لوگ حیرت زدہ رہ گئے۔

"یہ کیا ہوا رونو"۔ سردار گرجا۔

"میں بے خبر تھا سردار... سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ یہ شخص کوئی ماہر لڑاکا ہے"۔

"ہوش کے ناخن لو... اس نے ایسے ہی تو تمہیں چیلنج نہیں کر دیا"۔

"آپ فکر نہ کریں... اس بار یہ سمندر میں گرے گا اور پھر اٹھ نہیں سکے گا"۔

یہ کہ کر وہ پھر ساحل کی طرف آنے لگا... نزدیک آتے ہی اس نے ان پر چھلانگ لگائی... اس کا جسم فضا میں اچھلا اور ان کے اوپر گرتا نظر آیا... لیکن اس کے جسم کو ایک جھٹکا لگا... کیونکہ انسپکٹر کامران مرزا نے بھی عین اسی وقت اس کے آتے جسم پر اچھل کر ایک زبردست ٹکر رسید کی تھی۔

اس کا جسم واپس پلٹا اور پھر پانی میں گرا۔

"یہ کیا ہوا رونو؟"

لیکن رونو کی طرف سے کوئی آواز انہوں نے نہ سنی۔

"رونو"۔ سردار زور سے چلایا۔

رونو کی لاش پانی پر تیرتی دیکھ کر وہ سکتے میں آ گئے۔

"یہ.... یہ کیسے ہو سکتا ہے.... ابھی.... چند سیکنڈ پہلے تو بالکل صحیح سلامت تھا.... اور اس شخص نے صرف اس کے جسم پر ٹکر ماری تھی.... وہ اچھل کر پانی میں گرا تھا.... پھر یہ کیسے ہو گیا" سردار نے کپکپاتی آواز میں کہا۔

"یہ بات ہماری سمجھ سے بھی باہر ہے"۔

"ٹھہرو.... پہلے میں رونو کو دیکھ لوں"۔

اس نے پانی میں اتر کر رونو کی نبض کو دیکھا.... دل کی دھڑکن کو محسوس کرنے کی کوشش کی، لیکن رونو میں زندگی کے کوئی آثار نہیں تھے۔

"یہ نہیں ہو سکتا.... میں اس شخص کو زندہ نہیں چھوڑوں گا.... اسے زندہ پکڑ کر میرے پاس لے آؤ.... میں اپنے ہاتھوں سے اس کا گلا گھونٹوں گا"۔ سردار نے بلند آواز میں حکم دیا۔

اور پھر بیس کے قریب ڈاکو ان کی طرف بڑھے.... وہ اس سے پہلے ہی درختوں کی اوٹ لے چکے تھے.... جانتے تھے کہ ان پر حملہ کیا جائے گا۔

"ارے! یہ لوگ کہاں گئے"۔ سردار چونکا۔

"درختوں کے پیچھے"۔

"ٹھیک ہے.... انہیں گھیر لو"۔

اب سارے ڈاکو چیختے چلاتے جزیرے پر اتر آئے.... اور لگے درختوں کی طرف دوڑنے.... ایسے میں اچانک ان پر فائرنگ شروع ہو گئی۔

"کوئی ایک گولی بھی خالی نہ جائے"۔ انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

ڈاکو تڑاتڑ گرے.... اور پھر ان میں بھگدڑ مچ گئی.... وہ ساحل کی طرف دوڑ پڑے.... جہاز سے اسلحہ ہاتھ میں لینے کا خیال ہی نہیں رہا تھا.... اب وہ جہاز پر سے رائفلیں اور پستول اٹھا کر جزیرے کی طرف آنے لگے.... لیکن جب وہ درختوں کے نزدیک فائرنگ کرتے ہوئے آئے تو انہیں یک دم احساس ہوا کہ دوسری طرف سے کوئی فائرنگ نہیں ہو رہی۔

"ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے وہ لوگ اور دور چلے گئے ہیں.... احتیاط سے.... درختوں کی اوٹ لیتے ہوئے ان پر حملہ کرنے کی کوشش کرو"۔ سردار نے انہیں ہدایات دیں۔

ڈاکو آگے بڑھتے رہے.... فائرنگ کرتے رہے.... یہاں تک

کہ وہ جزیرے پر بہت آگے نکل گئے.... انہوں نے پورا جزیرہ
چھان مارا.... لیکن ان کا کہیں نام و نشان تک نظر نہ آیا۔

"حیرت ہے.... یہ لوگ آخر کہاں چھپ گئے"۔

"ہم یہاں ہیں.... آپ کے جہاز پر"۔ دور سے آواز آئی۔

ڈاکو بھنا کر پلٹے اور جہاز کی طرف دوڑ پڑے.... فوراً
انہیں رائفلوں کی گولیوں کا نشانہ بنایا گیا.... کیونکہ جہاز پر موجود
رائفلیں اب ان کے دشمنوں کے قبضے میں تھیں.... وہ گرتے چلے
گئے۔

"رک جاؤ بے وقوفو.... ورنہ یہ تم سب کو ختم کر دیں
گے"۔

"اب تو ہمیں ایسا کرنے کی بھی ضرورت نہیں.... ہم جہاز
لے کر جا رہے ہیں.... اب تم ہمارے تھوڑی دیر پہلے کے الفاظ
یاد کرو"۔

"ٹھہرو.... رک جاؤ.... لیکن تم جہاز کس طرح چلاؤ
گے"۔ سردار ہنسا۔

"تم اس کی فکر نہ کرو.... ہمیں جہاز چلانا آتا ہے"۔

"لیکن ہم تم لوگوں کو جہاز نہیں لے جانے دیں گے.... اس
طرح ہم اس جزیرے پر رہ جائیں گے اور آخر کار یہیں مر جائیں

گے"۔

"تو کیا ہوا.... تم نے بھی تو ان گنت لوگوں کو موت کے
گھاٹ اتارا ہے"۔

"نن نہیں.... ہم تم لوگوں کو نہیں جانے دیں گے.... ماریں
گے یا مر جائیں گے.... پکڑ لو انہیں.... ہم اب بھی ان سے کئی گنا
زیادہ ہیں"۔

ڈاکو پانی میں کود گئے اور تیر کر ان کی طرف آنے لگے.... وہ
بھی انہیں تاک تاک کر نشانہ بنانے لگے.... خود وہ جہاز کے
مستولوں کی اوٹ لیے ہوئے تھے۔

ایک ایک کر کے تمام ڈاکو ہلاک ہو گئے.... ان کی لاشیں پانی
میں تیرنے لگیں.... ان لاشوں کے درمیان ڈاکوؤں کا سردار بت بنا
کھڑا تھا.... ابھی انہوں نے اسے نشانہ نہیں بنایا تھا۔

"اب کیا خیال ہے.... ہم نے تم سے کیا کہا تھا"۔

"تم نے ٹھیک کہا تھا.... لیکن اس وقت میں سوچ بھی نہیں
سکتا تھا کہ ایسا بھی ہو سکتا ہے.... افسوس"۔

"اب افسوس کرنے کا کیا فائدہ.... اب بتاؤ.... زندگی چاہتے
ہو یا موت؟"

"زندگی"۔

"رائفل پھینک دو..... اور جہاز پر آ جاؤ"۔

اس نے ایسا ہی کیا..... تھوڑی دیر بعد وہ بیٹھے ہوئے باتیں کر رہے تھے۔

"اب بتاؤ..... کیا واقعی ہم اپنے ملک سے اس قدر زیادہ دور ہیں"۔

"ہاں بالکل! اس بارے میں میں نے کوئی غلط بیانی نہیں کی تھی"۔

"خیر..... اب تو جہاز ہمارے پاس ہے..... ہم اپنے ملک جا سکیں گے"۔

"ضرور کیوں نہیں..... لیکن آپ نے میرے بارے میں کیا فیصلہ کیا ہے"۔

"آپ خوشی سے ہمارے ساتھ سفر کر سکتے ہیں..... لیکن اب ڈاکے ڈالنے کا خیال دل سے نکال دیں اور ایک نیک آدمی بن کر دکھائیں"۔

"اچھی بات ہے..... میں اب ڈاکو نہیں بنوں گا"۔ اس نے کہا۔

"ابھی تم نے دل کی گہرائی سے نہیں کہا..... تم سوچ رہے ہو کہ جونہی موقع ملا..... تم ہمیں ہلاک کر دو گے..... لیکن ایسی سوچ

تمہارے لیے خطرناک ہو گی..... تم اس طرح ہمارے ہاتھوں مارے جاؤ گے اور اگر سچے دل سے تم نے توبہ کر لی ہے تو ہمیں تمہاری توبہ پر ضرور یقین آ جائے گا"۔

اس نے چونک کر ان کی طرف دیکھا۔

"کمال ہے..... آپ تو دل کی باتیں پڑھ لیتے ہیں"۔

"انسان کا چہرہ کھلی کتاب کی طرح ہے..... اس کے دل میں جو ہوتا ہے وہ چہرے پر نظر آ جاتا ہے"۔

"ہوں ٹھیک ہے..... میں اب سچے دل سے توبہ کر رہا ہوں"۔ اس نے کہا۔

"ہاں! اب ٹھیک ہے..... کیا تم مسلمان ہو"۔

"نہیں..... میں عیسائی ہوں"۔

"خیر..... ہم مسلمان ہیں..... تمہیں اسلام کی دعوت ضرور دیں گے..... لیکن اسلام میں زبردستی نہیں کریں گے"۔

"ٹھیک ہے..... پہلے میں یہ تو دیکھ لوں..... تم اپنے اسلام پر عمل کس طرح کرتے ہو..... اور مسلمان ہونے کی صورت میں مجھے کیا کچھ کرنا ہو گا"۔

"ضرور..... کیوں نہیں..... تمہارا نام کیا ہے؟"

"میں جارج بیکر ہوں"۔

"شکریہ مسٹر جارج بیکر! اگر آپ نے ہمیں دھوکا دینے کی
کوشش نہ کی تو ہم آپ کو کوئی تکلیف نہیں ہونے دیں گے.... اور
آپ راستے کے سلسلے میں ہماری رہنمائی کریں گے.... ایک بات کی
سمجھ ہمیں اب تک نہیں آئی.... آپ کا کہنا ہے کہ پاک لینڈ سے
یہاں کا سفر کئی ماہ کا ہے.... لیکن ہم نے یہ فاصلہ ایک دن کے اندر
آخر کس طرح طے کر لیا"۔

"یہ بات میرے حلق سے کسی طرح نہیں اترتی"۔ جارج
بیکر نے کہا۔

"آپ غور کرتے رہیں.... شاید کوئی بات سمجھ میں
جائے.... اور اب ہم جہاز پر اپنا سفر شروع کرتے ہیں"۔

"لیکن آپ لوگ ایک بات بھول رہے ہیں"۔ جارج بیکر
نے کہا۔

"اور وہ کیا؟"

"وہ خزانہ.... جو ہم اس جزیرے پر جمع کرتے رہے ہیں"۔

"اوہ ہاں.... واقعی"۔

"تو پھر آئیے میرے ساتھ.... ہم اس خزانے کو بھی لے
ساتھ لے چلیں گے"۔

"ہاں! یہ ٹھیک رہے گا.... خزانہ ہمارے ملک کے کام

گا"۔ انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"کیا کہا.... ملک کے کام آئے گا.... گویا آپ خزانہ اپنی
حکومت کے حوالے کر دیں گے"۔

"ہاں اور کیا"۔

"یہ.... یہ نہیں ہو سکتا"۔ اس نے عجیب سے انداز میں
کہا۔

"کیا مطلب؟" وہ سب چونک اٹھے۔

○☆○

موٹالال

"ہائیں! یہ آپ ہیں مسٹر ابظال" انسپکٹر جمشید نے خوش ہو
کر کہا۔
"ہاں! کیا آپ لوگ سوچ سکتے تھے کہ مجھ سے یہاں ملاقات
ہو سکتی ہے"۔
"سوچنے کو تو ہم سوچ سکتے تھے، لیکن ہم نے سوچنے کی
ضرورت محسوس نہیں کی"۔ فاروق نے منہ بنایا۔
"یہ فقرہ پسند آیا آپ لوگوں کو؟" ابظال ہنسا۔
"یہ حیرت انگیز ہے..... لیکن یہ ہے کیا بلا؟" محمود نے کہا۔
"یہ..... میں خود بھی نہیں جانتا..... بس اچانک میرے ہا
لگ گیا تھا..... ایک مداری کے ساتھ کام کرتا تھا..... لوگ اس
کرتب دیکھ کر حیران ہو جاتے تھے..... ایک دن اتفاق سے میں
جگہ چلا گیا جس جگہ یہ اپنے کمالات دکھا رہا تھا..... بس میں اسے
لایا..... لیکن اب یہ میرے ساتھ اتنا خوش ہے کہ اس کا کہنا

مجھ جیسا باس اس نے آج تک نہیں دیکھا"۔
"بہت خوب! میرا خیال تھا..... یہ کوئی مشینی چیز ہے"۔
"نہیں..... یہ سچ مچ کا انسان ہے..... لیکن چونکہ شروع سے
مداریوں کے ہاتھوں میں رہا ہے، اس لیے کسی چھلاوے سے کم نہیں
ہے..... خود میں بھی اگر غائب نہ ہوتا تو شاید اس پر قابو نہ پا سکتا.....
پھر بھی جب میں نے اسے قابو میں کیا تو یہ چکنی مچھلی کی طرح
میرے ہاتھوں سے بھی نکل گیا تھا..... اور اگر مجھے دیکھ رہا ہوتا تو
میرے قابو میں بھی نہ آتا..... میں نے اسے کس طرح پکڑا یہ نہیں
بتاؤں گا..... بہرحال میرے لیے وہ ایک مشکل ترین کام تھا"۔
"پھر یہ آپ کا غلام کیسے بنا؟"
"جب ایک بار اس نے مجھ سے شکست کھا لی تو پھر اس نے
کہیں اور جانے سے ویسے ہی انکار کر دیا اور کہا کہ اب وہ تمام
زندگی یہیں رہے گا"۔
"بہت خوب..... بھئی واہ..... کیا بات ہے"۔ فاروق نے
تعریف کی۔
"لیکن انکل ابظال..... آخر آپ نے اس پر قابو کس طرح
پایا؟"
"یہ اب راز کی بات ہے..... اور اسے آپ لوگوں کو اس

وادی میں رکھنا ہے"۔ اقبال بولا۔

"مطلب یہ کہ آپ یہ راز نہیں بتا سکتے"۔

"ہاں! یہی بات ہے"۔

"خیر کوئی بات نہیں.... آپ ہمیں کہاں لے آئے ہیں"۔

"کیوں! جگہ پسند نہیں آئی"۔

"جگہ تو بہت اچھی ہے.... لیکن آخر آپ ہم سے اس قدر خوف زدہ کیوں ہیں"۔

"میں اور خوف زدہ.... نہیں تو؟"

"تب پھر.... ہمیں یہاں لا کر پھینکنے کی کیا ضرورت تھی"۔ محمود بولا۔

"یہ ہمارے بڑوں کی مرضی تھی.... اصل میں ہمارے بڑے آپ سے بہت خوف زدہ ہیں.... میں تو چاہتا ہوں.... آپ لوگ خوب کھل کر میدان میں رہیں اور میں آپ لوگوں سے قدم قدم پر لڑوں.... لیکن بڑے اس بات کو پسند نہیں کرتے"۔

"یہ آپ کن بڑوں کا ذکر کر رہے ہیں"۔ فرزانہ نے حیران ہو کر کہا۔

"آپ لوگ اچھی طرح جانتے ہیں"۔

"اوہ! آپ کا مطلب ہے.... مسٹر انشارجہ.... اور مسٹر

بیگال"۔ فاروق مسکرایا۔

"بات پسند آئی.... ہنسی بھی آ رہی ہے.... لیکن میں صرف مسکرا رہا ہوں"۔

"ہم آپ کو مسکراتے ہوئے دیکھنا چاہتے ہیں.... پتا نہیں آپ کیسے لگتے ہیں۔

"اس لیے تو پروفیسر داؤد کو یہاں پہنچا دیا ہے.... ان سے کام لیں اور مجھے دیکھنے کے قابل ہو جائیں.... جیسے کہ پہلے ہو گئے تھے"۔

"آپ کو غائب رہنے میں کیا مزا آتا ہے"۔

"آپ جانتے ہیں.... میں چاہوں تو بھی ایسا نہیں ہو سکتا"۔

"خیر خاک ڈالیں.... یہ بتائیں.... اس بار انشارجہ اور بیگال منصوبہ کیا لائے ہیں.... یہ سب چکر کیا ہے.... ہمیں ہمارے گھر کیوں نہیں ملتے.... شہر کیوں ادھر ادھر ہو جاتے ہیں"۔

"منصوبے کے بارے میں تفصیل نہیں بتا سکتا.... اور سچ تو یہ ہے کہ مجھے خود کچھ معلوم نہیں"۔

"یہ بات تو خیر درست نہیں ہو سکتی"۔

"تم بھی خاک ڈالو اس بات پر اور اس وادی سے نکل کر دکھاؤ"۔

"یوں مزا نہیں آئے گا"۔ فاروق نے منہ بنایا۔

"باقی دو پارٹیاں بھی یہاں ہمارے ساتھ ہوتیں تو مزا رہتا.... پھر ہم کہتے.... خوب گزرے گی جو مل بیٹھیں گے دیوانے دو"۔

"اس بار الگ الگ تم لوگوں کو الجھانے کا پروگرام بنایا گیا ہے"۔ ابظال ہنسا۔

"جی کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ تین آدمیوں کی ڈیوٹی تینوں طرف لگائی گئی ہے.... آپ لوگوں کی طرف مجھے مقرر کیا گیا تھا.... اور میری مدد کے لیے یہ فتنہ مجھے دیا گیا ہے.... انسپکٹر کامران مرزا کی طرف ایک اور خوفناک شخص کو مقرر کیا گیا ہے.... اس کا اپنا ایک انداز ہے کام کرنے کا"۔

"اور اس کا نام کیا ہے"۔

"موٹال"۔ اس نے کہا۔

"ارے باپ رے.... کافی خوفناک نام لگتا ہے.... کیا یہ حضرت بہت موٹے ہیں"۔

"نہیں.... دبلے پتلے.... لیکن خوفناک اس قدر کہ میں خود ڈر جاتا ہوں.... اور اس کی تیزی اور طراری کے آگے میں بھی پانی بھرنے لگتا ہوں"۔

"کک.... کیوں مذاق کرتے ہیں ہمارے ساتھ"۔

"کیا مطلب.... میں نے کیا مذاق کیا ہے"۔

"آپ کے گھر کی پانی کی موٹر خراب ہے کیا جو آپ پانی بھرنے لگتے ہیں"۔

"مذاق آپ کر رہے ہیں.... میں بہت سنجیدگی سے اس بار کے دشمنوں کا تعارف کرا رہا تھا.... موٹال.... بالکل نئی دریافت ہے.... خالص بیگال کا آدمی ہے.... بیگال میں اسے ساری تربیت دی گئی ہے.... ہر قسم کی جنگ کا ماہر.... خاص طور پر دماغی جنگ کا ماہر.... ہاتھ پیر سے کام لینے کے ساتھ ساتھ اپنے دماغ سے بھی کام لیتا ہے.... باقی رہا میں.... میں انشارجہ کی طرف سے مقرر کیا گیا ہوں.... تیسرے ہمارے ساتھی ہیں روگان.... یہ دناس کے ہیں.... دناس نے ہمارا ساتھ دینے کے لیے بھیجے ہیں.... ان سے میرا تعارف نہیں.... ملاقات ہو گی تو پتہ چلے گا کتنے پانی میں ہیں.... ویسے سنا ہے.... عجیب و غریب چیز ہیں.... ایک سٹول پر بیٹھے بیٹھے دشمنوں کو ختم کر رکھ دیتے ہیں اور خود سٹول سے اترتے بھی نہیں.... نہ سٹول کو گرنے دیتے ہیں.... یہ بات بھی نہیں کہ ان کے دشمن خالی ہاتھ ہوں.... بے شک وہ اسلحے سے لیس ہوں.... ان پر فائرنگ کی جائے.... تلوار یا نیزے کے وار کئے جائیں.... یا ہاتھوں اور پیروں

سے ان پر حملہ کیا جائے.... بس سٹول پر بیٹھے بٹھائے مقابلہ کرتے
رہیں گے.... اور دشمنوں کو پھرکی کی طرح گھما کر رکھ دیتے ہیں"۔
"بھئی واہ.... ان سے تو ملاقات کا شوق پیدا ہو گیا ہے"۔
"میں کہہ نہیں سکتا.... آپ لوگ ان دونوں سے ملاقات کر
سکیں گے یا نہیں.... ہمیں کوئی باقاعدہ پروگرام نہیں دیا گیا.... مجھ
سے کہا گیا تھا کہ میں آپ لوگوں کی طرف دھیان رکھوں' آپ کو
الجھائے رکھوں' اسی قسم کی ہدایات موٹال کو دی گئی تھیں.... انہیں
کامران مرزا کے لیے.... اور شوکی برادرز کی طرف بوگان کو بھیجا گیا
تھا"۔
"اس کا مطلب ہے.... ملاقات کا کوئی پروگرام نہیں ہے"۔
"نہیں.... بالکل نہیں ہے.... اتفاق سے ہم اگر ایک جگہ
اور آپ لوگ بھی وہاں جمع ہو جائیں.... تو وہ اور بات ہے"۔
"پروگرام کیا ہے.... کچھ تو پتا چلے"۔
"پروگرام کے بارے میں سچی بات یہ ہے کہ اس بار ہمیں
ہوا تک نہیں لگنے دی گئی"۔
"اور یہ جو جگہیں الٹ پلٹ ہو رہی ہیں.... لوگوں کو اپنے
مکان نہیں ملتے.... جانا چاہتے ہیں کسی شہر اور پہنچ جاتے ہیں
کسی اور شہر"۔

"ہاں! یہ تو آپ لوگوں سے یونہی چھیڑ خانی ہے.... مطلب یہ
کہ آپ کے عوام سے.... بتانا ہم اس سے یہ چاہتے ہیں کہ ہم
چاہیں تو آپ لوگوں کو معمول کی زندگی بھی نہ گزارنے دیں"۔
"یا اللہ رحم"۔
"گویا آپ لوگوں کو بھی معلوم نہیں کہ.... یہ تینوں ملک اس
بار کیا پروگرام لے کر میدان میں آئے ہیں"۔
"نہیں.... بالکل نہیں"۔
"خیر.... کوئی بات نہیں.... ہو جائے گا معلوم"۔
"کیا اس بار کوئی ہیڈ کوارٹر بنایا گیا ہے"۔
"ہاں! اور یہی سب سے مزے کی بات ہے"۔
"کیا مطلب؟" وہ چونکے۔
"اس بار جو ہیڈ کوارٹر بنایا گیا ہے.... تمام کام وہاں سے انجام
دیئے جائیں گے.... ہمیں ہدایات بھی وقتاً فوقتاً وہیں سے ملیں
گی.... لیکن خود ہمیں بھی نہیں بتایا گیا کہ ہیڈ کوارٹر کہاں بنایا گیا
ہے.... بس ہمیں رابطے کے لیے آلات دیئے گئے ہیں.... وہ جب
چاہتے ہیں.... ان آلات کی مدد سے بات کر لیتے ہیں.... ہم ان سے
بات کرنا چاہیں تو ان کی کال' کا انتظار کرنا پڑتا ہے.... خود ہم ان
سے رابطہ قائم نہیں کر سکتے.... اور یہ اس لیے کہ آپ لوگ ان

آلات کے ذریعے ہیڈکوارٹر کا سراغ نہ لگا سکیں"۔

"مطلب یہ کہ ہیڈکوارٹر کا سراغ لگانے کے لیے وہ …
ناکارہ ہیں"۔

"ہاں!"

"اس کا مطلب ہے..... اس بار ہیڈکوارٹر کا سراغ لگا…
لیے ہمیں دانتوں پسینہ آ جائے گا"۔

"دانتوں پسینہ آتا ہے یا کانوں..... یہ تو مجھے معلوم نہ…
کیونکہ ہم آپ لوگوں کو ہیڈکوارٹر کے بارے میں سوچنے…
مہلت نہیں دیں گے..... اس انداز میں الجھائے رکھیں گے…
کو فرصت ہی نہیں ملے گی"۔

آپ کے بتا دینے کے بعد بھی فرصت نہیں …
فاروق کے لہجے میں حیرت تھی۔

"ہاں! بالکل..... یہی تو کمال ہے..... ابھی آپ لوگ…
لیں گے..... مسٹر فتنہ کس طرح آپ لوگوں کے لیے بھی …
ہوتے ہیں..... سچ یہ ہے کہ یہ حضرت مجھ سے کہیں زیادہ…
چیز ہیں"۔

"آپ شاید ان کا دل رکھنے کے لیے کہہ رہے ہیں…

"میرا دل پہلے ہی رکھا رکھایا ہے"۔ فتنے کی آواز …

"اب کافی باتیں ہو چکیں..... آپ پروفیسر داؤد کی خیریت دریافت کر لیں..... میں اب آرام کرنا چاہتا ہوں"۔

"ایک منٹ..... آپ ہیں کہاں؟"

"آپ لوگوں کے آس پاس ہی ہوں..... فکر نہ کریں"۔ اس نے ہنس کر کہا۔

"نظر کب آ رہے ہیں"۔

"جو نظر آ رہا ہے..... پہلے اس سے نبٹ لیں"۔

"آپ کا مطلب ہے..... فتنے سے"۔

"ہاں! بالکل..... مزا رہے گا..... ویسے آپ لوگوں کی ان سے کشمکش سے میں بھی لطف اندوز ہونا چاہتا ہوں"۔

"گویا آپ بھی آس پاس موجود رہیں گے"۔

"اس قدر آس پاس بھی نہیں کہ آپ لوگوں میں سے کوئی ہاتھ بڑھا کر مجھے پکڑ لے"۔

"تو پھر اس کا مطلب ہے..... آپ ہم سے ڈرتے ہیں"۔

"نہیں..... بالکل نہیں..... میں ذرا بھی آپ لوگوں سے خوف زدہ نہیں ہوں"۔

"چلو خیر..... نہیں ہوں گے..... ہمیں کیا"۔

"خدا حافظ..... اب میں بات بھی نہیں کروں گا"۔ اس نے

کہا۔

"یہ کس لیے... کیا صرف اس لیے کہ ہم اندازہ نہ لگا لیں کہ آپ کہاں ہیں"۔

"نہیں... وہ تو خیر آپ لوگ لگا ہی نہیں سکتے... کیا اس وقت اندازہ لگا سکے ہیں"۔

"نہیں... اس لیے کہ... آواز چاروں طرف سے آتی محسوس ہو رہی ہے"۔

"بس تو پھر"۔ وہ بولا اور پھر اس کی طرف سے خاموشی چھا گئی۔

"مسٹر ابظال... کیا آپ جا چکے ہیں"۔ محمود بولا۔

اس کی طرف سے کوئی جواب نہ ملا۔

"چھوڑیں... آپ لوگ کیوں ان کی فکر میں پڑ گئے"۔ انہوں نے فتنے کی آواز سنی... چونک کر اس کی طرف دیکھا تو وہ پھر اپنے سٹول پر نظر آیا۔

"سٹول کا ذکر ابھی ابھی مسٹر ابظال نے کیا تھا... مسٹر رودگان کے بارے میں... یہ کہ وہ سٹول پر بیٹھے بیٹھے لڑتے ہیں"۔

"لیکن میں ایسا نہیں کرتا"۔

"لیکن سٹول یہاں بھی موجود ہے... آخر کیوں"۔

"بس مجھے بیٹھنے کے لیے سٹول ہی پسند ہے"۔

"اچھا ذرا آپ تشریف لے جائیں... ہم اپنے پروفیسر صاحب سے دو دو باتیں کر لیں"۔

"یہ آپ سے دو دو کیا ایک ایک بات بھی کرنے کے قابل نہیں رہے"۔

"وہ دوسری بات ہے"۔

"میں عمارت سے باہر جا رہا ہوں... لیکن کسی وقت بھی عمارت میں آ سکتا ہوں"۔

"اوکے"۔

اور فتنہ باہر نکل گیا... انہوں نے پروفیسر داؤد کی طرف دیکھا۔

"کیا آپ واقعی نہیں جانتے... آپ کون ہیں... کیا ہیں"۔

"نہیں... بالکل نہیں"۔

"اچھا مجھے دیکھیے... اور یاد کرنے کی کوشش کیجیے... میں کون ہوں"۔

"آپ... آپ... آپ..." وہ الجھن کے عالم میں بولے۔

"ہاں! میں... ذہن پر زور ڈالیں"۔

"لیکن کس چیز سے ڈالوں"۔ انہوں نے معصومانہ انداز میں

کہا۔"

اور ان کی ہنسی چھوٹ گئی۔

"آپ لوگ ہنس کس بات پر رہے ہیں"۔ انہوں نے پوچھا۔

"ادھر دیکھئے.... یہ خان رحمان ہیں.... آپ کے بچپن کے دوست"۔

"نہیں، تو.... میں نے تو انہیں پہلے کبھی نہیں دیکھا"۔

"چلو.... ہو گئی چھٹی"۔ خان رحمان نے گھبرا کر کہا۔

عین اسی لمحے انہوں نے ہیلی کاپٹر کی آواز سنی.... وہ پروفیسر داؤد کو بھول کر باہر کی طرف دوڑے۔

○☆○

تین گھنٹے بعد

"اتنے بہت سے آئینے.... آخر یہ کیا چکر ہے؟"

"آئینوں کا چکر.... بھئی واہ.... یہ تو کسی ناول کا نام ہو سکتا ہے"۔ اشفاق بول اٹھا۔

"لیکن آپ فاروق نہیں ہیں"۔ اخلاق بولا۔

"کیا مطلب.... ناول کا نام.... یہ ناول کا ذکر یہاں کہاں سے نکل آیا"۔ ہارون نے حیران ہو کر کہا۔

"پتا نہیں"۔ اخلاق جلدی سے بولا۔

"اور یہ فاروق کون ہے"۔

"انسپکٹر جمشید کے بیٹے"۔

"کیا کہا.... انسپکٹر جمشید کے بیٹے.... آپ انہیں جانتے ہیں"۔

"لو.... آپ جاننے کی بات کر رہے ہیں.... ارے بھئی.... ہم تو ایک ساتھ نہ جانے کتنی مہمات سر کر چکے ہیں"۔

"اوہ! کیا واقعی"۔

"بالکل واقعی"۔

"کاش! میں بھی کوئی مہم ان کے ساتھ کر سکوں"۔

"فی الحال تو ہم آئینوں کے اس سٹاک کو دیکھ لیتے ہیں.... مسٹر عابد.... یہ کیا چکر ہے.... کیا آپ لوگ ان آئینوں کا کاروبار کرتے ہیں مسٹر عابد"۔

"نہیں"۔ اس نے بھنا کر کہا۔

"مسٹر جاوید جبار.... اب آپ کیا کہتے ہیں.... آپ نے ان دونوں کو تہ خانے میں بند کر رکھا ہے"۔

"یہ ہمارے گھر میں بغیر اجازت داخل ہوئے ہیں"۔

"اوہ اچھا.... تو آپ انہیں پکڑ کر پولیس کے حوالے کر سکتے تھے.... تہ خانے میں بند نہیں کر سکتے تھے"۔

"تہ خانے میں بند تو وقتی طور پر کیا تھا.... تاکہ بعد میں پولیس کے حوالے کر سکیں"۔

"اچھا خیر.... آپ انہیں پولیس کے حوالے کر دیں اور ہمیں یہ بتائیں.... آئینوں کا کیا چکر ہے.... اس چکر میں اب تک دو آدمی مارے جا چکے ہیں"۔

"ہمارا کوئی تعلق نہیں ان دونوں سے"۔ جاوید جبار نے گھبرا

کر کہا۔

"وہ تعلق ہم ثابت کر دیں گے انکل.... آپ ان دونوں کو گرفتار کر لیں اور ان آئینوں کو قبضے میں لے لیں"۔

"ٹھیک ہے.... میں وہی کروں گا.... جو تم لوگ مجھے کہو گے.... کیونکہ میں نہیں جانتا.... یہ کیا چکر ہے"۔

اور انہیں گرفتار کر لیا گیا.... پھر وہ پولیس کی بڑی گاڑی میں بیٹھ کر وہاں سے روانہ ہوئے.... آدھ گھنٹے تک گاڑی چلتی رہی.... پھر سب انسپکٹر ہارون نے حیران ہو کر کہا۔

"آج دفتر کا راستا اتنا لمبا کیسے ہو گیا ہے"۔

"ہاں! واقعی"۔ شوکی بڑبڑایا۔

"ایک منٹ"۔ یہ کہ کر سب انسپکٹر ہارون نے ڈرائیور سے کہا۔

"تم کہیں راستا تو نہیں بھول گئے۔"

"شاید یہی بات ہے"۔ اس نے پریشان آواز میں کہا.... اس کی پیشانی پر پسینہ ہی پسینہ نظر آ رہا تھا۔

"بات کیا ہے؟"

"اب سے پندرہ منٹ پہلے دفتر کو آ جانا چاہیے تھا.... لیکن نہیں آ رہا.... آج تک میری زندگی میں کبھی ایسا نہیں ہوا ہے"۔

"اوہ.... نہیں"۔ ہارون اور وہ سب ایک ساتھ بولے۔

"ہماری زندگیوں میں تو پہلے کبھی ایسا نہیں ہوا تھا کہ ہم نے آئینوں میں اپنی صورتیں دیکھی ہوں اور وہ نظر نہ آئیں"۔

"پتا نہیں.... یہ آئینے کس قسم کے ہیں"۔

"سوال یہ ہے کہ اب ہم دفتر کا راستا کس طرح تلاش کریں"۔

"پوچھ لیتے ہیں کسی سے"۔

گاڑی سڑک کے کنارے روک کر انہوں نے راستا پوچھا۔

"احمد نگر یہاں سے کتنی دور ہے.... کیا آپ بتا سکتے ہیں"۔

"احمد نگر.... یہاں اس شہر میں تو کوئی احمد نگر نہیں ہے"۔

"کیا بات کرتے ہیں.... ہمیں شام آباد میں رہتے ہوئے مدت گزر گئی، میں خود احمد نگر کے پولیس اسٹیشن کا سب انسپکٹر ہوں.... اور آپ کہہ رہے ہیں.... یہاں کوئی احمد نگر نہیں ہے"۔

"کیا کہا.... شام آباد.... یہ شام آباد نہیں ہے جناب.... آپ بہت بڑی غلط فہمی میں مبتلا ہیں.... شام آباد تو یہاں سے کئی سو کلومیٹر دور ہے"۔

"کیا!!!" وہ دھک سے رہ گئے۔

"میں غلط نہیں کہہ رہا.... آپ کسی سے بھی پوچھ لیں....

اگلے چوراہے پر سنگ میل لگا ہوا ہے.... اس پر فاصلہ لکھا ہوا ہے آپ خود پڑھ سکتے ہیں"۔

یہ کہہ کر وہ تو چلا گیا.... اور وہ لگے ایک دوسرے کو دیکھنے۔

"یہ.... یہ کیسے ہو سکتا ہے"۔

"بالکل اسی طرح ہو سکتا ہے.... جس طرح آئینے میں شکل و صورت نظر نہیں آئی"۔

"پتا نہیں.... ہم کس چکر میں پڑ گئے ہیں"۔

"آپ گاڑی شہر سے باہر لے جا کر روک لیں.... ہم ان دونوں سے اگلوا لیں گے"۔

"نن نہیں.... ہم کچھ نہیں جانتے"۔

"کم از کم اتنا تو بتا ہی سکتے ہیں کہ یہ آئینے آپ کے پاس کیسے آئے"۔

"ہمارے پاس ایک پراسرار بیوپاری آیا تھا.... اس کے پاس یہ آئینے تھے.... اس نے یہ آئینے ہمارے ہاتھ فروخت کر دیے.... ہم نے ان کو پراسرار اور جادو کے خیال کرتے ہوئے خرید لیا کہ لوگوں کو حیرت میں مبتلا کریں گے"۔ جاوید جبار نے جلدی جلدی کہا۔

"اور سب سے پہلے آپ نے حیران کرنا پسند کیا مسٹر عابد

کو.... لیکن ان عابد کی بجائے آپ کے ملازم غلطی سے وہ آئینہ دے آئے سیٹھ عابد کو"۔

"بالکل یہی بات ہے"۔

"لیکن بالکل یہ بات ہرگز نہیں ہے"۔ شوکی مسکرایا۔

"کیا مطلب.... آپ کیا کہنا چاہتے ہیں"۔

"اگر بالکل یہی بات ہے تو پھر.... اس آئینے کو حاصل کرنے کے لیے بانکے کو بھیجنے کی کیا ضرورت تھی.... چنکو کے ذریعے بانکے کو ہلاک کر دینے کی کیا ضرورت تھی"۔

جاوید جبار بغلیں جھانکنے لگا.... آخر وہ ان دونوں کو کمرے سے باہر لے آئے۔

"انکل اب ان پر ڈنڈا برسانا شروع کر دیں.... اس وقت تک جب تک یہ سچ نہ اگل دیں"۔

"ایک منٹ.... میں اس کے بغیر ہی ساری بات آپ کو بتا دیتا ہوں"۔ جاوید جبار نے کہا۔

"بہت خوب! یہ ہوئی نہ بات"۔

دونوں ان سے ایک قدم کے فاصلے پر جا کھڑے ہو گئے۔ ان کے چہروں پر مسکراہٹ نمودار ہو گئی.... شوکی زور سے چونکا۔

"خبردار انکل.... یہ کوئی شرارت کرنا چاہتے ہیں"۔

سب انسپکٹر ہارون نے فوراً پستول نکال لیا.... اور ان کی طرف تان دیا۔

"خبردار! میں گولی مار دوں گا"۔

"آپ کو ایسا کرنے کی کوئی ضرورت نہیں انسپکٹر.... ہم تو جیب سے ثبوت نکال رہے ہیں.... ویسے آپ ہماری تلاشی لے چکے ہیں.... ہمارے پاس کوئی ہتھیار نہیں ہے"۔

"ہاں! یہ تو ہے"۔ ہارون نے کہا۔

"ہم تو خفیہ جیب سے ثبوت نکال رہے ہیں.... ان آئینوں کے بارے میں"۔

اور پھر انہوں نے بازوؤں کے نیچے گہری جیبوں میں سے کوئی چیز نکال کر ایک دم منہ میں رکھ لی۔

"ارے! یہ کیا؟" شوکی چلایا۔

"کیا ہوا؟" ہارون نے حیران ہو کر کہا۔

"ان کی گردنیں دبا دی جائیں.... یہ کیپسول نگلنے نہ پائیں"۔ وہ حلق پھاڑ کر دھاڑے۔

ہارون گھبرا گیا.... لیکن جب تک بات اس کی سمجھ میں آئی.... وہ دونوں ساکت ہو چکے تھے۔

"افسوس! یہ بہت برا ہوا"۔

"اب مجھے کیا معلوم تھا"۔ ہارون بولا۔

"لیکن اب ہم اپنے شہر سے کس قدر دور آ گئے ہیں۔ وہاں کس طرح پہنچیں گے"۔ شوکی بڑبڑایا۔

"سینکڑوں کلومیٹر دور اگر ہم اتنے کم وقت میں آ سکتے ہیں تو اتنے ہی کم وقت میں جا بھی سکتے ہیں.... چلیے.... وہیں چلیں"۔

"اور ان کا کیا کریں"۔

"اب ہم ان کی لاشیں اٹھائے کہاں پھریں گے.... افسوس! ہے کہ آئینوں کے بارے میں کچھ بھی معلوم نہیں ہو سکے"۔

"تب پھر.... کیا کیا جائے"۔ ہارون بولا۔

اور آخر وہ واپس روانہ ہوئے.... لیکن یہ ان کا خیال تھا کہ وہ واپس جا رہے ہیں.... راستا انہیں کہاں لے جا رہا تھا.... انہیں کچھ معلوم نہیں تھا.... ایسے میں ہارون نے کہا۔

"مجھے کچھ انسپکٹر جمشید.... اور ان کے بچوں کے بارے میں بتاؤ.... اور ہاں انسپکٹر کامران مرزا کے بارے میں بھی"۔

"ان لوگوں کے بارے میں ہم کیا بتائیں"۔

"بس جو بھی بتا سکتے ہیں.... ان مہمات میں سے کسی ایک کی تفصیل سے سنا دو.... جو تم نے ان کے ساتھ سر کی ہیں"۔

"اچھا"۔ شوکی نے کہا اور شروع ہو گیا.... سب لوگ

حیرت بھرے انداز میں سننے لگے.... اگرچہ شوکی کے بھائیوں کو تو یہ واقعات معلوم تھے، لیکن پھر بھی وہ اس طرح سن رہے تھے.... جیسے کہ حد درجے سنسنی خیز ناول دوبارہ پڑھ رہے ہوں۔

اس طرح سفر کرتے ہوئے نہ جانے کتنا وقت گزر گیا.... یہاں تک کہ وہ ایک آبادی سے گزرے۔

"کیا خیال ہے.... یہاں رک کر یہ نہ معلوم کر لیں کہ شام نگر کتنی دور ہے"۔

"ہاں ٹھیک ہے"۔ ہارون نے چونک کر کہا۔

"اے بھائی صاحب.... ذرا سنیے گا"۔ ہارون نے ایک راہ گیر کو پکارا۔

"جی فرمایئے"۔ وہ ان کی طرف آتے ہوئے بولا۔

"یہاں سے شام نگر کتنی دور ہے؟"

"شام نگر.... کیا مطلب؟"

"کیوں.... کیا آپ نے کبھی شام نگر کا نام نہیں سنا"۔

"ہمیں حیرت اس بات پر ہو رہی ہے کہ آپ جا رہے ہیں شام نگر.... لیکن راستا اس کے مخالف اختیار کر رکھا ہے.... اس طرف تو آپ ساری زندگی سفر کرتے رہیں گے تو شام نگر تک نہیں پہنچ سکیں گے"۔

"گویا ہمیں اس طرف جانا ہو گا.... جس طرف سے ہم آئے ہیں"۔

"ہاں بالکل"۔

"اور شام نگر یہاں سے کتنے فاصلے پر ہے"۔

"صرف تین دن اور تین رات کے راستے پر.... وہ بھی اگر آپ رکے بغیر سفر کریں اور اگر رک رک کر سفر کیا تو کئی دن لگ سکتے ہیں"۔

"آپ کا شکریہ"۔

اب وہ واپس مڑے.... کچھ آگے چل کر شوکی نے کہا۔

"میرا خیال ہے.... ہمیں اس شخص کی باتوں کی تصدیق بھی کر لینی چاہیے"۔

"ہاں! ٹھیک ہے"۔

انہوں نے ایک اور راہ گیر سے راستا پوچھا.... اس نے بھی وہی بتایا جو پہلے نے بتایا تھا.... لہٰذا ایک بار پھر وہ روانہ ہوئے۔

"یہ تو ایسا لگتا ہے کہ جیسے ہم کسی بہت بڑی بھول بھلیاں میں پھنس گئے ہوں"۔ آفتاب نے گھبرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"اور مجھے تو یوں محسوس ہو رہا ہے جیسے ہم ساری زندگی شام نگر کی تلاش میں بھٹکتے پھریں گے.... پر شام نگر نہیں آئے گا"۔

"اللہ اپنا رحم کرے.... پھر ہم کہاں جائیں گے"۔ رفعت نے بوکھلا کر کہا۔

"اور اس طرح تو ہمارے پاس پٹرول بھی ختم ہو جائے گا"۔

"میرا خیال ہے.... اب راستے میں کوئی شہر آئے تو ہم وہاں رک جاتے ہیں.... کسی ہوٹل سے کھائیں پئیں گے.... اور پھر راستا پوچھ کر روانہ ہوں گے.... بلکہ اجرت پر کسی کو ساتھ لے لیں گے"۔

"ہاں! یہ ٹھیک رہے گا"۔

انہوں نے ایسا ہی کیا.... ایک ہوٹل سے کھانا کھایا.... پھر ایک پڑھے لکھے آدمی کے سامنے اپنی داستان رکھی۔

"ہم دراصل راستہ بھول گئے ہیں اور ہمیں شام نگر جانا ہے"۔

"یہ کیا مشکل ہے.... شام نگر تو اس جگہ سے زیادہ دور نہیں ہے"۔

"کیا کہہ رہے ہیں آپ"۔

"کیوں! کیا میں نے کوئی غلط بات کہہ دی"۔ اس کے لہجے میں حیرت تھی۔

"ہمیں بتایا گیا تھا کہ وہ کئی دن کے سفر کے بعد آئے گا"۔

"نہیں! یہ غلط ہے.... اگر آپ مجھے صرف تین سو ر... دیں تو ... آپ کو شام نگر پہنچا سکتا ہوں.... تین سو میں سے ... واپسی کا کرایہ بھی دینا ہوگا"۔

"واپسی کا کرایہ ہم آپ کو الگ دیں گے.... تین ... بجائے ہم پانچ سو دیں گے"۔

"تو پھر کب چلنا ہے"۔ اس نے خوش ہو کر کہا۔

"ابھی.... اسی وقت"۔

"میں اپنے گھر فون کر دوں"۔

"ضرور! کیوں نہیں"۔

ان کے سامنے ہی اس نے فون کیا اور پھر وہ روانہ ہو...

"آپ کے خیال میں ہم کتنے گھنٹے بعد شام نگر ... گے"۔

"صرف تین گھنٹے بعد"۔

"بہت خوب"۔ انہوں نے اطمینان کا سانس لیا۔

اور پھر تین گھنٹے گزر گئے.... شام نگر آنے کے کو... نہ آئے۔

"کیوں جناب! شام نگر کہاں ہے"۔

"مم.... میں خود حیران ہوں.... یہ.... یہ کیسے ہو...

"کیا کیسے ہو سکتا ہے؟"

"یہاں تو شام نگر کے کوئی آثار تک نہیں ہیں.... جب کہ اس شہر کے آنے سے پہلے بھی بہت سی چیزیں میری جانی پہچانی آتی ہیں"۔

"اف اللہ"۔ ان کے منہ سے نکلا۔

اب پھر انہوں نے ایک راہ گیر سے پوچھا.... شام نگر کا نام سن کر اس کے چہرے پر ایسے آثار نظر آئے.... جیسے وہ پاگل ہوں۔

"کمال ہے.... ادھر شام نگر کہاں.... وہ تو یہاں سے سینکڑوں کلومیٹر دور شمال میں ہے"۔

"یہ.... یہ کیسے ہو سکتا ہے.... تین گھنٹے پہلے ہم رانی آباد سے روانہ ہوئے ہیں"۔ اس آدمی نے کہا جو ان کے ساتھ آیا تھا۔

"کیا کہا.... رانی آباد سے آپ لوگ تین گھنٹے پہلے روانہ ہوئے ہیں.... ہا ہا ہا.... میں نے اس سے پہلے اتنا بڑا جھوٹ نہیں سنا"۔

"کیا مطلب.... اس میں جھوٹ کی کیا بات ہے"۔

"ابھی میں آپ کا جھوٹ ثابت کرتا ہوں.... ذرا ادھر آنا' بھئی.... احسن.... عابد"۔ اس نے ہانک لگائی۔

فوراً کئی آدمی ان کے پاس جمع ہو گئے۔

"یہ اس طرف سے آ رہے ہیں اور ان کا کہنا ہے.... یہ رانی آباد سے آئے ہیں"۔

"کیا کہا.... رانی آباد سے"۔ وہ لوگ بھی ہنسنے لگے۔

"آخر اس میں ہنسنے کی کیا بات ہے"۔

"رانی آباد اس طرف موجود ہے.... جس طرف آپ جا رہے ہیں۔

"کیا.... نہیں"۔ وہ ایک ساتھ بولے۔

"اور یہاں سے کئی دن کے راستے پر ہے.... پھر اس کے بعد کہیں جا کر شام نگر آئے گا"۔

وہ سکتے کے عالم میں آ گئے.... ان لوگوں سے تو انہوں نے اچھا شکریہ کہہ کر پیچھا چھڑایا.... واپس پلٹے.... آگے جا کر کچھ اور لوگوں سے راستا پوچھا.... انہوں نے ان لوگوں کی بات کی تصدیق کی۔

اب تو وہ سر پکڑ کر رہ گئے.... اور اس کی طرف دیکھنے لگے.... جو ان کے ساتھ آیا تھا.... تین سو روپے کمانے کے لیے۔

"اب آپ کیا کہتے ہیں.... ہمیں شام نگر پہنچا رہے ہیں یا نہیں"۔

"مم.... میں پاگل ہو جاؤں گا"۔

"اتنی جلدی.... ہم نہ جانے کب سے اسی چکر میں چکراتے پھر رہے ہیں.... سوال یہ ہے کہ آخر شام نگر کہاں ہے"۔

عین اسی وقت سامنے سے ایک گاڑی آتی نظر آئی۔

○☆○

آواز.....میری تھی

"یہ خزانہ میں آپ کو حکومت کے حوالے نہیں کرنے دوں گا.... اس کا بڑا حصہ میں لوں گا.... باقی حصہ آپ لوگ آپس میں تقسیم کر لیجیے گا"۔

"نہیں.... ہم اس میں سے کچھ نہیں لیں گے.... آپ کو بھی ہم اپنے وطن میں لے جا کر کسی کام پہ لگائیں گے.... آپ معماری کریں گے یا کوئی اور کام پسند کریں گے جو آپ کی مرضی.... لیکن یہ حرام کی دولت آپ کو اپنی ذات پر خرچ کرنے کی اجازت نہیں دی جائے گی.... ایسی دولت حکومت کے لیے ہی ہوتی ہے"۔

"تب پھر آپ لوگ مجھے بھی مار دیں"۔

"اب ہم آپ کو امان دے چکے.... یہ بھی نہیں ہو سکتا"۔ انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"تب پھر.... فیصلہ کیسے ہو.... میں تو اس دولت کے بغیر جینے کا تصور بھی نہیں کر سکتا"۔

"آپ ایسا کریں کہ پہلے ہمارے ساتھ ہمارے وطن تک سفر کر لیں، ساحل پر اترنے سے پہلے بھی اگر آپ نے اس دولت میں سے حصے کی خواہش محسوس کی تو ہم آپ کو اس میں سے کچھ دولت دے دیں گے"۔ وہ مسکرائے۔

"کیا مطلب.... کیا میں ضرورت محسوس نہیں کروں گا"۔

"نہیں.... ہم آپ کو بتائیں گے کہ اسلام کیا ہے.... کیا کہتا ہے.... انسان کو کیسی زندگی گزارنے کی تعلیم دیتا ہے.... حلال اور حرام کیا ہے.... اس تعلیم کے بعد اگر آپ کا دل پھر بھی دنیا میں اٹکا رہا تو ہم آپ کو دولت دے دیں گے"۔

"چلیں ٹھیک ہے"۔ اس نے ہنس کر کہا۔

اور پھر انہوں نے اس عمارت کے نیچے بنے تہ خانے میں سے وہ ساری دولت جہاز پر لادی.... اس قدر بڑے خزانے کو دیکھ کر ان کی آنکھیں مارے حیرت کے پھیل گئیں.... اس میں ہیرے جواہرات، موتی، سونا چاندی.... اور سبھی کچھ تھا.... کھربوں روپے کی دولت تھی.... بے حساب.... بے اندازہ.... اب ان کا واپسی کا سفر شروع ہوا.... ایسے میں آفتاب نے کہا۔

"یہ جزیرہ ہمیں یاد رہے گا.... اس پر ہم اگرچہ کچھ زیادہ وقت نہیں گزار سکے.... لیکن پھر بھی اس کی یاد ہمیں ضرور آتی

رہے گی"۔

"تو اسے ساتھ لے چلتے ہیں"۔ آصف نے منہ بنایا۔

"ارے ہاں! یہ ہو سکتا ہے.... یہ تو پہلے ہی گھومتا پھرتا جزیرہ ہے.... کیا خیال ہے.... لوہے کی موٹی زنجیر کے ذریعے اس جزیرے کو جہاز کے ساتھ باندھ دیا جائے اور اپنے ساحل کے نزدیک لے جایا جائے تو یہ ایک بہترین تفریح گاہ بن جائے گا"۔

"آئیڈیا بہت خوب صورت ہے.... لیکن اس طرح ہمارے جہاز کی رفتار کم ہو جائے گی"۔

"ہاں! یہ بھی ہے"۔ سردار نے کہا۔

"تب پھر کیا کیا جائے؟"

"میرا خیال ہے.... اس کو باندھ کر دیکھ لیتے ہیں.... رفتار کس حد تک کم ہوتی ہے.... پہلے یہ اندازہ لگا لیتے ہیں"۔

"ٹھیک ہے"۔

انہوں نے ایسا ہی کیا.... جزیرے کو باندھ لیا اور چلنے لگے.... رفتار دیکھی تو اس میں کوئی فرق نہیں پڑا تھا۔

"مزا آ گیا.... اب ہم جب جی چاہا کرے گا.... اس جزیرے پر ایک دو دن گزار لیا کریں گے"۔

"بلکہ میں تو کہتا ہوں.... اس جزیرے پر ٹکٹ لگایا جا

ہے.... ارے ہاں.... آپ مجھے یہ کام سونپ دیجئے گا"۔ سردار نے چونک کر کہا۔

"خیر.... سوچیں گے.... ہمارا پہلا مسئلہ اپنے وطن پہنچنا ہے"۔ انسپکٹر کامران مرزا نے کہا۔

"اور آپ لوگ اب اپنے وطن نہیں پہنچ سکیں گے"۔

ایک آواز نے انہیں چونکا دیا۔

"سردار صاحب.... یہ آپ بولے تھے؟" آفتاب نے گھبرا کر کہا۔

"نن نہیں تو.... میری آواز اس قدر بھاری بھرکم نہیں ہے"۔ اس نے فوراً کہا۔

"تب پھر یہ آواز کس کی تھی"۔

"آواز میری تھی"۔

اچانک انہیں جہاز کے عرشے پر ایک شخص کھڑا نظر آیا.... وہ ایک لمبے قد کا دبلا پتلا آدمی تھا.... اس طرح اچانک نظر آنے پر وہ سٹپٹا گئے۔

"یہ.... یہ.... یہ کیا.... کیا آپ جادو کے آدمی ہیں؟" آفتاب نے گھبرا کر کہا۔

"نہیں"۔ وہ بولا۔

"تب پھر کیا آپ نے سر پر سلیمانی ٹوپی اوڑھ رکھی تھی جو ہمیں نظر نہیں آ رہے تھے"۔

"یہ بات بھی نہیں ہے.... دیکھ لو.... میرے ہاتھ میں کوئی ٹوپی نہیں ہے"۔

"یہ میرے بائیں ہاتھ کا کمال ہے.... کہو تو پھر غائب ہو کر دکھا دوں"۔

"ضرور.... کیوں نہیں.... ہماری طرف سے تو آپ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے بالکل غائب ہو جائیں.... کیونکہ آپ کی آمد میرے کانوں میں خطرے کی گھنٹی بجا رہی ہے"۔

وہ ہنسنے لگا.... ہنستے ہنستے نظروں سے اوجھل ہو گیا۔

"ارے باپ رے.... اس کی ہنسی بھی شاید جادو کی تھی.... ہنستے ہنستے غائب ہو گیا"۔ رفعت بولی۔

"کوئی بات نہیں.... میں پھر سامنے آ جاتا ہوں"۔

اور وہ انہیں پھر نظر آنے لگا۔

"یوں بات نہیں بنے گی.... اب ذرا تعارف ہو جائے.... آپ کون ذات شریف ہیں.... اور آپ نے یہ انوکھی بات کیسے کر دی کہ ہم اپنے وطن نہیں جا سکیں گے"۔

"پہلی بات تو یہ کہ میں موٹال ہوں"۔ اس نے تعارف

کرایا۔

"مم.... موٹال.... لیکن آپ تو کہیں سے بھی موٹے نہیں ہیں"۔ آفتاب نے منہ بنایا۔

"میں نے یہ نہیں کہا کہ میں موٹا ہوں.... بلکہ اپنا نام میں نے موٹال بتایا ہے"۔

"اوہ ہاں.... ٹھیک ہے.... تو آپ موٹال ہیں.... چلئے فی الحال اس بات کو ہم تسلیم کر لیتے ہیں"۔ آفتاب نے کچھ سوچ کر کہا۔

"یہ کیا بات ہوئی.... کہ فی الحال اس بات کو تسلیم کر لیتے ہیں"۔

"ہاں! اب ہمیں کیا پتا کہ آپ واقعی موٹال ہیں یا نہیں.... ہو سکتا ہے.... تھوڑی دیر بعد کوئی اور آدمی سامنے آ جائے اور کہنے لگے.... موٹال تو دراصل میں ہوں"۔

"حد ہو گئی.... تمہاری زبان ہے یا کیا ہے"۔ موٹال نے بھنا کر کہا۔

"اگر آپ کو میری زبان پر اتنا ہی اعتراض ہے تو پھر میں خاموش ہو جاتا ہوں.... لیجیے"۔

"حد ہو گئی.... یہ تم خاموش ہوئے ہو"۔ انسپکٹر کامران مرزا

نے بھنا کر کہا۔

"اوہ .... معاف کیجئے گا"۔ اس نے فوراً کہا۔

"ہاں مسٹر ٹومال.... آپ کیا فرما رہے تھے؟" رفعت بولی۔

"کیا کہا.... ٹومال"۔ اس نے آنکھیں نکالیں۔

"مم.... میں بھول گئی.... ہاں یاد آیا.... ٹوٹال"۔ رفعت نے خوش ہو کر کہا۔

"لیجئے.... یہ انہیں یاد آیا ہے.... ارے بھئی موٹال"۔ آصف نے جل کر کہا۔

"خیر خیر.... موٹال ہی سہی.... آخر ہم اپنے وطن کب تک نہیں جا سکیں گے"۔

"بہت جلد آپ کو معلوم ہو جائے گا.... آپ سمندر میں سفر کرتے کرتے بوڑھے بھی ہو جائیں گے، تب بھی اپنے وطن نہیں پہنچ سکیں گے"۔

"آخر کیوں"۔

"اس لیے کہ اب آپ کا یہ جہاز ایک دائرے میں سفر کر رہا ہے.... اور دائرے میں سفر کرنے والے جہاز کا انسان کبھی بھی منزل پر نہیں پہنچا کرتا"۔

"تو ہم اسے سیدھا کر لیں گے"۔

"سمت بتانے والے آلے پر نظر رکھو.... ایک گھنٹے میں اندازہ ہو جائے گا.... یا پھر اس جزیرے کو کھول دو.... خود کو اس کے گرد گھومتے دیکھ لو گے"۔

"ہم سمجھ گئے"۔ ایسے میں آفتاب بول اٹھا۔

"تم تو خاموش ہو گئے تھے"۔

"ہاں! لیکن میں اب بولے بغیر نہیں رہ سکا"۔ اس نے منہ بنایا۔

"خیر بتاؤ.... کیا سمجھ گئے تھے آپ"۔ موٹال نے اسے گھورا۔

"اب آپ اس قدر خوفناک انداز میں تو نہ گھوریں.... اس طرح تو میرے ذہن میں جو بات آئی ہے.... وہ بھی نکل جائے گی"۔

"ارے ہاں! یہ تو ہے"۔ آصف نے فوراً کہا۔

"بات بتائیں آپ.... میں نہیں گھور رہا"۔ موٹال بولا۔

"آپ دراصل وہ خزانہ چاہتے ہیں"۔

"خزانہ.... ارے ہاں! وہ تو خیر ہے ہی ہمارا"۔ موٹال بولا۔

"گویا آپ بھی سمندری ڈاکو ہیں"۔

"نہیں.... ہم سمندری ڈاکو نہیں ہیں.... بلکہ ہم سمندری بلائیں ہیں.... سمندری بلاؤں میں سے ایک اس وقت آپ کے

سامنے ہے.... اور اس بلا کو آپ زندگی بھر یاد رکھیں گے"۔

"آپ تو ہمیں ڈرائے دے رہے ہیں.... کچھ تو خدا کا خوف کریں"۔ آصف نے جل بھن کر کہا۔

"اچھی بات ہے.... میں سمندری بلا نہیں ہوں.... موٹال ہوں"۔

"ہمارا جہاز دائرے میں سفر کیوں کرے گا.... آپ غائب کس طرح ہو جاتے ہیں"۔

"جب تک میں چاہوں گا.... یہ جہاز دائرے میں سفر کرے گا.... بالکل اسی طرح جیسے آپ لوگوں کی لانچ کہاں سے کہاں آ گئی.... حالانکہ لانچ کا پٹرول آپ کو سینکڑوں کلومیٹر دور تک نہیں لا سکتا تھا"۔

"پتا نہیں کیا چکر چل رہا ہے"۔ انسپکٹر کامران مرزا نے پریشان ہو کر کہا۔

"آپ پہلے اپنی کوشش کر کے دیکھ لیں.... میں بات کرنے کے لیے پھر حاضر ہو جاؤں گا"۔

ان الفاظ کے ساتھ ہی وہ نظروں سے اوجھل ہو گیا۔

"یہ لوگ تو جادوگر ٹیم کے لوگ لگتے ہیں"۔ آفتاب نے بنایا۔

"مسٹر موٹال.... کیا آپ یہیں ہیں"۔ انسپکٹر کامران مرزا نے ہانک لگائی۔

اس کی طرف سے کوئی جواب نہ ملا.... انہوں نے اپنا سفر جاری رکھا.... کئی دن تک وہ سفر کرتے رہے.... لیکن سمت بتانے والا آلہ دائرے میں سفر کی ہی نشان دہی کرتا رہا.... اب تو ان کے پیروں کے نیچے سے زمین نکل گئی۔

"اس کا مطلب ہے.... مسٹر موٹال درست کہہ رہے تھے"۔

"لیکن ہم کب تک یہاں چکر کھاتے رہیں گے.... آخر یہ مسٹر موٹال چاہتے کیا ہیں؟" رفعت بولی

اسی وقت وہ نظر آنے لگا۔

"خدا کا شکر ہے.... یہ حضرت نظر تو آنے لگے"۔ رفعت بولی۔

"میں اگر نظر نہ آتا تو آپ لوگ ضرور پاگل ہو جاتے"۔

"شش.... شاید آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں"۔ انسپکٹر کامران مرزا نے تھکی تھکی آواز میں کہا۔

"چلیے.... آپ نے بات تو مانی.... اب بتائیں.... آپ کیا چاہتے ہیں"۔ موٹال بولا۔

"کیا مطلب.... آپ ہم سے پوچھ رہے ہیں کہ کیا چاہتے

ہیں"۔ انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"ہاں! اس لیے کہ..... ایک تو آپ کے لیے یہ جگہ ہے۔ یہاں آپ ساری زندگی چکر کھاتے رہیں..... ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہوگا..... دوسرے یہ کہ آپ لوگوں کو آپ کے ساتھیوں انسپکٹر جمشید کے پاس پہنچا دیا جائے"۔

"کیا کہا..... یہ آپ نے کیا کہا؟"

"ہاں! ہم آپ کو وہاں پہنچا سکتے ہیں..... لیکن پھر آپ ہرگز نہ کہیں کہ ہمیں کہاں پھنسا دیا..... ہو سکتا ہے..... آپ محسوس کرنے لگیں کہ آسمان سے گرا کھجور میں اٹکا"۔

"نہیں کہیں گے..... سمندر میں چکر کھاتے کھاتے زندگی دینے سے یہ بہتر ہے کہ ہم اپنے ساتھیوں کے پاس چلے جائیں"۔

"اچھی بات ہے..... آپ کی مرضی..... میں آپ کو ان کے پاس پہنچا دیتا ہوں..... اب آپ جہاز کو چلائیں..... یہ دائرے میں نہیں کرے گا..... اب یہ صرف اس سمت میں سفر کرے گا..... آپ کو ان لوگوں تک لے جائے گی"۔

ان الفاظ کے ساتھ ہی وہ غائب ہو گیا..... انہوں نے شروع کیا..... جلد ہی انہوں نے محسوس کر لیا کہ اب وہ دائرے میں سفر نہیں کر رہے۔

تین دن کے مسلسل سفر کے بعد انہیں اپنے سامنے پہاڑ ہی پہاڑ نظر آنے لگے..... ابھی وہ سوچ ہی رہے تھے کہ کیا کریں کہ ایک ہیلی کاپٹر فضا میں نیچے اترتا نظر آیا۔

"پتا نہیں..... کیا ہو رہا ہے..... اور یہ کیا چکر ہے"۔

"ایک ایسا چکر جو میں چکرا چکرا کر ہم مکمل طور پر گھن چکر بن چکے ہیں"۔

"خیر کوئی بات نہیں..... میں دیکھ چکا ہوں..... یہ پہاڑ عمودی ہیں..... ان پر چڑھنا کوئی خالہ جی کا گھر نہیں، لہٰذا یہ لوگ ہمیں ہیلی کاپٹر میں سوار کر کے دوسری طرف پہنچائیں گے"۔

"ارے! تو کیا دوسری طرف انکل جمشید پارٹی موجود ہے"۔

"اس ہیلی کاپٹر کی آمد تو یہی اشارہ دے رہی ہے"۔

"اس کا مطلب ہے..... ہم ملنے کی تیاری کر لیں"۔

"ہاں اور کیا"۔

اور ہیلی کاپٹر بہت نیچے آ گیا..... اس پر سے کسی نے کہا۔

"آپ لوگ رسی کی سیڑھی کے ذریعے اوپر آ جائیں..... آپ کو آپ کے ساتھیوں تک پہنچا دیا جائے گا"۔

"بہت بہتر!"

وہ ہیلی کاپٹر پر چڑھ گئے..... جہاز اور جزیرہ نیچے رہ گئے..... اور

پھر ہیلی کاپٹر اونچا ہوتا چلا گیا.... یہاں تک کہ وہ ان پہاڑوں ر
اوپر چلا گیا.... اب وہ دوسری طرف نیچے اترنے لگے.... وہ اگر
پہاڑ پہاڑ کر دیکھنے لگے.... لیکن انہیں یوں لگتا تھا جیسے وہ پہا
کے کسی کنوئیں میں اتر رہے ہوں.... وہ اس قدر گہرا تھا کہ ا
کچھ بھی نظر نہیں آ رہا تھا۔

ہیلی کاپٹر نیچے اترتا رہا.... اترتا رہا.... چیزیں آہستہ آہستہ
آنے لگیں.... اور پھر انہیں وہ وادی نظر آنے لگی.... جہ
انسپکٹر جمشید پارٹی کو چھوڑا گیا تھا.... پہلے انہیں چٹان کے اوپر
عمارت نظر آئی.... پھر کئی لوگ کھڑے نظر آنے لگے۔

"ہو نہ ہو.... یہ انکل جمشید اور ان کے ساتھی ہ
آفتاب نے پرجوش انداز میں کہا۔

"ایسا لگتا تو ہے.... وہ بھی اوپر دیکھ رہے ہیں"۔

"اب وہ نیچے تو دیکھنے سے رہے.... یہ لوگ سوچ رہ
گے کہ پتا نہیں ہیلی کاپٹر پر کون آ رہا ہے.... جب ہم ان کے
اتریں گے.... تو اس وقت آئے گا مزا.... وہ کس قدر
اچھلیں گے"۔

وہ کچھ اور نیچے ہو گئے.... یہاں تک کہ انہوں نے

جمشید پارٹی کو پہچان لیا' عین اس وقت ہیلی کاپٹر فضا میں رک گیا۔
انہوں نے چونک کر پائلٹ کی طرف دیکھا۔

○☆○

بھئی واہ.....

انہوں نے دیکھا' ایک ہیلی کاپٹر نیچے اتر رہا تھا.... وہ سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھنے لگے۔

"پروفیسر داؤد صاحب کو تو یہ ہمارے پاس لے آئے ہیں.... اب اور کون ہے جسے یہ لائیں گے"۔ انسپکٹر جمشید بڑبڑائے۔

"لانے کو یہ کیسے نہیں لا سکتے"۔ فاروق نے منہ بنایا۔

"ایسی بھی کوئی بات نہیں.... یہ بھی انسان ہیں.... اور بالکل مجبور ہیں اللہ کے مقابلے میں"۔ محمود بولا۔

"بات ٹھیک ہے"۔ خان رحمان مسکرائے۔

"میرا خیال ہے.... ہیلی کاپٹر ہمارے ہی کچھ ساتھیوں کو لے کر آ رہا ہے"۔ انسپکٹر جمشید بولے۔

"ہمارے ہی کچھ ساتھیوں کو.... مثلاً"۔

"بھئی مثلاً کیا.... مثلاً انسپکٹر کامران مرزا.... شوکی برادرز.... اور کیا"۔

"اور انکل منور علی خان کو آپ بھول گئے"۔

"ہاں.... شاید وہ بھی"۔ ان کے منہ سے نکلا۔

ہیلی کاپٹر کافی نیچے آ گیا.... اس وقت انہوں نے اس سے جھانکنے والوں کو دیکھا۔

"ہائیں! یہ تو انکل کامران مرزا لگتے ہیں"۔

"لگتے نہیں.... یہ ہیں بھی"۔ خان رحمان بولے۔

"بھئی واہ.... پھر تو مزا آ گیا.... دو پارٹیاں اس وادی میں جمع ہو گئیں"۔

"اس صورت میں شوکی برادرز کو بھی آنا چاہیے.... ورنہ ان کی کمی محسوس ہو گی"۔

"ہوں! شاید ایسا ہی ہو گا.... ان لوگوں کا پروگرام ہے.... ہمیں اس وادی میں قید کر دینے کا.... اور پھر اپنی من مانی کرنے کا.... یہ ہمارے ملک میں یا پوری دنیا میں کیا کرنا چاہتے ہیں.... ہمیں نہیں معلوم.... لیکن پروگرام ضرور خوفناک ہے.... ورنہ ہمارے لیے اس قدر فکریں کی جاتی.... اور اسی لیے پروفیسر داؤد کی برین واشنگ کر دی گئی.... تاکہ وہ ہمارے لیے بالکل ناکارہ ہو جائیں.... ہمارے کسی کام نہ آ سکیں"۔

"اب اول تو ہم اس وادی سے نکل نہیں سکتے.... نکلنے کے

بعد کوئی راستا سوچا بھی تو یہ فتنہ صاحب ہمارے راستے میں آ جائیں گے"۔

"فتنے سے میں نبٹ لوں گا.... تم فکر نہ کرو"۔ انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"کیا کہا آپ نے.... آپ مجھ سے نبٹ لیں گے"۔

"ہاں کیوں نہیں"۔

"مشکل ہے.... بلکہ ناممکن ہے"۔

"بھئی اگر تم واقعی گوشت پوست کے ہو تو میں ضرور تم سے نبٹ لوں گا اور اگر کوئی مشینی چیز ہو تو اور بات ہے.... لیکن پھر بھی میں امید کرتا ہوں کہ تمہیں شکست دے سکوں گا"۔

"آپ بہت بڑی خوش فہمی میں مبتلا ہیں"۔

"یہ وقت بتائے گا کہ میں خوش فہمی میں مبتلا ہوں یا تم"۔

اتنے میں ہیلی کاپٹر اور نزدیک آ گیا۔

"ارے.... یہ تو واقعی انکل کامران مرزا ہیں"۔

"ہاں! اب اس میں کوئی شک نہیں رہا"۔

عین اسی وقت ہیلی کاپٹر فضا میں رک گیا۔

"یہ.... یہ اس قدر اونچائی پر کیوں رک گیا ہے"۔

"کوئی امتحان لینا چاہتے ہوں گے ہمارا"۔

"السلام علیکم"۔ اوپر سے آواز آئی وہ سب ایک ساتھ بولے۔

"وعلیکم السلام"۔ انہوں نے بھی ایک ساتھ کہا۔

"لیکن یہ کیسی ملاقات ہے.... تم لوگ اوپر کیوں رک گئے ہو"۔

"ہم رکے نہیں.... روکے گئے ہیں"۔ یہ کہ کر انسپکٹر کامران مرزا پائلٹ کی طرف پلٹے۔

"پائلٹ صاحب.... آپ رک کیوں گئے.... کیا ہمیں اور نیچے نہیں لے جائیں گے"۔

"نہیں.... مسٹر موتال کی ہدایات ہیں.... آپ لوگوں کو اتنی اونچائی سے چھلانگیں لگانے کے لیے کہا جائے"۔

"کیا کہا.... اتنی اونچائی سے چھلانگیں.... لیکن اس اونچائی سے کود کر تو ہم زندہ نہیں بچ سکیں گے"۔

"یہ میں نہیں جانتا"۔

"تب پھر.... ہم تو جانتے ہیں۔ یہ کہ کر انسپکٹر کامران مرزا پائلٹ کی طرف بڑھے۔

"خبردار.... ہاتھ لگایا تو آپ بے موت مارے جائیں گے"۔

"کیا مطلب"۔

"میرے جسم میں فل کرنٹ دوڑ رہا ہے"۔

"اوہ نہیں"۔ ان کے منہ سے نکلا۔

"تب پھر ہاتھ لگا کر دیکھ لیں"۔

انسپکٹر کامران مرزا نے بلا کی تیزی سے اسے صرف چھو کر دیکھا.... انہیں ایک زبردست جھٹکا لگا۔

"ارے باپ رے"۔ وہ گھبرا گئے۔

"کیوں میں نے غلط تو نہیں کہا تھا"۔

"نہیں لیکن آپ لوگ ایسا کیوں چاہتے ہیں"۔

"مسٹر موٹال کی مرضی.... ابھی نہ جانے آپ کو ایسے کتنے امتحانات سے گزرنا ہو گا"۔

"اچھی بات ہے"۔ یہ کہہ کر انسپکٹر کامران مرزا نے نیچے دیکھا۔

"یہ لوگ ہیلی کاپٹر کو اور نیچے نہیں لا رہے"۔

"کیا مطلب.... یہ کیا چاہتے ہیں"۔ انسپکٹر جمشید چونکے۔

"یہ چاہتے ہیں.... کہ ہم اس اونچائی سے چھلانگیں لگائیں"۔

"اوہ!" وہ دھک سے رہ گئے۔

"اب کیا کیا جائے"۔

"کیا آپ پاکٹ پر قابو نہیں پا سکتے"۔

"نہیں.... اس کے سارے جسم میں کرنٹ دوڑ رہا ہے"۔

"اوہ اچھا.... آپ پہلے رفعت کو چھلانگ لگانے کے لیے کہیں.... میں اسے دبوچ لوں گا"۔

"ہاں! یہ ٹھیک رہے گا.... چلو رفعت.... انکل جمشید تمہیں سنبھال لیں گے"۔

"پھر کیا ہوا"۔ وہ مسکرائی اور کودنے کے لیے تیار ہو گئی۔

"میں کودنے لگی ہوں انکل"۔

"آ جاؤ.... بے فکر ہو کر"۔

رفعت نے چھلانگ لگا دی.... انسپکٹر جمشید نے اسے ہاتھوں پر لے لیا.... یہ کوئی آسان کام نہیں تھا.... ان کی جگہ کوئی اور رفعت کو ہاتھوں پر لیتا تو اس کے ساتھ وہ بھی ضرور گر جاتا.... لیکن وہ اپنے پیروں پر کھڑے رہے.... انہیں جھٹکا ضرور لگا۔

"اب آفتاب آئے"۔

آفتاب نے بھی چھلانگ لگا دی.... اس کے بعد آصف نے۔

"اب رہ گئے انکل"۔ فاروق بولا۔

"نہیں میں اور خان رحمان سنبھال لیں گے"۔

دونوں ایک دوسرے کے ہاتھ مضبوطی سے پکڑ کر کھڑے ہو

گئے اور انہیں اشارہ کیا.... انہوں نے اللہ کا نام لے کر چھلانگ لگا دی.... وہ ان کے بازوؤں پر گرے.... دونوں زمین پر جھک گئے.... تاہم انسپکٹر کامران مرزا کو کوئی چوٹ نہ آئی۔

"خدا کا شکر ہے.... یہ مرحلہ بھی طے ہوا"۔ انسپکٹر جمشید بولے۔

"ہائیں.... آپ کے ساتھ پروفیسر انکل نظر نہیں آ رہے"۔

"آیئے.... آپ لوگوں کو پروفیسر صاحب سے ملواتے ہیں"۔

وہ عمارت کی طرف چل پڑے.... جونہی عمارت میں داخل ہوئے.... انہوں نے پروفیسر داؤد کو عجیب حالت میں دیکھا.... وہ سر کے بل کھڑے تھے۔

"ہائیں.... یہ آپ کیا کر رہے ہیں پروفیسر انکل"۔ رفعت نے حیران ہو کر کہا۔

"ک.... کون.... کون؟" وہ بوکھلا کر سیدھے ہو گئے.... آنکھوں میں خون اتر آیا۔

"اف مالک یہ انہیں کیا ہو گیا؟"

"ہمارے دشمنوں نے ان کی برین واشنگ کر ڈالی ہے.... آپ کو تو شاید پتہ بھی نہیں کہ دارالحکومت میں کیا واقعات پیش آئے ہیں"۔ انسپکٹر جمشید نے کہا۔

"نہیں.... لیکن جو حالات ہمارے ساتھ پیش آئے ہیں.... آپ بھی ان کے بارے میں سوچ نہیں سکتے"۔

"اور یہ باہر ایک ننھا منا سا انسان نظر آیا ہے.... وہ کیا شے ہے؟" آصف بولا۔

"بہت بڑی اور خوفناک"۔

"بڑی اور خوف ناک.... جی کیا مطلب؟"

"اس کی ڈیوٹی یہ ہے کہ ہمیں اس وادی سے باہر نہ نکلنے دے"۔

"وہ اور ہمیں روک سکے گا.... یہ اور بات ہے کہ اس وادی سے نکلنے کا کوئی راستا نہ ہو"۔ آفتاب بولا۔

"یہی بات ہے.... اول تو راستا ہی نہیں ہے.... اور اگر ہم کسی طرح کوئی راستا تلاش کر لیتے ہیں تو پھر ہمارے راستے میں وہ آ جائے گا.... یعنی فتنہ"۔

"آپ اسے فتنہ کہہ رہے ہیں"۔

"اس کا نام فتنہ ہی ہے.... میں کیا کہوں گا"۔

"میرے خیال میں وہ سیدھی کھیر ثابت نہیں ہو گا"۔ انسپکٹر کامران مرزا نے کہا۔

"ہاں! آپ کا اندازہ درست ہے.... وہ بہت خطرناک ہے....

ہمیں اس کا تجربہ ہو چکا ہے"۔

"ایک منٹ انکل.... ذرا میں بھی تجربہ کر آؤں"۔

یہ کہہ کر آفتاب اٹھ کر باہر کی طرف چلا۔

"نہ بھئی.... رک جاؤ.... چوٹ کھاؤ گے"۔ انسپکٹر جمشید
چلائے۔

لیکن اتنی دیر میں وہ باہر نکل چکا تھا۔

"ارے باپ رے.... اسے روکنا چاہیے"۔

یہ کہہ کر انسپکٹر جمشید باہر کی طرف دوڑے.... لیکن
عمارت کے باہر فتنہ موجود تھا اور آفتاب اس وقت تک اس
چھلانگ لگا چکا تھا.... لیکن وہ فتنے کے اوپر نہ گر سکا.... پھرتی
پر گرا اور ساتھ ہی فتنے کی ٹھوکر اس کی کمر پر پڑی.... بس پھر
تھا.... اسے یوں لگا جیسے پہاڑ اس پر گر پڑا ہو۔

"لے جاؤ اسے اٹھا کر.... تم سب میرے نزدیک ایک چ
سے زیادہ نہیں ہو.... مسل کر رکھ دوں گا"۔

وہ سناٹے میں آ گئے.... آفتاب کو پلٹا تو وہ مکمل طور پر
ہوش تھا اور سانس بہت مشکل سے لے رہا تھا.... انہوں نے جل
جلدی اس کی پسلیوں کو مسلا.... مصنوعی سانس دینا شروع کیا
کہیں جا کر آدھ گھنٹے بعد اس نے آنکھیں کھولیں۔

"اف مالک! یہ.... یہ کیا چیز ہے؟" وہ کانپ گیا۔

"بہت زیادہ خوفناک اور خطرناک.... ہم سوچ بھی نہیں
سکتے.... اس سے مقابلے کی صورت میں ہمیں دانتوں پسینہ آ جائے
گا"۔ انسپکٹر جمشید بولے۔

"ابا جان نے اسے کلائی سے پکڑ لیا تھا اور اسے کہا تھا کہ وہ
کلائی چھڑا کر دکھائے"۔ فرزانہ نے انہیں بتایا۔

"تو پھر؟" وہ ایک ساتھ بولے۔

"اس نے بہت آسانی سے کلائی چھڑا لی"۔

"نن نہیں"۔ وہ چلائے۔

"ہاں! جب کہ ایک ہاتھی جتنا طاقتور آدمی بھی اپنی کلائی مجھ
سے نہیں چھڑا سکتا"۔ وہ بولے۔

"اوہ!" ان کی آنکھوں میں خوف دوڑ گیا۔

اسی وقت دروازہ کھلا اور فتنہ اندر داخل ہوا۔

"آفتاب کا اب کیا حال ہے؟"

"ہائیں.... تو تم ہمارے نام بھی جانتے ہو"۔

"یہ پوچھو کہ میں کیا نہیں جانتا.... میری یادداشت میں ان
گنت معلومات بھری گئی ہیں"۔

"تب تم ضرور مشینی انسان ہو گے"۔

"نہیں.... اس خوش فہمی میں نہ رہنا"۔

"کیا مطلب.... یہ خوش فہمی کس طرح ہو گئی۔

"ہاں! مشینی مخلوق کو شکست دینا بہت آسان ہے.... اس کے پاس اپنی عقل نہیں ہوتی.... جب کہ میرے پاس عقل ہے اور میں مشین سے زیادہ تیز ہوں"۔

"ہو گے.... ہمیں کیا.... یہ بتاؤ.... تیسری پارٹی کب آ رہی ہے"۔

"شوکی برادرز؟" اس نے سوالیہ انداز میں کہا۔

"ہاں.... شوکی برادرز"

"بہت جلد.... سنا ہے.... انہیں بھی گھیر لیا گیا ہے"۔

"ہم سب کو یہاں قید کر کے آپ لوگ چاہتے کیا ہیں.... ہمارے ملک میں کیا کرنا چاہتے ہیں"۔

"صرف آپ کے ملک میں نہیں.... تمام اسلامی ملکوں میں سازش کا ایک جال بچھایا جانے والا ہے"۔

"کس قسم کی سازش کا"۔

"بس آپ لوگ سوچ بھی نہیں سکتے"۔

"آپ کو پتا ہے.... جال کیا ہے"۔

"نہیں.... مجھے کیا.... ابظال تک کو پتہ نہیں.... موثال اور

روگان کو بھی نہیں بتایا گیا.... ان کی ڈیوٹی صرف اتنی لگائی گئی ہے کہ آپ لوگوں کو آپ کے ملک سے باہر اور تمام اسلامی ملکوں سے دور رکھا جائے.... آپ لوگ کسی اسلامی ملک کے پاس تک نہ پھٹک سکیں اور نہ آپ اپنے ملک میں داخل ہو سکیں.... چنانچہ ابظال کو انٹارجہ کی طرف سے، موثال کو بیگال کی طرف سے اور روگان کو وٹاس کی طرف سے بھیجا گیا.... انہوں نے ایک خفیہ مقام پر ملاقات کی.... اس ملاقات کی نگرانی میرے ذمہ لگائی گئی.... یعنی مجھے یہ انتظام کرنا تھا کہ کوئی ان کی گفتگو سن نہ لے.... اور کوئی ان کی گفتگو نہ سن سکا.... انہوں نے کیا پروگرام ترتیب دیا.... یہ مجھے بھی نہیں معلوم.... بہرحال! تینوں کو ایک جگہ قید کرنے کا فیصلہ کیا گیا.... دو پارٹیاں آ چکی ہیں.... تیسری کا انتظار ہے.... وہ بھی آتی ہو گی.... اس کے بعد ابظال.... موثال اور روگان اس وادی سے باہر موجود رہیں گے.... میں اندر.... پہلی بات تو یہ کہ اس وادی سے نکلنے کا یوں بھی ایک فیصد امکان نہیں.... اگر کسی طرح نکلنے کا کوئی ذریعہ آپ لوگ سوچ بھی لیں تو میں یہاں موجود ہوں.... میرے بارے میں ابھی تم لوگوں کو کچھ بھی معلوم نہیں.... اگر وقت آیا.... اور میرا تم لوگوں سے مقابلہ ہوا تو اس وقت میری کارکردگی تم لوگ دیکھو گے.... وادی سے نکلنا موت کو گلے لگانے سے زیادہ مشکل

محسوس ہو گا آپ لوگوں کو.... اور اگر فرض کیا.... آپ لوگ کسی نہ
کسی طرح.... مجھے شکست دے دیتے ہیں.... اگرچہ اس کا دور دور
تک کوئی امکان نہیں.... تو پھر.... باہر ان تینوں سے ملاقات ہو
گی.... اور ان تینوں کے بارے میں یہ بات مشہور ہے کہ جب وہ
ایک جگہ جمع ہو جائیں تو پھر پوری ایک فوج کے لیے بہت کافی
ہیں.... آپ لوگ تو پوری ایک فوج ہیں بھی نہیں"۔

یہاں تک کہہ کر وہ خاموش ہو گیا۔

"بس! یا اور کچھ"۔

"بس.... کیا یہ باتیں سن کر آپ لوگ مایوس نہیں ہوئے"۔
اس نے حیران ہو کر کہا۔

"نہیں.... مسلمانوں کے لیے تو مایوس ہونا ویسے بھی گناہ
ہے.... ہم لوگ اپنے اللہ پر بھروسہ رکھتے ہیں.... کیا سمجھے.... اب
رہی یہ بات کہ ہم اس وادی سے نکل سکیں گے یا نہیں.... تو سن
لیں.... آپ نے ابھی تک ایک بات کی طرف توجہ نہیں دی مسٹر
فتنے"۔

"توجہ نہیں دی.... کس بات کی طرف"۔ اس نے حیران ہو
کر کہا۔

"اس بات کی طرف کہ آخر پوری اسلامی دنیا میں سے ہمیں

نکال کر لانے اور قید کرنے کی کیوں سوچی گئی.... اس کے لیے بھی
اس قدر گھماؤ پھراؤ کا طریقہ سوچا گیا.... ہمیں تو عام طریقے سے
یہاں لایا اور قید کیا جا سکتا تھا.... صاف ظاہر ہے.... ہمیں خوف و
ہراس میں مبتلا کرنے کے لیے یہ پروگرام بنایا گیا تھا.... تاکہ موجودہ
حالات دیکھ کر ہم بری طرح خوف زدہ ہو جائیں.... مایوس بھی ہو
جائیں اور پھر سوچنا شروع کر دیں کہ ان حالات میں آخر ہم بے
چارے کیا کر سکیں گے.... لیکن بس یہیں آپ لوگ ناکام ہو گئے۔

"ناکام ہو گئے.... کیا مطلب"۔

"نہ تو ہم خوف زدہ ہوئے.... نہ ہراساں ہوئے.... نہ پریشان
ہوئے.... نہ نا امید ہوئے.... نہ مایوس ہوئے.... اور یہی ہماری
کامیابی کی سب سے بڑی دلیل ہے.... اور ہاں مسٹر فتنہ.... آپ نے
ہماری باتوں کا جواب نہیں دیا.... آخر پورے عالم اسلام میں سے
بڑی طاقتیں ہم سے کیوں خوف زدہ ہیں"۔

"ہاں! اس بات پر تو میں اس قدر حیران ہوں کہ کیا
بتاؤں.... کیونکہ مجھے تو آپ لوگ بائیں ہاتھ کا کھیل نظر آتے
ہیں.... ابھی تک میری اور آپ کی صرف تین جھڑپیں ہوئی ہیں....
ان تینوں میں میں نے آپ لوگوں کی کوئی خاص صلاحیت محسوس
نہیں کی"۔

"بس! تم صرف اس پر غور کرتے رہو.... کہ ان طاقتوں نے ہمارے لیے اس قدر فکر کیوں کیا.... آخر وہ ہمیں کیا سمجھتے ہیں"۔

"ضرور بہت بڑی چیز سمجھتے ہیں.... لیکن میں نہیں"۔

"اس کی وجہ ہے"۔ انسپکٹر کامران مسکرائے۔

"اور وہ کیا"۔

"یہ کہ.... آپ کا ابھی تک ہم سے باقاعدہ مقابلہ نہیں ہوا.... جب ہم آمنے سامنے آئیں گے تو معلوم ہو گا"۔

اسی وقت انہوں نے ہیلی کاپٹر کی آواز سنی۔

○☆○

فرشتوں کی دال

"لیجیے! آپ کے شوکی برادرز بھی پہنچ گئے"۔ فتنہ مسکرایا۔

وہ تیزی سے اٹھے.... انہوں نے پروفیسر داؤد کے چہرے پر گھبراہٹ دیکھی۔

"آپ کو کیا ہوا؟"

"میری تو سمجھ میں نہیں آ رہا کہ مجھے کیا ہوا"۔

"خیر.... آپ سوچیں.... کہ آپ کو کیا ہوا.... ہم ذرا شوکی برادرز کو لے آئیں"۔

"شوکی برادرز.... یہ کون صاحب ہیں؟"

"یہ ایک صاحب نہیں.... کئی صاحب ہیں.... ابھی آپ دیکھ ہی لیں گے"۔

"ہم.... میرے لیے.... کھانا نہیں آئے گا.... بہت بھوک لگی ہے"۔

"اوہ.... آپ نے پہلے کیوں نہ بتایا"۔

"بس شرم محسوس کرتا رہا کہ آپ لوگ کیا خیال کریں گے"۔

انہوں نے جلدی جلدی ایک ڈبا کھول کر پلیٹ میں کھانا نکالا اور ان کے آگے رکھ دیا۔

"بھئی واہ.... مزا آ گیا"۔

"آپ کھانے کے دوران یہ بھی سوچیں کہ آپ پروفیسر داؤد ہیں.... اپنے ملک کے بہت بڑے سائنس دان"۔

"اچھی بات ہے.... سوچ لیتا ہوں.... میرا ایسا سوچنے کے سلسلے میں کیا جاتا ہے؟" انہوں نے خوش ہو کر کہا۔

اور وہ مسکراتے ہوئے باہر نکل آئے۔

"یہ بات سمجھ میں نہیں آئی کہ یہ سر کے بل کیوں کھڑے تھے.... پہلے تو یہ کبھی ایسا نہیں کرتے تھے"۔

"برین واشنگ کے سلسلے میں ان کے ساتھ کیا کیا سلوک کیا گیا ہو گا.... ایک تو ہمیں ان کے لیے بہت پریشانی ہے.... دوسرے یہ خیال ستا رہا ہے کہ اسلامی ملکوں کے خلاف سازش کیا کی گئی ہے.... اور تیسری بات یہ کہ اس وادی سے کیسے نکلیں گے"۔

"گویا اس بات کی مہم.... شان دار سے بھی بڑھ کر ثابت ہو گی"۔ آفتاب مسکرایا۔

"حد ہو گئی.... شاندار سے بھی بڑھ کر ایسی ہوتی ہے"۔

فاروق نے منہ بنایا۔

"تو پھر کیسی ہوتی ہے.... یہ تو بتا دو"۔ آصف بولا۔

"میں نے بتایا نا.... تو سر دھنتے نظر آؤ گے"۔ فاروق نے برا سا منہ بنایا۔

"کیا تم گا کر بتاؤ گے"۔ آفتاب کے لہجے میں حیرت تھی۔

"نہیں بجا کر"۔ فاروق نے پھاڑ کھانے والے انداز میں کہا۔

"ہائیں ہائیں.... تم لوگ آپس میں لڑو گے"۔ انسپکٹر کامران مرزا نے انہیں ڈانٹا۔

آسمان کی طرف نگاہ کی تو ہیلی کاپٹر کافی نیچے آ چکا تھا.... اور پھر وہ رک گیا.... اتنی ہی اونچائی پر جتنی پر پہلے رکا تھا۔

"ارے باپ رے.... اب شوکی برادرز کو نیچے پھینکا جائے گا"۔ انسپکٹر جمشید نے چلا کر کہا۔

"لیکن آپ کیوں گھبرا رہے ہیں"۔ فاروق نے حیران ہو کر کہا۔

"اس لیے کہ اب شوکی برادرز بری طرح ڈریں گے"۔

ایسے میں اوپر سے آواز آئی۔

"ہائیں! یہ ہم کیا دیکھ رہے ہیں"۔ یہ آواز مکھن کی تھی۔

"دیکھتے رہو.... کوئی پابندی نہیں ہے.... بلکہ یہاں تو تم لوگوں کو اور نہ جانے کیا کچھ دیکھنے کو ملے گا، بس آنکھیں ہونی چاہئیں دیکھنے کے لیے"۔

"وہ تو خیر ہمارے پاس ہیں"۔ اوپر سے شوکی نے کہا۔

"یہ لوگ بھی پہلے کی طرح نیچے آرہے ہیں.... انہیں دبوچ سکتے ہیں تو دبوچ لیں"۔ اوپر سے پائلٹ نے کہا۔

"ارے باپ رے.... تو کیا اس اونچائی سے چھلانگیں بھی لگانا پڑیں گی"۔ اشفاق نے گھبرا کر کہا۔

"ہاں! لیکن تم لوگوں کو گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں"۔ آفتاب نے برا سا منہ بنایا۔

"لیکن کیوں! ہمارے خیال میں تو اس وقت گھبرانے کی بہت زیادہ ضرورت ہے.... شاید اتنی ضرورت ہمیں پہلے کبھی نہیں تھی"۔ اخلاق نے کہا۔

"نیچے کودتے ہو یا دھکا دیا جائے"۔ پائلٹ غرایا۔

"اچھا بھائی.... کودتے ہیں.... اب غراؤ تو نہ زیادہ.... پہلے ہی ہم ڈرے ہوئے ہیں"۔ مکھن بولا۔

اور پھر انہوں نے باری باری چھلانگیں لگا دیں.... انسپکٹر

جمشید اور انسپکٹر کامران مرزا انہیں دبوچتے رہے.... ہیلی کاپٹر اوپر ہوتا چلا گیا.... یہاں تک کہ آنکھوں سے اوجھل ہو گیا۔

"اف اللہ! ہم کہاں پہنچ گئے"۔ اخلاق نے بوکھلا کر دادی کو دیکھا۔

"اللہ کا شکر ادا کرو.... کہیں پہنچے تو.... ورنہ ہم تو گھن چکر بن کر رہ گئے تھے.... شام آباد آنے کا نام نہیں لے رہا تھا"۔

"بھئی ذرا ہمیں بھی بتاؤ کیا چکر چلا ہے تم لوگوں کے ساتھ"۔ انسپکٹر جمشید نے مسکرا کر کہا۔

"تو کیا انکل.... یہیں کھڑے کھڑے بتائیں"۔

"نہیں بیٹھے بیٹھے.... آؤ چلیں.... ابھی تم لوگوں کو پروفیسر داؤد کو بھی ملوانا ہے"۔

"آہا تو.... وہ بھی ساتھ ہیں.... تب تو آ جائے گا مزا"۔

"نہیں آئے گا.... بہت مشکل ہے"۔ آفتاب نے منہ بنایا۔

"کیا کہا.... نہیں آئے گا.... اس کی کیا مجال ہے کہ نہ آئے"۔ شوکی بولا۔

"کہا نا.... نہیں آئے گا"۔

"آخر کیوں.... کیا مزا ہم سے اس حد تک [illegible] ہو گیا ہے"۔

"بس یہی سمجھ لو"۔

"اچھی بات ہے.... سمجھ لیا ہمارا کیا جاتا ہے سمجھنے میں"۔

جونہی وہ عمارت میں داخل ہوئے.... شوکی برادرز ہی نہیں.... باقی سب لوگ بھی حیران رہ گئے.... پہلے جب وہ لوگ عمارت میں داخل ہوئے تو پروفیسر داؤد الٹے کھڑے نظر آئے تھے.... اب ایک اور انداز میں کھڑے نظر آ رہے تھے.... انہوں نے کمرے کے ایک کونے سے اپنی کمر لگائی ہوئی تھی.... اور ایک ٹانگ پوری طرح اٹھائی ہوئی تھی.... اٹھائی ہوئی ٹانگ کا پیر دیوار کے ساتھ لگا رکھا تھا۔

"یہ.... یہ کیا کر رہے ہیں انکل"۔ شوکی نے گھبرا کر کہا۔

اس کی آواز سن کر پروفیسر داؤد نے چونک کر اس کی طرف دیکھا.... پھر باقی لوگوں پر ایک نظر ڈالی اور کہا۔

"کھانا بہت برا تھا.... آئندہ اتنا برا کھانا دیا تو دوسری ٹانگ بھی اٹھا کر کھڑا ہو جاؤں گا"۔

"یہ.... یہ کیا؟" شوکی برادرز بوکھلا اٹھے۔

"کیوں.... مزا آیا یا نہیں"۔ فاروق مسکرایا۔

"اس کا تو دور دور کا پتا نہیں"۔ مکھن بولا۔

"میں نے پہلے ہی کہہ دیا تھا.... کہ نہیں آئے گا"۔

"لیکن یہ سب کیا ہے؟" شوکی بولا۔

"ایک منٹ شوکی"۔ انسپکٹر جمشید نے کہا اور پھر پروفیسر داؤد کے نزدیک پہنچ کر بولے۔

"آپ نے کیا کہا.... دوسری ٹانگ بھی اوپر کر کے کھڑے ہو جائیں گے.... ذرا ایسا کر کے دکھائیں تو"۔

"یہ کیا مشکل ہے"۔ یہ کہہ کر انہوں نے دوسری ٹانگ اٹھانے کی کوشش کی.... لیکن ایسا نہ ہو سکا.... جھینپ گئے اور بولے۔

"پتا نہیں کیا ہو گیا ہے.... پہلے تو ایسا نہیں تھا"۔

"اچھا اب آپ ہمارے ساتھ بیٹھ جائیں.... آپ کو مزے دار کھانا کھانے کا اتفاق ہو جائے گا"۔ انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"کیا واقعی؟" انہوں نے فوراً کہا۔

"ابھی آپ کے سامنے کھانا رکھتے ہیں"۔

انہوں نے ٹانگ نیچے کر لی اور میز کے گرد بچھی کرسیوں کی طرف بڑھے.... کبھی ایک کرسی کے پاس رکتے تو کبھی دوسری کے۔

"کیا بات ہے انکل؟" فاروق نے گھبرا کر کہا۔

"یار میں تمہارا انکل کدھر سے ہوں؟" انہوں نے چونک کر کہا۔

"ہر طرف سے"۔ فاروق نے فوراً کہا۔

انہوں نے اپنے آپ کو ہر طرف سے دیکھا' پھر بولے۔

"نہیں تو.... میں تو کسی طرف سے بھی تمہارا انکل نہیں ہوں"۔

فاروق کے علاوہ باقی سب کھی کھی کرنے لگے.... فاروق جھلا اٹھا۔

"اچھا مان گئے.... آپ کسی طرف سے بھی اور کسی طرح بھی ہمارے انکل نہیں ہیں' بلکہ ہم آپ کے انکل ہیں"۔

"بھئی واہ.... یہ ہوئی نا مزے کی بات"۔

"ہائیں.... فاروق بھائی.... آپ تو کہہ رہے تھے.... مزا آنے گا ہی نہیں"۔ مکھن فوراً بولا۔

"یار میں تمہیں کہہ رہا تھا.... اور یہ مزا تمہیں نہیں.... پروفیسر انکل کو آ رہا ہے"۔

"پروفیسر انکل.... کون پروفیسر انکل"۔ پروفیسر داؤد چونک کر بولے۔

"آپ.... اور کون.... آپ ہیں ہمارے پروفیسر انکل.... ذرا ذہن دوڑائیے"۔

"تم کہتے ہو تو دوڑ لیتا ہوں زمین پر"۔

یہ کہہ کر وہ کمرے میں بے تحاشہ دوڑنے لگے۔

"لیجیے.... یہ ذہن دوڑا رہے ہیں"۔ فاروق بے چارگی کے انداز میں بولا۔

"بس بس.... کافی ذہن دوڑا چکے ہیں.... تھک جائیں گے"۔ انسپکٹر جمشید نے گھبرا کر کہا۔

"لو اور سنو.... کہیں کوئی ذہن دوڑانے سے بھی تھکتا ہے"۔ پروفیسر بولے اور رک گئے۔

"آپ صرف ایک بات یاد کرنے کی کوشش کریں.... اور وہ یہ کہ آپ پروفیسر داؤد ہیں.... دنیا کے بہت بڑے سائنس دان.... جو اپنی عقل کے ذریعے اسلام دشمن ملکوں کے سائنس دانوں کو ناکوں چنے چبوا دیتے ہیں"۔ انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"چنے.... ہاں واقعی.... چنوں کی بھوک محسوس ہو رہی ہے"۔

"یہ آپ لوگ ہنس کیوں رہے ہیں.... کیا چنے کھانا کوئی ہنسی کی بات ہے.... میرے خیال میں تو بہت مزے کی بات ہے"۔ پروفیسر داؤد بولے۔

"پھر آ گئی مزے کی بات"۔ مکھن فوراً بولا۔

"اوہو.... اگر تمہیں آ رہی ہے تو بات کرو"۔ فاروق نے

تلملا کر کہا۔

"پوچھ کر بتاؤں گا"۔

"کیا پوچھ کر بتاؤ گے؟" آفتاب نے اسے گھورا۔

"اور کس سے پوچھ کر بتاؤ گے"۔

"تمہی سے پوچھ کر بتاؤں گا.... اور یہ پوچھ کر بتاؤں گا کہ حضرت آ رہے ہیں یا نہیں.... اس لیے کہ نیکی اور پوچھ پوچھ"۔

"حد ہو گئی.... پوچھ پوچھ کے ڈھیر لگا دیئے.... تجارت کرنے کا تو ارادہ نہیں ہے"۔ آفتاب نے جل کر کہا۔

"بہت ہو چکی.... اب آپ لوگ کھانا کھا لیں.... پھر رات میں میرے ساتھ مشق کرنا ہوگی"۔

ایسے میں فتنے کی آواز گونجی.... وہ اس کی طرف مڑے۔

"آپ نے کیا کہا مسٹر فتنہ"۔

"فتنہ.... یہ فتنے ہیں.... ارے باپ رے"۔ مکھن نے گھبرا کر کہا۔

"ہاں! یہ اس وادی کے فتنے ہیں.... ان کی ڈیوٹی یہ ہے کہ ہمیں اس وادی میں مہمان رکھیں.... اگر ہم کہیں جانے کا ارادہ کریں تو یہ ہمیں اپنا ارادہ پورا نہ کرنے دیں"۔

"جی.... کیا مطلب"۔ شوکی چونک کر بولا۔

"ہاں! یہ ہمیں روکیں گے"۔

"یہ اور ہم سب کو روکیں گے"۔

"مطلب یہ کہ.... آپ کو بھی.... اور آپ کو بھی"۔ شوکی نے انسپکٹر کامران مرزا اور انسپکٹر جمشید کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے؟"

"جیسے بھی ہو سکتا ہے.... دیکھ لینا.... اول تو اس وادی سے نکلنے کا کوئی راستا ہی نہیں ہے، چاروں طرف عمودی پہاڑ ہیں.... ہمارے پاس پہاڑوں پر چڑھنے کا کوئی سامان بھی نہیں ہے.... ان حالات میں ہم کیا کر سکتے ہیں"۔ محمود نے جلدی جلدی کہا۔

"ارے ہاں! ہم تو یہاں شوکی برادرز کی کہانی سننے کے لیے آئے تھے"۔

"اور آ کر رک گئے پروفیسر انکل پر"۔

"میں کوئی بجلی کا تار ہوں.... جس میں تم اٹک گئے ہو...."

"نہیں ہو تم"۔ پروفیسر داؤد بولے۔

"اوہ!!" انسپکٹر جمشید بولے۔

"آپ کس بات پر چونکے"۔

"پروفیسر داؤد کے ٹھیک ہونے کا امکانات روشن ہیں.... مثلاً.... بجلی کے تار.... پتنگ.... آخر یہ بات عقل کے بغیر تو

نہیں کہی جا سکتی.... مطلب یہ کہ ان میں ابھی کسی حد تک عقل
موجود ہے"۔

"بالکل ٹھیک.... ہم اگر کوشش کرتے رہے تو ان کی عقل
چالو ہو جائے گی"۔ فرزانہ نے خوش ہو کر کہا۔

"شکر ہے"۔ فرزانہ کی آواز بھی سنائی دی.... میں تو سوچ
میں پڑ گئی تھی کہ اس مہم میں فرزانہ موجود بھی ہیں یا نہیں۔
فرحت کی آواز گونجی۔

"بھئی یہ لوگ کسی کو بولنے کا موقع دیں تو کوئی بولے نا"
فرزانہ نے جھلا کر کہا۔

"اور یہ تمہارے فرشتے بول رہے ہیں کیا"۔

"ان بے چاروں کی دال بھی مشکل سے گلتی ہے....
ہی تلاش کرتے رہ جاتے ہوں گے بولنے کا"۔

"کیا کہہ رہے ہو بھئی.... فرشتوں کی دال"۔

"کہا کہا.... دال"۔ پروفیسر داؤد چونکے۔

"چنوں کے بعد دال.... ہے نا عجیب بات پروفیسر صاحب"

"عجیب اور غریب کی بات چھوڑو.... میں دال کھاؤں گا"

"مارے گئے.... اب یہاں ان کے لیے دال کہاں سے
لائیں.... یار فتنہ صاحب.... ان ڈبوں میں دال بھی ہو گی"

"ہر چیز ملے گی.... لیکن ڈبا کھولنے سے پہلے پڑھ لیں.... ایسا
نہ ہو کہ ہمیں ڈبے کھولنے کے بعد کہیں دال کی شکل نظر آئے"۔

"لیجیے.... اب دال کی بھی شکل نظر آنے لگی"۔

"ہاں! یہ فتنہ صاحب کیا فرما رہے ہیں.... کھانا کھا لیں.... پھر
مشق کرنا ہو گی.... کس چیز کی مشق"۔

"ہاتھ پیر ہلائیں گے ذرا.... آخر اب ہمیں یہاں رہنا ہے"۔
فتنہ مسکرایا۔

"بھئی تم ہی رہ لو.... ہمیں جانے دو"۔

"پہلے کھانا.... پھر شوکی برادرز کی کہانی اور ہماری کہانیاں....
اس کے بعد مسٹر فتنہ کی ہدایت پر عمل.... یعنی باہر نکل کر مشق"۔
انسپکٹر کامران مرزا نے فیصلہ کن انداز میں کہا۔

ایسا ہی کیا گیا.... پہلے شوکی برادرز کی کہانی سنی گئی.... خوب
قہقہے لگے.... آخر میں اس نے بتایا کہ ایک گاڑی ان کے پاس
رکی.... وہ انہیں ایک ہیلی کاپٹر کے پاس لے گئی.... اور انہیں بتایا
کہ ہیلی کاپٹر کے ذریعے انہیں ان کے گھر پہنچایا جا سکتا ہے.... کسی
اور طرح یہ ممکن نہیں.... کیونکہ سارا شہر گڈمڈ ہو چکا ہے"۔

"اللہ اپنا رحم فرمائے"۔ خان رحمان بولے۔

پھر انسپکٹر جمشید نے اپنی کہانی سنائی.... اس کے بعد انسپکٹر

کامران مرزا کی باری آئی.... تینوں کی کہانیاں جان لینے کے بعد ان سب پر سکتہ طاری ہو گیا.... آخر خان رحمان کی آواز ابھری۔

"اس کا مطلب ہے.... ہمیں نہ صرف ابنطال سے مقابلہ کرنا ہو گا.... بلکہ موتال اور روگان سے بھی کرنا ہو گا"۔

"جی نہیں.... ان سے پہلے مجھ سے کرنا ہو گا"۔ فتنہ بول اٹھا۔

"آپ تو کوئی چیز ہی نظر نہیں آ رہے.... آپ تو ہمارے ایک ہاتھ کی مار ہیں"۔

"نہیں شوکی.... ایسا نہ کہو.... یہ حضرت بہت عجیب چیز ہیں"۔

"چلئے خیر.... ان کا تجربہ بھی ہو جائے گا"۔

"انشاء اللہ"۔ وہ ایک ساتھ بولے۔

اب انہوں نے کھانا کھایا.... خوب دیکھ بھال کر ڈبے کھولے گئے.... پہلے انہوں نے پروفیسر داؤد کے لیے سوچ سمجھ کر ایک ڈبا کھول دیا تھا.... اس میں ان کے مطلب کی کوئی چیز نہیں نکلی تھی.... اس پر ان کا موڈ آف ہو گیا تھا۔

کھانے کے بعد وہ وادی میں نکل آئے.... فتنہ ان سے آگے تھا۔

"آپ جانتے ہیں.... میں آپ کو مشق کیوں کرانا چاہتا ہوں"۔

"نہیں.... بھلا ہم کیا جانیں"۔

"آخر کو آپ لوگوں کا مجھ سے مقابلہ ہو گا.... میں نہیں چاہتا کہ جب مقابلہ ہو تو آپ لوگ بالکل ست پڑ چکے ہوں.... اس طرح مجھے ذرا بھی مزا نہیں آئے گا"۔

"پھر آ گیا مزا"۔ مکھن چہکا۔

"خاموش رہ کر بات سنیں"۔ فتنہ غرایا۔

"ہائیں.... یہ حضرت تو غرا بھی سکتے ہیں"۔

"میں کیا نہیں کر سکتا.... اچھا اب مشق کا پہلا مرحلہ شروع ہوتا ہے.... میں دوڑتا ہوں آپ مجھے پکڑ کر دکھائیں"۔

"کیا کہا.... پکڑ کر دکھائیں"۔ وہ سب بولے۔

"ہاں! پکڑ کر دکھائیں"۔

"یہ کیا مشکل ہے"۔

"تو پھر آئیں"۔

اور فتنے نے دوڑ لگا دی.... دوسرے لمحے وہ حیرت زدہ رہ گئے۔

○☆○

اوہ.... اوہ!!!

اس کی رفتار اس قدر تیز تھی کہ انہیں یوں لگا کہ جیسے بجلی کوند گئی ہو.... پل بھر میں وہ ایک اونچی چٹان پر نظر آیا تھا۔

"ارے! آپ لوگوں نے میرے ساتھ دوڑ نہیں لگائی.... شاید میں نے کچھ زیادہ رفتار دکھا دی.... خیر.... معلوم ہوا.... آپ لوگ مجھ سے دوڑ میں مقابلہ نہیں کر سکتے.... تو پھر ذرا دوسری قسم کی مشق ہو جائے"۔

وہ خاموش رہے.... بولتے کیا.... سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کریں.... اسی وقت.... وہ چوٹی سے اتر کر ان کی طرف دوڑ لگا اور دیکھتے ہی دیکھتے ان تک پہنچ گیا.... پھر اس نے ایک ہاتھ آگے نکالتے ہوئے کہا۔

"آپ لوگوں میں کوئی ہے جو مجھ سے پنجہ آزمائی کر سکے"۔

"یہ کیا مشکل ہے.... میں کرتا ہوں"۔ آصف آگے بڑھا۔

"آپ ابھی بچے ہیں.... آپ نہیں کر سکیں گے"۔

"آپ کو اس سے کیا"۔ آصف نے منہ بنایا۔

"اچھا آئیں"۔ وہ مسکرایا۔

دونوں نے پنجہ ملایا اور اکڑوں بیٹھ گئے.... آصف نے اپنی طرف زور لگایا، لیکن فوراً ہی اس نے محسوس کیا.... جیسے اس نے اب کے کسی انسان سے پنجہ ملایا ہو.... فوراً ہی اس کا ہاتھ زمین سے جا لگا.... فتنہ مسکرایا۔

"میں نے کہا تھا نا.... آپ ابھی بچے ہیں"۔

"میں کروں گا"۔ خان رحمان بولے۔

"ضرور.... کیوں نہیں"۔

اب خان رحمان نے پنجہ ملایا.... لیکن فوراً ہی ان کا ہاتھ بھی زمین سے جا لگا.... انہیں بھی یوں محسوس ہوا تھا.... جیسے بیس آدمیوں کی طاقت رکھنے والے کسی آدمی نے ان کا پنجہ زمین سے لگا دیا ہو۔

"اف مالک! آخر اس شخص میں کتنی طاقت ہے"۔ یہ کہہ کر خان رحمان کھڑے ہو کر پیچھے ہٹ گئے۔

"اب میں مقابلہ کروں گا"۔ ایسے میں انسپکٹر جمشید بولے۔

"ابھی نہیں ابا جان.... پہلے ہم زور آزمائی کریں گے"۔

"بھئی تم اپنے انکل کی حالت دیکھ رہے ہو"۔

"ہاں! لیکن ہم سب باری باری مقابلہ کیے بغیر نہیں رہ سکیں گے"۔

اب انہوں نے باری باری زور آزمائی کی.... لیکن سب اس کے مقابلے میں شکست کھا گئے.... آخر میں انسپکٹر جمشید اور انسپکٹر کامران مرزا رہ گئے۔

"اب کیا خیال ہے"۔ فتنہ مسکرایا۔

"اب میری باری ہے"۔ انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"آپ بھی منہ کی کھائیں گے"۔

"دیکھا جائے گا"۔ وہ بولے۔

اور اس سے پنجہ ملایا.... دونوں نے زور لگایا.... انسپکٹر کامران مرزا شروع میں ہی بھانپ گئے کہ اس میں کئی ہاتھیوں کی طاقت ہے.... پتا نہیں وہ انسان تھا بھی یا نہیں.... تاہم انہوں نے ہمت نہ ہاری اور اپنی ساری طاقت اپنے ہاتھ میں لے آئے.... سب نے دیکھا.... ان کے ہاتھ کو جھکانے کے لیے پہلی بار فتنے کو زور لگانا پڑ رہا تھا.... یہ بات ان کے لیے کسی حیرت سے کم نہیں تھی' اس لیے کہ اب تک اس نے بالکل کسی پر زور نہیں لگایا تھا۔

اچانک انسپکٹر کامران مرزا کا ہاتھ زمین پر جا لگا۔

"آپ بھی گئے انسپکٹر کامران مرزا.... اتنا ہے کہ مجھے کسی

قدر زور لگانا پڑا ہے"۔

"اب رہ گیا میں.... میں بھی یہ مقابلہ کر ہی لوں.... تاکہ حسرت نہ رہ جائے"۔ انسپکٹر جمشید نے کہا۔

"ضرور.... کیوں نہیں.... اب تو مزا آئے گا"۔

انسپکٹر جمشید اس کی طرف بڑھے ہی تھے کہ عمارت کی طرف سے پروفیسر داؤد دوڑ کر باہر آتے نظر آئے.... ان کے چہرے پر بے تحاشہ خوف تھا.... ان کے ساتھ وہ باہر نہیں نکلے تھے اور نہ انہوں نے ان سے کہا تھا.... لیکن اب وہاں اس طرح دوڑ رہے تھے جیسے ان کے پیچھے موت لگی ہو۔

وہ دوڑتے دوڑتے ان کے پاس آ کر رک گئے۔

"کیا بات ہے پروفیسر صاحب.... خیر تو ہے"۔ انسپکٹر کامران مرزا نے بلند آواز میں کہا۔

"کوئی اندر ہے.... عمارت کے اندر.... شاید کوئی بھوت"۔

"کیا کہا.... بھوت.... ضرور آپ نے خواب دیکھا ہو گا"۔ فتنہ ہنسا۔

"نہیں.... ہرگز نہیں"۔

"آئیں.... چل کر دیکھ لیتے ہیں"۔

ان سب نے عمارت کی طرف دوڑ لگا دی.... اندر کوئی نہیں

تھا.... انہوں نے ساری عمارت چھان ماری۔

"یہاں تو کوئی بھی نہیں ہے"۔

"لیکن میں کہہ رہا ہوں.... یہاں کوئی تھا.... آپ لوگ غور سے جائزہ لیں"۔ وہ بولے۔

انہوں نے سوچا.... ہو سکتا ہے.... پروفیسر صاحب کی یہ بات درست ہو' لہٰذا انہوں نے بغور عمارت کا جائزہ لینا شروع کیا.... اور پھر فرزانہ کی نظریں فرش پر جم گئیں.... فرش پر جوتوں کے تازہ نشان موجود تھے.... اور وہ نشانات اس لیے بنے تھے کہ وہ جوتے گیلے تھے.... جب کہ ان میں سے کسی کے نشانات بھی ان نشانات سے نہیں ملتے تھے۔

"اوہ.... اس کا مطلب ہے.... پروفیسر داؤد ٹھیک کہہ رہے ہیں.... اس وادی میں ہمارے علاوہ کوئی اور بھی ہے"۔ انسپکٹر جمشید نے مسکرا کر کہا۔

"لیکن.... کون؟" آصف بولا۔

"ابظال"۔ انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"کیا کہا.... مسٹر ابظال.... یعنی وہ خود بھی ہمارے ساتھ وادی میں موجود ہے"۔

"ہاں! اس کے سوا کہا کیا جا سکتا ہے"۔

"نہیں! یہ غلط ہے.... مسٹر ابظال اس وادی کے اندر نہیں ہو سکتے.... وادی کے باہر ضرور ہو سکتے ہیں"۔ فتنہ بولا۔

"تب پھر تم بتاؤ.... یہ نشانات کس کے ہیں"۔ انسپکٹر جمشید نے اسے گھورا۔

"اس سوال کا جواب میں بھی نہیں دے سکا.... خود میری عقل بھی دنگ ہے.... لیکن خیر.... مجھے تو اپنا کام کرنا ہے.... اور میرا کام یہ ہے کہ آپ لوگوں کو وادی سے باہر نہ جانے دوں.... یہاں ہمارے علاوہ بھی کوئی ہے یا نہیں.... اس بات کی مجھے کوئی پروا نہیں ہے"۔

"تمہیں نہ ہو.... ان لوگوں کو ضرور ہے.... جنہوں نے ہمیں یہاں قید کیا ہے"۔ انسپکٹر کامران مرزا مسکرائے۔

"کیا مطلب؟" اس نے چونک کر کہا۔

"مطلب یہ کہ انہوں نے یہ تمام تر انتظامات کرنے کے باوجود کوئی خفیہ آدمی بھی یہاں چھوڑا ہے.... یعنی اگر تم ناکام ہو جاتے.... یہ وادی ہمارے آگے فیل ہو جائے.... ابظال' موتال اور بولان بھی شکست کھا جائیں.... تو یہ خفیہ آدمی حرکت میں آئے ہماری تمام کوششوں پر پانی پھیر دے.... وہ اس وقت بھی اس عمارت میں موجود ہے"۔

"اوہ.... اوہ!!!"

"لیکن کسی وجہ سے اس کے جوتے گیلے ہو گئے.... اور یہ نشانات بن گئے.... ورنہ پروفیسر صاحب کو اس کی موجودگی کا احساس نہ ہوتا.... کیوں مسٹر غائب"۔

لیکن اس کی طرف سے کوئی جواب نہ ملا۔

"ہم جانتے ہیں.... یہ حضرت کوئی جواب نہیں دیں گے"۔

"لیکن انکل! یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ یہ صاحب خود ابطال ہوں.... تھوڑی دیر پہلے انہوں نے ہم سے بات چیت بھی تو کی تھی"۔

"ہاں! کی تھی.... لیکن وہ آواز چاروں طرف سے آتی محسوس ہوئی تھی.... مطلب یہ کہ آلات کے ذریعے ہم تک آ رہی تھی.... اور ہم نے اس وقت فرش پر کوئی نشانات نہیں دیکھے تھے.... جب کہ اب صورت حال اور ہے"۔

"ارے تو پھر.... فوراً دروازہ بند کر دو.... ہم اسے پکڑ سکتے ہیں.... اس خطرے سے تو ابھی ہی کیوں نہ نبٹ لیں"۔

"بہت خوب"۔ سب نے ایک ساتھ کہا۔

محمود نے دروازے کی طرف دوڑ لگا دی۔

"اوہو.... عمارت کی تو کھڑکیاں بھی کھلی ہوئی ہیں.... اور ان

میں سلاخیں بھی نہیں ہیں.... کسی کھڑکی سے بھی تو باہر جایا جا سکتا ہے"۔

"سب کھڑکیاں دروازے بند کر دو"۔ خان رحمان چلائے۔

ان سب نے بھاگ بھاگ کر دروازے اور کھڑکیاں بند کر دیں۔

"لیکن ہم یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتے.... کہ وہ عمارت میں ہے یا جا چکا ہے.... اس لیے کہ ہمیں دروازے بند کرنے کا خیال بہت بعد میں آیا تھا"۔

"کوشش کرنے میں کیا حرج ہے"۔

"لیکن یہ کیسے معلوم ہو گا کہ وہ ہے یا نہیں"۔

"ہم ایک ایک کمرے کو سب مل کر چیک کریں گے.... باری باری ہر کمرے کو باہر سے بند کرتے چلے جائیں گے.... اور اس طرح بعد میں جو جگہ بچ جائے گی.... اسے بھی سب مل کر ہاتھوں میں ہاتھ ڈال کر چیک کریں گے.... تاکہ ذرا بھی جگہ چیک کرنے سے بچ نہ جائے"۔ فرحت نے جلدی جلدی کہا۔

"فرحت کی ترکیب پر عمل کیا گیا.... انہوں نے پوری احتیاط سے عمارت کو دیکھا بھالا.... لیکن کسی کی موجودگی کو محسوس نہ کر سکے.... آخر تھک ہار کر باہر نکل آئے۔

"ہائیں! یہ کیا وہ حضرت تو اپنے جوتے یہاں چھوڑ گئے ہیں"۔ فرزانہ کی آواز نے ان سب کو اپنی طرف متوجہ کر لیا۔

انہوں نے دیکھا.... وہاں وہ جوتے پڑے تھے.... جن کے نشانات اندر پائے گئے تھے۔

"اب کم از کم یہ بات ثابت ہو گئی ہے کہ یہاں ہمارے علاوہ کوئی اور بھی ہے.... مطلب یہ کہ یہ لوگ کسی طرح بھی ہمیں اس وادی سے نکلتے نہیں دیکھ سکتے"۔

"تو پھر اس کا آسان طریقہ یہ تھا کہ یہ ہمیں بالکل ختم کر دیتے.... آخر یہ ہمیں زندہ کیوں رکھنا چاہتے ہیں"۔

"تاکہ اپنی کامیابیاں ہمیں دکھا کر سابقہ ناکامیوں کا انتقام لے سکیں"۔

"ہوں.... ضرور یہی بات ہے.... لیکن اب ہم اس کا کیا کر سکتے ہیں.... یہ تو ہمارے لیے ایک اور ابطال پیدا ہو گیا ہے"۔

"اللہ مالک ہے.... آپ ابطال کی بات کر رہے ہیں.... میں تو اس فتنے کی بارے میں پریشان ہوں.... آخر یہ حضرت کیا بلا ہیں"۔

"ہاں! یہ بھی ہے.... پہلے ہم ان سے کیوں نہ نبٹ لیں"۔

"مجھے تو کوئی اعتراض نہیں ہے.... لیکن آپ لوگ اس طرح بہت جلد آؤٹ ہو جائیں گے.... جب کہ میں دیکھنا چاہتا تھا

کہ آپ اس وادی سے نکلنے کے لیے کیا کوشش کرتے ہیں"۔

"اچھی بات ہے.... ہم اپنی کوشش یہیں سے شروع کر لیتے ہیں"۔ انسپکٹر جمشید نے کہا۔

"تو پھر شروع کریں نا.... میں بھی تو دیکھوں.... آپ کیا تیر مارتے ہیں"۔

"آؤ بھئی.... اب ہم اپنا کام شروع کرتے ہیں اور ہاں پروفیسر صاحب کو ساتھ لے لیتے ہیں.... کہیں یہ پھر کسی چیز سے نہ ڈر جائیں"۔

"ٹھیک ہے"۔

وہ وادی سے نکل آئے.... ایک ایک چیز کا بغور جائزہ لیتے آگے بڑھتے رہے.... لیکن جائزہ کس چیز کا لیتے.... یہاں چٹانوں.... پتھروں اور درختوں کے علاوہ تھا ہی کیا.... پہاڑ بالکل عمودی تھے.... اور اس قدر بلند تھے کہ ان پر بغیر کسی ساز و سامان کے چڑھنا ممکن نہیں تھا.... دوسری بات یہ کہ وادی میں جو درخت تھے.... وہ بہت پتلے اور کمزور سے تھے.... وہ ان سے بھی کوئی کام نہیں لے سکتے تھے۔

وادی کے درمیان میں انہیں ایک چشمہ ضرور نظر آیا تھا۔

"چشمہ"۔ انسپکٹر کامران مرزا کے منہ سے نکلا۔

"ہاں چشمہ.... کیا ہم اس سے کوئی کام لے سکتے ہیں"۔

"پتا نہیں.... لے سکتے ہیں یا نہیں.... ایک بات ضرور ہے.... اور وہ یہ کہ یہ چشمہ ہے بہت پراسرار چیز"۔ شوکی بولا۔

"لیجیے.... اب ان چشموں میں بھی پراسراریت نکل آئی"۔ فاروق نے منہ بنایا۔

"بھئی غور کرنے میں کیا حرج ہے"۔

"ہاں حرج تو خیر کوئی نہیں.... گویا اس پوری وادی میں غور کرنے کے قابل صرف ایک چیز ملی ہے.... اور وہ ہے ایک عدد چشمہ"۔ محمود نے منہ بنایا۔

"اس کے سوا کیا کہا جا سکتا ہے"۔

"محمود بھائی.... آپ کا چاقو تو آپ کے پاس ہے"۔ ایسے میں رفعت بول اٹھی۔

"ہاں کیوں.... لیکن یہاں چاقو کی مدد سے ہم کیا کام لے سکتے ہیں"۔ محمود نے چونک کر کہا۔

"یہ پوچھیں.... کیا کام نہیں لے سکتے"۔

"اوہو اچھا.... ذرا میں بھی تو سنوں.... ہم چاقو سے کیا کام لے سکتے ہیں"۔

"اور کچھ نہیں تو اس فتنے کا پیٹ تو پھاڑ ہی سکتے ہیں"۔

فرحت بولی۔

"ویسے میرا خیال ہے اور بھی کئی کام ہم لے سکتے ہیں"۔ رفعت بولی۔

"یار محمود.... جلدی سے اپنا چاقو نکال کر دے دو.... اب تو سب بے چین ہونے لگے ہیں"۔ آصف نے گھبرا کر کہا۔

محمود نے جھک کر ایڑی کھسکائی اور پھر اس کا اوپر کا سانس اوپر اور نیچے کا نیچے رہ گیا.... منہ کھلا کا کھلا اور آنکھیں پھٹی کی پھٹی کی رہ گئیں.... چاقو جوتے کی ایڑی میں نہیں تھا۔

"کیا ہوا بھئی.... جھکے کے جھکے کیوں رہ گئے"۔ آصف بولا۔

"سانپ تو نہیں سونگھ گیا"۔

"جھکتے ہی پتھر تو نہیں ہو گئے"۔

"نن نہیں.... یہ کوئی بات نہیں ہے.... بات صرف اتنی ہے کہ ایڑی چاقو میں نہیں ہے"۔ اس نے بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا۔

"کیا!!!"

ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

○☆○

وہ مارا

محمود کے الٹ جملے کا مطلب بھی انہوں نے بالکل درست لیا.... اور حیرت زدہ رہ گئے.... پھر خان رحمان چونک کر بولے۔

"کیوں محمود! تم نے کیا کہا.... ایڑی چاقو میں نہیں ہے"۔

"ہاں! میں اور کیا کہہ سکتا ہوں.... جب کہ چاقو ایڑی میں نہیں ہے"۔

"ہزار مرتبہ کہا ہے.... اب چاقو رکھنے کی جگہ بدل ڈالو.... ہمارے مستقل دشمنوں کو اس جگہ کے بارے میں پتا چل چکا ہے.... مگر تمہارے کان پر تو جوں نے کب کا رینگنا چھوڑ دیا ہے"۔ فرزانہ نے جلے کٹے انداز میں کہا۔

"اب میں اور کہاں رکھوں.... اس موت کی وادی میں لے دے کر ایک اس چاقو سے کوئی کام لیا جا سکتا تھا"۔ فاروق نے جھلا کر کہا۔

"مجھ پر گرم ہونے سے کچھ نہیں بنے گا.... یہ سوچنا ہوگا کہ

اب کیا کیا جائے"۔ محمود بولا۔

"محمود ٹھیک کہہ رہا ہے.... اس وادی میں اگر ہم پر جھلاہٹ سوار ہو گئی نا.... تو پھر ہم گئے کام سے"۔ انسپکٹر کامران مرزا مسکرائے۔

"آپ خود سوچیں.... ان حالات میں اب ہم کیا کریں گے"۔

"غور.... کم از کم ہم غور تو کر سکتے ہیں"۔

"مجھے تو غور بے چارہ بھی یہاں پانی بھرتا نظر آتا ہے"۔ آفتاب نے منہ بنایا.... اس کا موڈ دوسروں کی نسبت زیادہ خراب نظر آ رہا تھا۔

"پپ پانی.... پانی"۔ پروفیسر داؤد نے ہونقوں کے انداز میں کہا۔

"آپ کو پیاس لگی ہے کیا"۔

"نن.... یا"۔ ان کے منہ سے نکلا۔

"نن.... یا.... یہ کیا بات ہوئی"۔ انسپکٹر جمشید نے چونک کر ان کی طرف دیکھا۔

"آدھا "نہیں" آدھا "یار".... یعنی آدھا تیتر آدھا بٹیر"۔ [illegible] مسکرایا۔

"آپ کچھ کہنا چاہتے ہیں"۔ انسپکٹر کامران مرزا نے بھی ا
کی طرف دیکھا۔
یوں لگتا تھا جیسے ۔۔۔ وہ شدید ترین دماغی کشمکش میں
ہوں۔
"پ۔۔۔ پانی"۔
"آیئے پہلے آپ کو پانی پلا دیں"۔ انسپکٹر جمشید نے بازو
انہیں پکڑا اور عمارت کی طرف قدم اٹھانا چاہا۔۔۔ لیکن انہوں
اس طرف جانے سے انکار کر دیا۔۔۔ لیکن خود انسپکٹر جمشید کو
ایک طرف کھینچنے لگے۔
"میرا خیال ہے۔۔۔ شاید ان کے لاشعور میں کوئی
ہے۔۔۔ جو یہ زبان پر نہیں لا سکتے۔۔۔ اور یہ سب اس برین وا
کی وجہ سے ہے"۔
"تو پھر۔۔۔ جس طرف یہ ہمیں لے جانا چاہتے ہیں،
طرف چلئے نا"۔ رفعت بول اٹھی۔
"ہاں! یہ ٹھیک رہے گا"۔
انسپکٹر جمشید ان کے پیچھے قدم اٹھانے لگے۔۔۔ اور اس
وہ سب اس چشمے تک جا پہنچے جس کو وہ پہلے دیکھ چکے تھے۔
"اوہ۔۔۔ تو آپ بوتلوں کا پانی پینے کی بجائے، اس

پینا چاہتے تھے۔۔۔ ٹھہریئے"۔ یہ کہہ کر انسپکٹر جمشید پانی کے کنارے
بیٹھ گئے اور دونوں ہاتھوں میں پانی لے کر ان کے منہ کی طرف لے
گئے۔۔۔ لیکن انہوں نے نفی میں سر ہلا دیا۔
"ن۔۔۔ نہیں"۔ ان کے منہ سے نکلا۔
"نہیں۔۔۔ کیا مطلب۔۔۔ پھر آپ کیا چاہتے ہیں"۔
انہوں نے کوئی جواب نہ دیا۔۔۔ بت بنے کھڑے پانی کو
گھورتے رہے، آخر انسپکٹر جمشید بولے۔
"آیئے۔۔۔ واپس چلیں"۔
"پ۔۔۔ پانی"۔ وہ پھر بولے۔
"یہ کچھ کہنا چاہتے ہیں۔۔۔ لیکن کچھ کہہ نہیں پا رہے۔۔۔ پانی
کہہ کر ہمیں کوئی اشارہ دے دینا چاہتے ہیں۔۔۔ ہمیں سوچنا چاہیے
کہ وہ اشارہ کیا ہے"۔ شوکی نے جلدی جلدی کہا۔
"میرا بھی یہی خیال ہے"۔ انسپکٹر کامران مرزا بولے۔
"تب پھر ہم یہیں بیٹھ کر غور کر لیتے ہیں"۔ خان رحمان
سب چشمے کے کنارے کنارے بیٹھ گئے۔۔۔ پانی میں دیکھتے
ہوئے سوچنے لگے۔۔۔ آخر فرزانہ نے پرجوش انداز میں کہا۔
"سوال یہ ہے کہ چشمہ کہاں سے آ رہا ہے"۔

"کک.... کیا مطلب؟" وہ سب ایک ساتھ بولے۔

"چشمہ کہاں سے آ رہا ہے"۔

وہ سب اس سمت میں چلنے لگے.... جس طرف سے چشم
رہا تھا.... اور یوں ایک جگہ سے انہیں پانی زمین سے پھوٹتا محسو
ہوا۔

"یہ ہے وہ جگہ.... پروفیسر صاحب.... کیا آپ ہمیں یہاں
چاہتے تھے"۔ خان رحمان نے ان کی طرف دیکھا۔

"ہاں.... تو"۔ وہ کھوئے کھوئے انداز میں بولے۔

"تو پھر.... اب ہم یہاں کیا کریں"۔

پروفیسر داؤد پھر خاموش کھڑے رہ گئے.... اس سوال کا
فوراً جواب نہ دے سکے.... ایسے میں فرزانہ اس جگہ اکڑوں
گئی.... بے خیالی میں اس نے ایک پتھر ہاتھ میں لیا اور پانی
کنارے والے پتھر پر مارنے لگی.... وہ مسلسل یہ عمل کرتی
گئی.... یہاں تک پانی کے کنارے سے دو تین پتھر اکھڑ گئے۔

"ہاہاہا"۔ پروفیسر داؤد نے بچوں کے انداز میں تالی بجا دی۔

"کیا مطلب.... کیا ان کے لاشعور میں یہ بات ہے کہ
یہاں سے پتھروں کو اکھاڑیں.... اس جگہ کو چوڑا کریں"۔ ا
جمشید چونک کر بولے۔

"اس کے سوا کیا کہا جا سکتا ہے"۔ انسپکٹر کامران مرزا نے
فوراً کہا۔

"کیوں پروفیسر صاحب.... کیا ہم اس جگہ کو چوڑا کریں"۔

وہ صرف سر ہلا کر رہ گئے.... یہ اندازہ نہ ہو سکا کہ انہوں
نے ہاں کہا تھا یا نہیں۔

"میرا خیال ہے.... اس جگہ کو چوڑا کرنا شروع کر دیتے
ہیں.... کرنے کو اس وادی میں اور کوئی کام نہیں ہے"۔ محمود بولا۔

محمود کی اس بات سے سب نے اتفاق کیا.... انہوں نے
پتھروں کے ذریعے اس جگہ سے پتھر ہٹانے شروع کر دیئے.... اب
سب جوش کے عالم میں یہ کام کر رہے تھے.... ایسے میں مکھن کی
نظر ایک بار فتنے پر پڑی.... اس کی آنکھوں میں الجھن کے آثار نظر
آئے۔

"وہ مارا"۔ اس نے چلا کر کہا۔

"ہائیں.... ایسے میں تم نے کیا مار لیا بھائی"۔ شوکی کے لہجے
میں حیرت تھی۔

"میں نے مسٹر فتنہ کی آنکھوں میں الجھن دیکھی ہے.... اور
یہ الجھن صرف ہمارے اس کام کی وجہ سے پیدا ہوئی ہے.... ورنہ
اس سے پہلے ان کی آنکھوں میں ذرا بھر الجھن کے آثار نہیں دیکھے

تھے"۔

"اس کا مطلب ہے.... ہمارے اس کام سے یہ حضرت پریشان ہو گئے ہیں.... کیوں مسٹر فتنہ"۔ یہ کہہ کر انسپکٹر جمشید نے بغور اس کی طرف دیکھا۔

"نہیں.... میں الجھن محسوس کر رہا ہوں کہ تمہارے اس کام سے کہیں ہمارے مشن کو کوئی فرق تو نہیں پڑ جائے گا"۔

"کک.... کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ اس وادی کے چپے چپے سے ہم ضرور واقف ہیں.... ماہرین نے گھوم پھر کر اس وادی کا بغور جائزہ لیا تھا اور یہ فیصلہ دیا تھا کہ انسانی طاقت سے یہ بات باہر ہے کہ اس وادی سے نکل سکے.... صرف اور صرف ہیلی کاپٹر کے ذریعے ایسا ممکن ہے.... میں بھی ان ماہرین کے ساتھ تھا.... اور اب میں یہ الجھن محسوس کر رہا ہوں کہ.... انہوں نے چشمے کی طرف کوئی توجہ نہیں دی تھی.... اور اب میں یہ الجھن محسوس کر رہا ہوں کہ کیا یہ ان کی غلطی تھی یا کوتاہی.... اور کیا انہیں اس کی طرف توجہ دینا چاہیے تھی"۔

"بالکل دینا چاہیے تھی.... یہ ان کی غلطی تھی.... ان ماہرین کو اب تم پھانسی پر چڑھا دو.... جاؤ.... ہیلی کاپٹر کو بلاؤ اور اس پر بیٹھ کر ان ماہرین کو سزائے موت دو"۔ شوکی نے جلدی جلدی اسے

مشورہ دیا۔

"خاموش رہو.... مجھے کچھ سوچنے دو"۔ فتنہ غرایا۔

"آ گیا غصہ بھائی صاحب کو.... ابھی تو ہم نے کام شروع ہی کیا ہے"۔ محمود ہنسا۔

"خاموش"۔ وہ پھر گرجا۔

"ارے ارے.... اس کا پارہ تو چڑھتا ہی جا رہا ہے"۔ فاروق کے لہجے میں حیرت تھی۔

"اسے اس کے حال پر چھوڑ دو.... کام جاری رکھو"۔ انسپکٹر جمشید نے پر جوش انداز میں کہا اور پتھر چلانے لگے۔

سب کے ہاتھ اٹھنے لگے.... پتھر پتھروں پر برسنے لگے.... اس طرح پانی نکلنے کی جگہ بڑی ہوتی چلی گئی.... دو گھنٹے بعد کنوئیں کی مانند نظر آنے لگی.... پانی بہت گہرا نظر آنے لگا۔

"کیا خیال ہے.... میں اس میں غوطہ لگا کر دیکھوں"۔ انسپکٹر جمشید نے اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھا۔

ان کی آنکھوں میں الجھن کے آثار نظر آئے.... گویا وہ کوئی فیصلہ کرنے کے قابل نہیں تھے.... ایسے میں انہوں نے پروفیسر داؤد کی طرف دیکھا۔

"آپ کیا کہتے ہیں.... کچھ کر سکتے ہیں.... کیا میں اس پانی میں

اتر جاؤں"۔

وہ دھیرے سے مسکرائے.... لیکن ہاں یا نہ' نہ کہہ سکے۔

"دیکھا جائے گا.... میں اتر رہا ہوں"۔

اور انہوں نے پانی میں چھلانگ لگا دی.... پھر ناک بند کر کے ڈبکی لگا گئے.... وہ انہیں پانی کے نیچے ہی نیچے جاتے نظر آئے۔

ایسے میں انہوں نے دوڑتے قدموں کی آواز سنی.... وہ چونک کر مڑے.... تنذ سر پر پاؤں رکھے عمارت کی طرف جاتا نظر آیا۔

"ارے.... یہ کیا ہوا"۔

"شاید اب اس کے ذہن پر یہ خوف سوار ہو گیا ہے کہ ہم اس طرف سے وادی سے نکل جائیں گے"۔ لہٰذا وہ ابطال کو رپورٹ دینے گیا ہے۔

"اس کے الفاظ سننے کی ضرورت ہے"۔ یہ کہہ کر محمود نے بھی دوڑ لگا دی.... آصف بھی اس کے ساتھ دوڑ پڑا.... فاروق اور آفتاب نے سٹارٹ لیا ہی تھا کہ انسپکٹر کامران مرزا بول اٹھے۔

"نہیں! تم نہیں.... وہ دو ہی کافی ہیں"۔

وہ رک گئے.... اور پھر پانی میں دیکھنے لگے.... اسی وقت انسپکٹر جمشید پانی کی سطح پر ابھر آئے۔

"یہ.... یہ بہت گہرا ہے.... کاش! ہمارے پاس غوطہ خوری کا

لباس ہوتا"۔

"غوطہ خوری کا لباس.... اب ہم کہاں سے لائیں.... اس عمارت میں سوائے کھانے پینے کے اور کچھ نہیں ہے"۔

"لیکن ہم ایک اور کام تو کر سکتے ہیں"۔ انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"اور وہ کیا"۔

"اس جگہ کو اور چوڑا کیا جائے.... اس قدر چوڑا.... اس قدر چوڑا کہ کیا بتاؤں.... اس طرح پانی کی گہرائی کم ہوتی چلی جائے گی"۔

"لیکن پھر اس وادی میں پانی ہی پانی ہو گا"۔

"تو ہوتا رہے.... ہم کیا کریں"۔

"اور اگر اس طرح وہ عمارت بھی ڈوب گئی تو ہم کھانے پینے کی چیزوں سے بھی محروم ہو جائیں گے"۔ شوکی بولا۔

"اوہو.... بھئی وہ تو ٹیلے پر ہے"۔ آفتاب نے جل کر کہا۔

"خیر.... خیر دیکھتے ہیں"۔

جلد ہی محمود اور آصف واپس آتے نظر آئے۔

"فتنے نے مسٹر ابطال کو بذریعہ وائرلیس اطلاع دی ہے کہ ہم نے یہ کام شروع کیا ہے.... اس پر ابطال بھی پریشان ہو گیا ہے....

اور اس نے حکم دیا ہے کہ ہمیں اس کام سے روک دیا جائے"۔

"جب کہ یہ ان کی عائد کردہ صورت حال کے خلاف ہے.... انہوں نے کہا تھا.... ہم کچھ بھی کرتے رہیں.... انہیں کوئی سروکار نہیں ہو گا"۔ خان رحمان نے منہ بنایا۔

"یہ لوگ قانون اور شرائط کو صرف ہم لوگوں کے لیے بناتے اور طے کرتے ہیں.... اپنے لیے نہیں.... جب یہ دیکھیں گے کہ ہم اس وادی سے نکلنے لگے ہیں.... تو اسی وقت اپنا کیا ہوا معاہدہ فوراً توڑ دیں گے"۔

"بلکہ اس سے بھی پہلے"۔ انہوں نے فتنے کی آواز سنی۔

"کک.... کیا مطلب؟" شوکی ہکلایا۔

"مطلب یہ کہ اب آپ اس جگہ کو اور چوڑا نہیں کریں گے"۔

"لیکن کیوں.... آپ لوگوں کو اس میں کیا نقصان ہے"۔

"یہ پوری وادی پانی میں ڈوب جائے گی.... پھر آپ لوگ رہیں گے کہاں؟

"پانی پر رہیں گے اور کہاں رہیں گے"۔

"مذاق نہیں.... میں سنجیدہ ہوں"۔

"آپ تو مسٹر فتنہ بہت ہی سنجیدہ ہو گئے"۔

"ہاں! ہم سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ ایسا ہو گا"۔

"تو اب سوچ لیں.... ہم نے سوچنے سے منع تو نہیں کیا"۔

مکھن نے برا سا منہ بنایا۔

"ہاں.... پیٹ بھر کے سوچو"۔ آفتاب بولا۔

"پپ.... پیٹ بھر کے"۔ پروفیسر داؤد نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

"کیوں! آپ کو بھوک لگ گئی ہے کیا؟"

وہ پاگلوں کے انداز میں مسکرا دیئے۔

"ہم اپنا کام جاری رکھیں گے.... تم میں سے کوئی ایک جا کر ان کے لیے کھانے کا ڈبا اٹھا لائے"۔

"پروفیسر انکل.... اس وقت آپ کیا کھانا پسند کریں گے"۔ محمود نے کہا۔

"پپ.... پانی"۔ وہ بولے۔

"لیجیے.... یہ تو اس وقت پانی کھانا پسند کریں گے"۔

"نہیں.... شاید یہ کہہ رہے ہیں پانی پر کام جاری رکھا جائے.... ان کی پرواہ نہ کی جائے"۔

لیکن ان کے لیے کھانے کی چیز ضروری ہے.... جا کر ایک دو ڈبے لے آؤ"۔

محمود تیر کی طرح عمارت کی طرف گیا.... عمارت کے دروازے کھلتے نظر آئے.... جب کہ کچھ دیر پہلے انہوں نے تمام دروازے اور کھڑکیاں بند کر دیئے تھے.... وہ سیدھا اندر گیا.... باورچی خانے سے کھانے کے دو تین ڈبے اٹھائے اور پھر باہر نکلنے لگا.... لیکن اسے ایسے میں ایک عجیب چیز نظر آئی۔

اس کے اٹھتے قدم رک گئے.... اس کی آنکھیں حیرت کے مارے پھیل گئیں.... وہ تڑ سے گرا اور بے ہوش ہو گیا.... ساتھ ہی باورچی خانے کے دروازے اور کھڑکیاں بند ہونے لگیں۔

○☆○